فرمانِ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ

میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی،

بیعت کا مقصد بھی وہی تھا جو ان حضرات کا تھا۔ نہج البلاغہ ص ۳۶۷ مطبوعہ بیروت

قرابتِ آل و اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبِ شیعہ کی روشنی میں

خورشیدِ ملت

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ ادارہ وحدتِ اسلامیہ پاکستان

خطیب و مفتی مرکز اہلسنت ڈورنگا باغ سیالکوٹ

ادارہ وحدتِ اسلامیہ

مکتبہ شمس و قمر

فرمان مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ

نہج البلاغہ ص ۳۶۶ مطبوعہ بیروت

میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی، بیعت کا مقصد بھی وہی تھا جو ان حضرات کا تھا۔

قرابتِ آل و اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کتبِ شیعہ کی روشنی میں

خورشیدِ ملت

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

مشیر اعلیٰ ادارہ وحدتِ اسلامیہ پاکستان

خطیب و مفتی مرکز اہلسنت ڈوگر کلاں سیالکوٹ

ادارہ وحدت اسلامیہ پاکستان مکتبہ شمس و قمر پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: قرابت آل و اصحابِ رسول ﷺ
(کتبِ شیعہ کی روشنی میں)

تالیف: ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری
سربراہ ادارہ وحدت اسلامیہ پاکستان

حسب فرمائش: محب العلم والعلماء، محترم سیّد ظہیر حسین شاہ گوہر
چیف ایگزیکٹو فرقان پبلک سکول، کوٹ عبدالمالک

باہتمام: قاری عابد حسین فریدی
ناظم ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور (0300-4131106)

نگران طباعت: حافظ محمد کاشف جمیل (0345-4666768)
مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ شمس وقمر بھائی چوک لاہور

نظر ثانی : مولانا قاری محمد طاہر عزیز باروی، مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ لاہور

کمپوزنگ : مولانا محمد عارف ستار القادری، حافظ محمد طارق قادری

اشاعت : ذوالحجہ 1435ھ/ اکتوبر 2014ء

قیمت :

ناشر : ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور پاکستان/ مکتبہ شمس وقمر لاہور

ملنے کے پتے:

☆ مکتبہ شمس وقمر، متصل جامعہ حنفیہ غوثیہ بھائی چوک لاہور (0345-4666768)

☆ القرآن اکیڈمی، کشمیر پارک، وںڈالہ روڈ، شاہدرہ لاہور (0300-4131106)

☆ مرکز اہلسنت، ڈوںگا باغ سیالکوٹ (0300-4411690) ☆ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال

☆ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ☆ کرمانوالہ بک شاپ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ جامعہ ابوبکر، گلستانِ جوہر بلاک 13 کراچی ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور

الاهداء

محسن خطبائے اہلسنّت' خطیب الاسلام سفیرِ عشقِ رسول ﷺ' حضرت علامہ صاحبزادہ

پیر سیّد شبیر حسین شاہ حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام!!!!

جن کے منفرد اندازِ خطابت نے دل کی بنجر کھیتیوں کو عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے جام سے سیراب کیا۔ مردہ روحوں کو قرآن و حدیث سے زندہ کیا۔ آلِ رسول ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ کی عظمت کا دفاع جن کی پہچان بن گیا۔

جو شہرت کے کمال پر بھی اپنے قبیلہ (علماء) کا ہمیشہ نہ صرف خیر خواہ رہا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کا حق ادا کیا۔

جن کی جرأت و حق گوئی نے علماءِ اہلسنّت کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

اور جن کی زندگی بھی حسین اور موت بھی قابلِ رشک۔

اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کے اس عظیم عاشق اور ناموسِ رسالت کے محافظ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

خاکپائے محافظین ناموسِ رسالت

خورشید الازہری

الانتساب

امام المناظرین، سلطان المتکلمین، رئیس المحققین، آبروئے اہلسنت
فاتح قادیانیت، خارجیت، رافضیت، ناصبیت اور دیابنہ، حضرت علامہ

صاحبزادہ پیر محمد سعید احمد اسعد دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ امینیہ، شیخ کالونی، جھنگ روڈ فیصل آباد

کے نام!!!

جن کا نام ہی مذاہب باطلہ کے لیے کافی ہے۔
جن کی محنت، اخلاص، تحقیق، کلام، فکر اور مثبت سوچ نے ہمیشہ عقیدۂ حق اہلسنّت وجماعت کا پرچم بلند رکھا۔ خوفِ خدا، اتباعِ رسول ﷺ، مودّتِ آلِ رسول ﷺ، محبتِ اصحابِ رسول ﷺ ایسے حسین موضوعات کو قرآن وحدیث سے بیان کرنا جن کا طرۂ امتیاز ہے۔
خالقِ کائنات بصدقۂ صاحبِ لولاک ﷺ اس مردِ قلندر کو صحت وتندرستی کے ساتھ عمرِ خضر نصیب فرمائے۔ اور ملتِ اسلامیہ پر آپ کا سایہ ہما پایہ قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ التحیۃ والتسلیم

خاکپائے علمائے حق

خورشید الازہری

هدیۂ تشکر

☆ جانشین فقیہ اعظم، مفکر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ پیر مفتی محمد محب اللہ نوری
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم فریدیہ، بصیر پور

☆ جگر گوشۂ فاتح عیسائیت، استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی پیر محمد مظہر فرید شاہ
نائب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ، ساہیوال

☆ پیر طریقت رہبر شریعت، حضرت صاحبزادہ سیّد مدثر حسین شاہ تنویر لاثانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں

☆ پیر طریقت رہبر شریعت، حضرت علامہ حافظ مفتی پیر سیّد کرامت علی حسین شاہ
سربراہ شاہ لاثانی اسلامک یونیورسٹی نارووال

☆ یادگار اسلاف، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن، ملتان

☆ جگر گوشۂ محدث الوری، حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر مفتی عزیز محمود الازہری
نائب مہتمم و شیخ الحدیث رکن الاسلام، حیدر آباد

☆ زینت مسند تدریس حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد نور المجتبیٰ چشتی
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم چشتیہ، خانقاہ ڈوگراں

☆ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سیّد زین العابدین شاہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ ونیس شریف سیالکوٹ

☆ خطیب یورپ و ایشیاء حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سیّد فدا حسین شاہ حافظ آبادی

☆ جگر گوشۂ خطیب الاسلام حضرت علامہ بیرسٹر صاحبزادہ پیر سیّد وسیم الحسن شاہ حافظ آبادی

☆ ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا الحاج محمد اللہ دتہ فریدی، خطیب اعظم ساہیوال

☆ فاضل جلیل حضرت علامہ صاحبزادہ محمد نعیم امجد چشتی، مدیر مکتبہ فریدیہ ساہیوال

☆ مبلغ یورپ و امریکہ، للکارِ علمائے حق حضرت علامہ مفتی محمد اقبال چشتی

امیر جماعت اہلسنت پنجاب

☆ استاذ العلماء حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری

سربراہ ادارہ تعلیمات نبویہ، لاہور

☆ جگر گوشۂ مفتی اعظم پاکستان، علامہ صاحبزادہ غلام مرتضیٰ ہزاروی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

☆ مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا ساجد محمود فراشوی

خطیب اعظم بریڈفورڈ، برطانیہ

☆ ترجمانِ فکر رضا پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد حامد سرفراز قادری

مہتمم دارالعلوم غوثیہ رضویہ رشد الایمان، ڈجکوٹ

☆ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سیّد فدا حسین زنجانی القادری

آستانہ عالیہ چنوں موم، سیالکوٹ

☆ خطیب بے مثال حضرت علامہ پیر سیّد احمد کمال شاہ

خطیب اعظم ہارون آباد

☆ فاضل نوجوان حضرت علامہ مفتی محمد وسیم سیالوی

مہتمم جامعہ نعیمیہ قمر الاسلام، پیرمحل

☆ استاذ العلماء حضرت علامہ قاضی منیر احمد نعمانی

مہتمم دارالعلوم غوثیہ صدیقیہ، کوٹ عبدالمالک

☆ غازیٔ نشتر پارک حضرت علامہ محمد اشرف گورمانی

قائد سنی علماء کونسل سندھ، مہتمم جامعہ ابوبکر گلستان جوہر کراچی

☆ ترجمانِ اہلسنت علامہ مفتی محمد سعید رضوی، سیکرٹری جنرل سنی اتحاد کونسل پنجاب

☆ وکیل اہلسنت رائے صلاح الدین ایوبی کھرل، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

☆ ہمدردِ اہلسنت محترم پروفیسر محبوب عارف، مرے کالج سیالکوٹ

فہرست

تاجدار صداقت، رازدار رسالت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مرادِ رسول، داماد بتول حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

پیشوائے اغنیاء، تاجدار اتقیاء، داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سیدالاولیاء، تاجدارِ ھل اتیٰ، مولائے کائنات

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فضائل اصحابِ رسول

(کتب شیعہ کی روشنی میں)

تقریظ جمیل

مبلغ اسلام، پیر طریقت حضرت علامہ حافظ القاری

پیر محمد عبدالقیوم الفت نوشاہی

خطیب اعظم بریڈفورڈ برطانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ وہ ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو، یعنی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہو اور حالتِ ایمان پر ہی دنیا سے رخصتی حاصل ہو۔

لہٰذا مطلقاً صحابہ کرام کا لفظ جب بولا جائے گا تو وہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہوگا، اسی کے ضمن میں اہل بیت اطہار بھی آئیں گے اور خلفائے راشدین بھی، تاہم بالخصوص خلفائے راشدین اور اہل بیت کے فضائل بھی احادیث رسول میں موجود ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

(رواہ رزین عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

"میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں، جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

و عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ قال وھو أخذ بباب الکعبۃ

سمعت النبی یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلک۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت)

”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، خبردار! بیشک میرے اہل بیت تم میں اس طرح ہیں جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی۔ جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا، اور جو (کفر کی وجہ سے) پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

فکذا من التزم محبتھم و متابعتھم نجا فی الدارین والا فھلک فیھما۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۹۹)

اسی طرح جس نے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑا اور ان کی تابعداری کی وہ دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت میں نجات پا گیا، اور جس نے اہل بیت سے محبت نہ کی اور ان کی تابعداری نہ کی تو وہ دونوں میں ہلاک ہو گیا۔

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

و نعم ما قال الامام فخر الدین الرازی فی تفسیرہ نحن معاشر اھل السنة بحمد اللہ رکبنا سفینة محبة اھل البیت و اھتدینا بنجم ھدی اصحاب النبی فنرجوا النجاة من اھوال القیامة ودرکات الجحیم والھدایة الی مایوجب درجات الجنان والنعیم

المقيم. (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۰۰)

''امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں کیا خوب فرمایا ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت الحمدللہ محبتِ اہلبیت کی کشتی پر سوار ہیں اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ستاروں کی طرح ہیں، ان سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں قیامت کی ہولناکیوں سے نجات حاصل کرنے کی، اور جہنم کے مقامات سے بچنے کی، اور امید رکھتے ہیں جنت کے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کی اور دائمی نعمتوں کے حصول کی۔

و عن عبداللّٰہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم و من اذاھم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰہ و من اللّٰہ فیوشک ان یأخذہ.

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

''عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو موردِ طعن و تشنیع نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے

اللہ تعالٰی کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی اسے گرفت میں لے لے۔"

و عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ احبوا اللہ لما یغذو کم من نعمۃ و احبونی لحب اللہ و احبوا اہل بیتی لحبی.

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی)

" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالٰی سے محبت رکھو کہ اس نے نعمت کا رزق عطا کر رکھا ہے، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

بس ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کی محبت حاصل ہو۔

عقیدۂ اہلسنّت:

واتفق اھل السنۃ افضلھم ابوبکر ثم عمر قال جمھورھم ثم عثمان ثم علی.

"اہلسنّت و جماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور اصحاب علم کا یہ قول ہے کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

چنانچہ ہمارے امام ابو منصور ارشاد فرماتے ہیں:

اصحابنا مجمعون علی ان افضلھم الخلفاء الاربعۃ

علی الترتیب المذکور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بیعة الرضوان و ممن له مزیة اهل العقبتین من انصار و کذلک السابقون الاولون و هم من صلی الی القبلتین.

''امام ابومنصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ خلفائے راشدین کی جو ترتیب خلافت میں پائی گئی ہے وہی ان کے درجات میں بھی ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں وہی سب سے افضل ہیں۔ اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس لحاظ پر دوسرا مرتبہ آپ کا ہے۔ اور تیسرے مرتبہ پر خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، اس لحاظ پر تیسرا مرتبہ آپ کو حاصل ہے۔ اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس لحاظ سے آپ کا درجہ چوتھا ہے۔ پھر عشرہ مبشرہ کو مرتبہ حاصل ہے پھر بدر میں شریک صحابہ کرام کا مقام ہے پھر درجہ غزوہ احد میں شریک حضرات کا ہے پھر بیعت رضوان والوں کا ہے پھر وہ انصار جنہوں نے عقبہ اولیٰ اور ثانیہ پر بیعت کی پھر السابقون الاولون، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

اصحابِ رسول اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت موضوع پر بہت سی کتب ہر دور میں لکھی گئیں اور قیامت تک ان شاء اللہ العزیز لکھی جاتی رہیں گی۔
ہر ایک محقق نے ہمیشہ بڑی عرق ریزی اور محنت سے کام کیا، ہم ان کی محنت و خلوص کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں

اجرِ عظیم سے نوازے۔

اسی سلسلہ کی ایک حسین کڑی یہ عظیم اور عالی شان، تحقیقی، جامع دستاویز ہے جو یقیناً اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہماری نئی نسل کے لیے ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ ہے۔ جس کو ہمارے قابل فخر دوست مفکر اسلام خورشید ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مفتی خادم حسین خورشید الازہری نے بڑی محنت ولگن سے تحریر کیا ہے۔ اتنا بڑا کام اتنے معروف خطیب جو شب روز تبلیغ دین کے لیے سفر میں رہتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ یہ کام ان سے لیا گیا جو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خاص نگاہِ پاک کی برکت ہے۔ اس عظیم کاوش پر ہم ان کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کے لیے بارگاہِ خداوندی میں ملتجی ہیں کہ اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کے صدقے حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کو ہمیشہ عزت و برکت سے نوازے اور آل رسول ﷺ واصحابِ رسول ﷺ کی روحانی برکات سے انہیں اور ان کے خاندان، ادارہ کے تمام ارکان، ان کے معاونین، محبین، مخلصین کو مالا مال فرمائے۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی جملہ کتب کی طرح اس کتاب کو بھی عقیدۂ اہلسنّت کی پختگی اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت کا سبب بنائے۔ امت محمدی ﷺ کو انتشار و افتراق سے محفوظ فرما کر صحابۂ کرام کی محبت، اہلبیت اطہار کی مودّت، اولیائے کاملین کی صحبت، علمائے ربانیین کی قربت نصیب فرمائے۔ تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت سے ہمیشہ بچائے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت جیسی عظیم نعمت سے وابستہ رکھے۔ آمین

خادم علماء و مشائخ اہلسنّت

محمد عبدالقیوم الفت نوشاہی بریڈفورڈ، برطانیہ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا
و مولانا محمّد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔
اما بعد! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اشدّاء علی الکفار
رحماء بینھم۔

کائناتِ ارضی وسماوی کا ہر ذرّہ شاہد و ناطق ہے کہ اس کائنات کی بزرگ و برتر ہستی نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، پھر آپ ﷺ کی محبت و قرابت کا شرف رکھنے والے لوگ ہیں، اور یہی اسلوب و انداز فرمانِ خداوندی ہے۔

محمّدٌ رسول اللّٰہ ۔

جب کلام مطلق اصحاب میں نہیں، اصحاب رسول ﷺ میں ہے تو اصحاب رضی اللہ عنہم سے پیشتر رسول ﷺ پر بحث ہوگی، وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ سے پہلے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر آئے گا، اور ذات پاک حبیب کبریا پیش نظر رہے گی...... ﷺ۔

پھر حضور ﷺ کی ذات بحیثیت محمد بن عبداللہ' مسلمان کے سامنے نہیں ہے۔ مسلمان محمد رسول اللہ کا غلام ہے، ہماری تاریخ گواہ ہے، ہماری جنگ اور "صلح" گواہ ہے کہ کفر' محمد رسول اللہ کے تصور کو برداشت نہیں کرسکتا اور اسلام محمد کو رسول اللہ سے جدا نہیں کرسکتا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنا قلم

توڑ کر توڑ رکھ سکتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ کو محمد بن عبداللہ میں تبدیل نہیں کر سکتے ایک مومنِ کامل کے تصور میں بھی رسول اللہ سے الگ ہو کر محمد کریم نہیں آ سکتے۔ ﷺ

جب اصحاب پر غور و فکر اور بحث و کلام سے پہلے حضور ﷺ کی ذات پاک پیش نظر رہے گی، اور رسول اللہ کی حیثیت سے پیش نظر رہے گی، تو لازمی طور حضور ﷺ کی ذات پاک سے پیشتر خود ذات پاک باری تعالیٰ زیر بحث آئیگی۔

اللہ رب العزت بالاتفاق سبحان ہے' سُبُّوح ہے' قُدُّوس ہے' ہر عیب سے منزہ اور ہر نقص سے پاک ہے۔ حسن ہی حسن اور جمال ہی جمال ہے۔

اس کے رسول بھی لازمی طور پر اخلاق الٰہی و صفات ربانی کے مظہر ہوں گے، چونکہ وہ اللہ کے فرستادہ اور زمین پر اس کے نمائندہ ہیں۔ وہ ذات پاک رب العزت کی دلیل ہیں۔ انوار الٰہی کے آئینہ دار ہیں خلق خدا ان ہی کے وجود اقدس سے وجود باری تعالیٰ کی قائل ہوئی ہے۔ لہٰذا ان کا ہر عیب سے پاک، مقدس، مطہر معصوم، منور سراپا نور ہونا لازمی ہے جو ماحول کو جگمگا دیں اور جن کے انوار حسن و جمال سے پوری دنیا مستنیر ہو۔

نبی کا وجود، وجود واجب الوجود کی دلیل اور رسول کی ذات، ذات پاک رب العزت کا ثبوت تب ہو سکتی ہے۔ جب یہ وجود نہ صرف خود نور ہو بلکہ مصدر انوار ہو۔ جب یہ ذات نہ صرف خود حسن و جمال ہو۔ بلکہ سرچشمہ حسن و جمال اور مخزن و منبع خوبی و کمال ہو، ساری دنیا ان ہی کے نور سے بقعۂ نور اور پوری کائنات ان ہی کے حسن و جمال سے حسین و جمیل!

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی!

اگر رسول کی یہ شان نہیں ہے، وہ نہ سرچشمۂ انوار و مصدر جمالیات

ہے۔ نہ سراپا حسن و کمال! تو وہ وجود باری تعالیٰ کی دلیل اور ہستی رب العزت کا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے؟ نور کی دلیل تو نور ہی ہو سکتا ہے اور حسن کی دلیل حسن!

آفتاب آمد دلیل آفتاب

فلسفۂ عصمت انبیاء علیہم السلام:

ذات پاک رب العزت حسن ہی حسن ہے سراپا حسن! اور جمال ہی جمال ہے۔ سراپا جمال! اور حسن و جمال کی فطرت جلوہ نمائی و جہاں آرائی ہے، حسن و جمال نمود و ظہور کو پسند کرتا ہے اور ہر حسین و جمیل اپنی رعنائی و زیبائی کا مظاہرہ چاہتا ہے۔

آئینہ حسن و زیبائی اور آرائش و رعنائی کا مظہر ہوتا ہے، اس لیے ہر پیکر حسن و جمال کو آئینہ سے پیار ہوتا ہے۔ ہر حسین اپنے آئینہ کو داغ دھبوں سے پاک صاف اور مصفا و مجلا رکھتا ہے، کیونکہ اسی آئینہ میں اس کا حسن و جمال جھلکتا ہے، محبوب گلعذار کو آئینہ سے پیار کیا! دراصل اپنے آپ سے پیار ہوتا ہے، اپنے رخسار پر انوار اور گیسوئے تاب دار سے پیار ہوتا ہے، اپنی بیمار آنکھوں، اپنے شیریں لبوں اور اپنے خدوخال سے پیار ہوتا ہے، کیونکہ آئینہ عکس پذیر روئے جمیل اور امین حسن و جمال ہوتا ہے، اس کے اندر اپنے حسن کی نمود اور اپنے جمال کی جھلک ہوتی ہے اس لیے اس سے پیار ہوتا ہے، اتنا پیار! جتنا پیار اپنے آپ سے ہوتا ہے!

نبوت آئینۂ توحید ہے اور سیرت و کردار رسالت آئینہ دار، احدیت! مثل و مثال اور شکل و صورت سے منزہ اور پاک خدا جس کو بھی نظر آیا ہے، رخسار نبوت پر نظر آیا ہے اَن دیکھے خدا کو جس نے بھی دیکھا ہے آئینہ رسالت ہی میں دیکھا

ہے۔ نبی خدا کا آئینہ ہوتا ہے، جس کی حیات طیبہ کا لمحہ لمحہ خدا کی ہستی اور باری تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے۔ اس لیے محبوب یکتا حسن ازل کو اپنے انبیاء و رسل سے پیار ہوتا ہے۔ بے حد پیار اور وہ اپنے "ان آئینوں" کو خوب پاک و صاف۔ ہر میل کچیل اور ہر آلودگی سے وراء الوراء اور ہر قسم کے داغ دھبوں سے مبرا اور معرا رکھتا ہے۔ اور انوار و تجلیات سے منور و مجلّٰی اور ظاہری و معنوی محاسن و جمالات اور فضائل و کمالات سے مزین و معمور کر دیتا ہے۔

قدرت اپنے ہاتھوں سے حسن نبوت کو نکھارتی اور جمال رسالت کو سنوارتی ہے۔ نبی قدرت کی صناعی و تخلیق کا شاہکار ہوتا ہے۔ فطرت اپنا سارا زور اس کی تزئین و آرائش اور اس کی تحسین و زیبائش پر لگا دیتی ہے، اس لیے کارخانہ قدرت میں نبی اور رسول کا نظیر و مثیل نظر نہیں آتا۔

☆ آپ سب جمیلوں سے جمیل، آپ سب حسینوں سے حسین یا رحمۃ للعالمین

☆ آپ وہ ہیں کہ جس کی مثل فطرت کے تصور میں نہیں یا رحمۃ للعالمین

فی الحقیقت رسول کریم ﷺ خالق کائنات کی صفت تخلیق کا شاہکار ہیں اور پوری کائنات بلکہ عالم تصورات میں بھی حضور ﷺ کی مثال محال ہے۔

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

تقدس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:

جس طرح رسول فطرت کا شاہکار اور انوارِ الٰہی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح یارانِ رسول، رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا شاہکار ہوتے ہیں اور کمالاتِ نبوت کے آئینہ دار!

خالق نے اگر ہستی سرور ﷺ کو سنوارا
اصحاب کے دل ساقی کوثر نے سنوارے

قدرت خود زلف رسول ﷺ میں شانہ کرتی ہے۔ عارض نبی پر غازہ ملتی ہے۔ حسن نبی کو نکھارتی اور جمال حبیب ﷺ کو سنوارتی ہے۔ کیونکہ جمال حبیب میں کمال محبت جھلکتا اور آئینہ رسالت میں حسن ازل چمکتا ہے۔ اسی طرح رسالت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بناتی سنوارتی ہے۔ ان کے قلوب ونفوس کا تزکیہ و تصفیہ کرتی ہے۔ ان کے قالب و وجود کو منور و مجلّی کرتی ہے اور ان کی تحسین و تجمیل کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ انہیں کی سیرت و کردار سے حسن نبوت آشکار ہوتا ہے، اور جمال رسالت نمودار! انہیں کے آئینہ زندگی میں نبی ﷺ کی شانِ تنویر و تاثیر جھلکتی ہے اور دنیا اصحابِ رسول ﷺ کے حالات ہی سے رسول ﷺ کے فیوض و کمالات کا اندازہ کرتی ہے۔

جس طرح نبی اللہ کی دلیل اور رسول وجود باری تعالیٰ کا مظہر ہے اور ان کا منور و مقدس اور معصوم و مطہر ہونا لازمی ہے، اسی طرح اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم رسول ﷺ کی رسالت و صداقت کی دلیل اور یاران نبی' نبی ﷺ کی نبوت کا ثبوت ہیں لہٰذا ان کا حسن و کمال اور نور جمال بھی مسلم ہے۔

اللہ کریم بے عیب ہے پاک ہے، لہٰذا اس کے رسول کریم ﷺ بے عیب پاک' معصوم و مقدس ہیں اور رسول کریم ﷺ معصوم و مقدس ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے جمیع اصحاب رضی اللہ عنہم عدول و مطہر ہیں ان کی عظمت و بزرگی، عدالت و طہارت اور ان کے حسن و جمال میں ذرہ بھر تامل نہیں ہوسکتا، حضور کریم ﷺ سراج منیر ہیں تو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منور چاند تارے ہیں، رضی اللہ عنہم!

شوقی اثر ماہِ رسالت ہیں صحابہ
ہیں باعثِ تنویر یہ پُر نور ستارے!

صحابی کی تعریف:

صحابی کے لغوی معنی ساتھی کے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات پاک میں آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی صحبت اختیار کی بایں طور آپ ﷺ کو دیکھا یا آپ کی گفتگو سنی یا آپ کے ساتھ سفر یا حضر کی کسی مجلس میں رہا ہو خوہ یہ صحبت ایک لحظہ کی ہو اور وہ شخص ایمان پر ہی تا دم مرگ قائم رہا حتیٰ کہ حالت ایمان میں اس کو موت آئی اسے صحابی کہتے ہیں۔

اصحابِ رسول ﷺ کے بارے میں عقیدۂ اہلسنّت:

تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، پھر بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر حضرات حسنین کریمین، پھر اہل بدر واُحد، پھر بیعت رضوان والے، پھر بیعت عقبہ والے اور پھر سابقین الاولین یعنی وہ صحابہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی، عادل اور جنتی ہیں اور ان کا ذکر، خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتوقیر واجب ہے اور کسی بھی صحابی کے ساتھ برا عقیدہ رکھنا بد مذہبی وگمراہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیونکہ قرآن واحادیث میں جابجا صحابہ کرام کے عادل ومتقی ہونے کی اور فسق سے محفوظ ہونے کی گواہی موجود ہے۔

دنیا کے تمام اولیاء، ابدال، اغواث اور اقطاب بھی جمع ہوجائیں تو کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

اصحاب رسول ﷺ
قرآن مجید کی روشنی میں

ملاحظہ فرمائیں آیات قرآنی کی روشنی میں اصحاب رسول ﷺ کا مقام

اللہ تعالیٰ اصحابِ رسول سے راضی، وہ اللہ پر راضی

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(التوبہ:۱۰۰)

"اور سب سے آگے آگے، سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے، راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات، بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے ان صحابہ کی شان بیان فرمائی جنہوں نے اس وقت رسول کریم ﷺ کی دعوتِ حق قبول کی جبکہ اس دعوت کو قبول کرنا

بیشمار مصائب و تکالیف کو دعوت دینا تھا۔ اخلاص و استقلال کے ان پیکروں نے محض رضائے الٰہی کے لیے اپنے گھربار چھوڑے، اپنے خونی رشتوں کو فراموش کیا اور حق کی سر بلندی کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ رب کریم نے ان نفوس قدسیہ اور ان کے متبعین کو بھی یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمادیا، انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور اسے بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ " وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ "(ان کے پیروکاروں) سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان و طاعت و نیکی میں انصار مہاجرین صحابہ کرام کی راہ چلیں۔
(خزائن العرفان، زیر آیت مذکورہ)

اللہ اصحابِ رسول ﷺ سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ o

(الحدید:۱۰)

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے البتہ ان صحابہ کرام کو دیگر صحابہ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور اس کی راہ میں

جہاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان نفوس قدسیہ میں بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑنے پر اصحابِ رسول دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کے مستحق:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(النحل:۴۱)

"اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھربار چھوڑے مظلوم ہوکر، ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے، (کاش!) کسی طرح لوگ جانتے۔"

اصحابِ رسول ہی سچے ایمان والے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

(الانفال:۷۴)

"اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔"

ان آیاتِ کریمہ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی شان بیان ہوئی۔ رب تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ ان کے لیے دنیا میں بھی عزت و بلند مقام ہے اور

آخرت میں بھی ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ آخر الذکر آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہاجرین و انصار تمام صحابہ علیہم الرضوان سچے مومن اور متقی ہیں۔ غور فرمایئے کہ جن نفوس قدسیہ کے سچے مومن ہونے کی رب تعالیٰ گواہی دے اور جن کی لغزشوں کی مغفرت کی سند مالک الملک عطا کرے، ان کے ایمان و اعمال پر کسی کو تنقید کا حق کیونکر دیا جا سکتا ہے؟

اصحابِ رسول ہی سچے ہیں:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○

(الحشر:۸)

"(مالِ غنیمت) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔"

اس آیت مقدسہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام جنہوں نے ہجرت کی، وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی کے طالب ہیں، دین اسلام کے مددگار ہیں اور دین میں سچے ہیں۔ ایسے جلیل القدر مقدّس نفوس کے صادق و صدیق ہونے میں شک کرنا یا ان کی عظمت کا انکار کرنا درحقیقت قرآنِ عظیم کے انکار کے مترادف ہے۔

اصحابِ رسول کے دل کینہ سے پاک ہیں:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ

لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

(الحشر:۱۰)

"اور وہ جو ان (مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔"

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں کسی صحابی کی طرف بغض یا کدورت ہو اور وہ ان کے لیے دعائے رحمت واستغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں بیان فرمائی گئی گئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لوگوں کو حکم تو یہ دیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کریں اور کرتے یہ ہیں کہ گالیاں دیتے ہیں۔"

(خزائن العرفان)

اصحابِ رسول توبہ والے، عبادت والے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ o

(التوبۃ:۱۱۲)

"توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے ، اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔"

بارگاہِ خداوند قدوس میں درجاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ o الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ o

(الانفال:۲تا۴)

"ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے، ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ اور وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔"

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں جو صفات بیان ہوئیں وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہیں اس لیے قرآن عظیم کی گواہی سے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سچے مومن ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور بلند درجے ہیں۔

اللہ نے اصحابِ رسول کے لیے بہشت تیار کر رکھی ہے:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(التوبۃ:۸۸،۸۹)

"لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملنی ہے۔"

اصحابِ رسول کو اللہ خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور رضا کی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

(التوبہ ۲۰ تا ۲۲)

"وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو

پہنچے۔ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔"

سرکار دوعالم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو ان صفات سے کامل طور پر متصف تھے، ان کے جنتی ہونے کے متعلق قرآن عظیم کی یہ آیات گواہ ہیں۔ رب کریم جو ہر شخص کا ماضی، حال اور مستقبل خوب جاننے والا ہے، اس علام الغیوب نے جن نفوس قدسیہ کے متعلق رحمت، رضا، جنت اور کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے، ان میں سے کسی ایک کے بھی ایمان یا تقویٰ کا انکار ان آیات قرآنی کا انکار ہے۔

اصحاب رسول ہی ایمان میں کامل اور سچے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاۤءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ.

(الحدید: ۱۹)

"اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے، اور اوروں (یعنی دوسروں) پر گواہ ہیں اپنے رب کے ہاں، ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام کی شان بیان ہوئی کہ وہ صدیقیت کے مقام پر فائز ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرتے تھے۔ اور رب کریم کا حکم ہے، كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے صدیق کا ایک خاص معنی بیان کیا ہے وہ یہ کہ

جن حضرات نے اسلام لانے میں سبقت کی اولاً وہ مقامِ صدیقیت پر فائز ہوئے۔ جن میں حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت زید، حضرت سعد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کی نیت کی صداقت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مقامِ صدیقیت پر فائز کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز ملا کہ وہ صدیقیت کے مقام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل ہیں۔
(تفسیر بغوی، تفسیر مظہری)

اصحابِ رسول ہی سچے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

(الحجرات: ۱۵)

"ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔"

یہ تمام صفات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں موجود تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سچے ہونے کی گواہی دی۔

اصحابِ رسول ہی راہِ ہدایت پر ہیں:

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الرّٰشِدُوْنَ ٥ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥

(الحجرات:۷،۸)

"لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو پسند کیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی، ایسے ہی لوگ راہ (ہدایت) پر ہیں۔ (ان پر) اللہ کا فضل اور احسان، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کفر و فسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما کر انہیں راہ حق پر ثابت قدم بنادیا ہے۔ ان کے دل ایمان اور تقویٰ سے مزین اور معمور ہیں لہٰذا ان میں کوئی بھی فاسق نہیں۔

متعدد آیات پہلے بیان ہوئیں جن میں رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیے اگر بالفرض کسی صحابی سے کوئی اجتہادی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو اسے توبہ کی توفیق ضرور نصیب ہوئی ہے۔

بیشک اصحاب رسول کو اللہ نے معاف فرمادیا ہے:

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

(آل عمران:۱۵۲)

"اور بیشک اس نے تمہیں معاف کردیا، اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔"

اصحاب رسول کے لیے اللہ کے ہاں معافی کا اعلان:

وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥ (آل

عمران:155)

''اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔''

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ احد کی جنگ میں جن مومنوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی معافی ہوگئی اب جو ان کے اس واقعہ کو ان کی توہین کی نیت سے بیان کرے وہ بے ایمان ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھالینا معاف ہو چکا، اب جو ان پر طعن کرے وہ کافر ہے۔ بلکہ جس قصور کی معافی کا رب اعلان فرمادے وہ ہماری طاعتوں سے بہتر ہے کہ جن کی قبولیت کا کوئی یقین نہیں۔

(تفسیر نور العرفان)

اصحابِ رسول قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے آئیڈیل ہیں:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

(البقرہ:۱۳)

''اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں، کیا ہم ان احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، خبردار! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔''

اصحابِ رسول جیسا ایمان ہی ہدایت کا ذریعہ ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا. (البقرہ:۱۳۷)

''پھر اگر وہ بھی یوں ایمان لائے (اے صحابہ!) جیسا تم لائے،

جب تو وہ ہدایت پا گئے۔"

ان آیات مبارکہ میں صحابہ کرام کو ایمان کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مومن وہی ہے جس کا ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ہو۔

اصحاب رسول بہتر ہیں ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.

(ال عمران:۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس آیت کریمہ کے اولین مصداق اور مخاطب صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو ان صفات کے کامل مظہر تھے۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صفات کی گواہی دیکر ان کی عظمت بیان کی۔

اصحاب رسول کافروں پر سخت آپس میں نرم دل ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ

شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥

(الفتح:۲۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے ، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی ، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں ، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا۔''

اس آیت کریمہ میں اصحاب رسول علیہم الرضوان کی صفات بیان ہوئیں کہ وہ آپس میں مہربان و نرم دل ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان کی صفات توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی راہ حق پر استقامت اور باہم خلوص و محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ تو خوش ہوتے ہیں مگر کافروں کے دل جلنے کڑھنے لگتے ہیں۔

اصحابِ رسول کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔

(الفتح:۱۰)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) ہے۔"

اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو نبی کریم ﷺ نے کم و بیش چودہ سو صحابہ سے حدیبیہ میں لی تھی۔ شمع رسالت کے ان پروانوں کو یہ اعزاز ملا کہ قرآن کریم نے ان کی بیعت کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت قرار دیا۔

اصحابِ رسول سے اللہ راضی ہوگیا جب وہ بیعت کررہے تھے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ؁

(الفتح:۱۸)

"بیشک اللہ راضی ہوا، ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

اصحابِ رسول کے دلوں میں اللہ نے اطمینان اتارا:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا

اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ۔

(الفتح:۴)

"وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔"

اصحابِ رسول کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَہُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَ کَانُوْا اَحَقَّ بِہَا وَ اَہْلَہَا۔

(الفتح:۲۶)

"تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا، اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو اطمینان وسکون کی دولت سے مالا مال کیا اور ان کے لیے کلمۃ التقویٰ لازم فرمایا۔ مفسرین کے نزدیک کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۂ توحید ہے جو ہر تقویٰ کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ نعمتیں علیم وحکیم رب نے صحابہ کرام کو بے سبب نہیں عطا کیں بلکہ وہ علام الغیوب گواہی دے رہا ہے کہ صحابہ کرام ان نعمتوں کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ انصاف سے کہیے کہ جن کے ایمان وتقویٰ کے اور انعامات الٰہیہ کے مستحق واہل ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے، ان کے متعلق بدگمانی کرنا یا ان پر تنقید کرنا کیا کسی مومن کو زیب دیتا ہے؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں، "رافضی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر ومنافق تھے۔ اس آیت "لقد رضی اللہ" سے

روافض کے قول کا لغو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوا: وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی صحابہ کرام کے دلوں میں جو ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مخفی ہے، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔"

اصحابِ رسول پر اللہ کا سلام:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

(النمل:۵۹)

"تم کہو، سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔"

(کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان برگزیدہ بندوں سے مراد رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، یہی سدی، حسن بصری، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر ائمہ کا قول ہے۔

(تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج۱:۲۰۶)

ابو بکر ھمیشہ کعبہ محمد در طوف او
عثمان آنجا زم زم، علی حج اکبر است
مسند مبر منزر دا تا گنج بخش

اصحاب رسول ﷺ
احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو ان کے بعد ہوں گے (یعنی صحابہ):

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ یقول : قال رسول اللہ ﷺ : خیر امتی قرنی ، ثم الذین یلونهم ، ثم الذین یلونهم ، قال عمران : فلا أدری أذکر بعد قرنه قرنین أو ثلاثا ثم ان بعدکم قوما یشهدون ولا یستشهدون و یخونون و لا یؤتمنون و ینذرون ولا یوفون یظهر فیهم السمن .

(صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ، رقم الحدیث: ۳۴۵)
(شرح معانی الآثار، ۴/ ۱۵۱۔ طیالسی فی المسند، ۱/۱۱۳، رقم الحدیث: ۸۴۱)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا۔ (پھر فرمایا:) پھر تمہارے بعد ایسی قوم آئے گی کہ وہ گواہی دیں گے

حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے
حالانکہ وہ امین نہیں بنائے جائیں گے۔ وہ نذریں مانیں گے اور ان
کو پورا نہیں کریں گے اور ان پر چربی چڑھی ہوگی۔"

اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے صحابی کو دیکھا:

عن جابر عن النبی ﷺ قال: لا تمس النار مسلما
رآنی أو رآی من رآنی.

(جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رای النبی ﷺ۔ رقم الحدیث: ۳۸۵۸)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں
کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں
چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے
صحابی) کو دیکھا۔"

تم اس وقت تک خیر میں رہو گے جب تک تم میں وہ باقی ہے جس نے مجھے دیکھا:

عن واثلة بن الاشقع قال: قال رسول الله ﷺ:
لاتزالون بخير مادام فيكم من رآني وصاحبني، والله،
لاتزالون بخير ما دام فيكم من رأى من رأني و
صاحب من صاحبني.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ۶/ ۴۰۵، رقم الحدیث: ۳۲۴۱۷)

"حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم

ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم تم اس وقت تک خیر میں رہو گے جب تک تم میں وہ باقی ہے جس نے مجھے (حالت ایمان میں) دیکھا اور میری صحبت اختیار کی (پھر فرمایا) خدا کی قسم تم اس وقت تک خیر میں رہو گے جب تک تم میں وہ باقی ہے جس نے اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا اور اس کی صحبت اختیار کی جس نے میری صحبت کو اختیار کیا۔"

میرے صحابہ امت کے لیے بچاؤ ہیں:

عن ابی بردة عن ابیه قال: صلینا المغرب مع رسول الله ﷺ، ثم قلنا: لو جلسنا حتی نصلی معه العشاء قال: فجلسنا فخرج علینا فقال: ما زلتم ههنا؟ قلنا یا رسول الله صلینا معک المغرب، ثم قلنا: نجلس حتی نصلی معک العشاء قال: أحسنتم او اصبتم قال: فرفع رأسه الی السماء و کان. کثیرا مما یرفع رأسه الی السماء فقال: النجوم أمنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد، و أنا أمنة لاصحابی فاذا ذهبت انا اتی أصحابی ما یوعدون، و أصحابی أمنة لامتی، فاذا ذهب أصحابی أتی أمتی ما یوعدون.

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه،
باب بیان ان بقاء النبی امان لاصحابه و بقاء اصحابه امان للامة، ۴/۱۹۶۱)

"حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھی پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم یہیں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء بھی آپ کے ساتھ پڑھیں (تو یہ بہتر ہوگا) وہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے رہے پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہاں سے گئے نہیں تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ، ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم یہیں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا یا فرمایا: ٹھیک کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر چہرہ اقدس آسمان کی طرف اٹھاتے تھے پھر فرمایا: تارے آسمان کے لیے بچاؤ ہیں اور جب تارے ختم ہو جائیں گے تو جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ (یعنی قیامت) آسمان پر آجائے گی اور میں اپنے صحابہ کے لیے ڈھال ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر بھی وہ وقت آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے بچاؤ ہیں اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔"

میرا صحابی کسی زمین پر فوت ہوگا تو قیامت کے دن ان کے لیے نور ہوگا:

عن عبداللّٰہ بن بریدة، عن ابیہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ما من احد من اصحابی یموت بارض

الابعث قائدا و نورا لهم يوم القيامة.

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث: ۳۸۶۵)

''حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو صحابی کسی زمین پر فوت ہوگا تو قیامت کے دن ان کے لیے نور اور رہنما بن کر اٹھے گا۔''

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی:

عن علی بن ابی طالب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاتقوم الساعة حتی یلتمس رجل من اصحابی کما تلتمس او تبتغی الضالة فلا توجد.

(مسند احمد بن حنبل)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی آدمی کو اس طرح ڈھونڈا جائے گا جس طرح گمشدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں ملتی۔''

اے میرے صحابہ تم لوگوں میں ایسے ہو جیسے کھانے میں نمک:

عن الحسن قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابه انتم فی الناس کالملح فی الطعام، قال: ثم قال الحسن: ولا یطیب الطعام الا بالملح، ثم یقول الحسن: کیف بقوم ذهب ملحهم.

(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶/۴۰۴، رقم الحدیث: ۳۲۴۰۵)

"حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: تم لوگوں میں ایسے ہو جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نمک کے بغیر کھانا اچھا نہیں ہوتا پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس قوم کا کیا حال ہوگا جس کا نمک ہی چلا گیا۔"

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ:

عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: اذا ذکر اصحابی فامسکوا، و اذا ذکرت النجوم فامسکوا، و اذا ذکر القدر فامسکوا.(رواہ الطبرانی)

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اور جب قدر کا ذکر کیا جائے تو بھی خاموش ہو جاؤ۔"

صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے بڑا تھا:

عن قتادة قال: سئل ابن عمر هل كون اصحاب رسول الله ﷺ يضحكون؟ قال: نعم والايمان فی قلوبهم اعظم من الجبال.

وفی رواية: عن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: احفظونی فی اصحابی، فانهم خيار امتی.

(المعجم الکبیر،۲/۹۶، رقم الحدیث: ۱۴۲۷۔ مسند الشہاب،۱/ ۴۱۸، رقم الحدیث: ۷۲)

"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا صحابہ کرام ہنستے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا۔"

صحابی کی برکت سے فتح حاصل ہوگی:

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: یاتی علی الناس زمان یغزون فیقال: هل فیکم من صحب الرسول ﷺ ؟ فیقولون: نعم، فیفتح لهم ثم یغزون فیقال لهم: هل فیکم من صحب من صحب الرسول فیقولون : نعم فیفتح لهم.

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۹۹)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جنگ کریں گے تو انہیں کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ جہاد کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحبت اختیار کر رکھی ہو؟ وہ کہیں گے جی ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔"

اے محمد ﷺ! آپ کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ : سألت ربی فیما اختلف فیہ اصحابی من بعدی، فاوحی الی : یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اضوء من بعض، فمن اخذ بشیء مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی.

(مسند الفردوس، ۲/۳۱۰، رقم الحدیث: ۳۳۰۰)

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو مجھ پر وحی کی گئی: اے محمد! آپ کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض بعض سے قوت میں افضل ہیں اور ہر ایک کو روشنی حاصل ہے پس جس نے ان کے اختلاف میں سے جس پر وہ ہیں کچھ لے لیا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔“

میرے صحابہ کو برا مت کہو:

عن ابی سعید الخدری قال: قال النبی ﷺ : لا تسبوا اصحابی . فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم، ولا نصیفہ.

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۴۷۰۔ جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۶۱)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو برا مت کہو پس اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو:

عن عبداللّٰه بن مغفل، قال: قال رسول الله ﷺ: اللّٰه اللّٰه في اصحابي، لا تتخذوهم غرضا بعدي، فمن احبهم فبحبي احبهم، و من ابغضهم فببغضي ابغضهم، و من آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك ان ياخذه.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۶۲۔ مسند احمد بن حنبل ۴/ ۸۷)

"حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اس کی گرفت ہوئی۔"

جب صحابہ کو بُرا کہنے والے کو دیکھو تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو:

عن ابن عمر ، قال: قال رسول اللہ ﷺ : اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا : لعنة اللہ علی شرکم .

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۶۶)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہتے ہیں تو تم کہو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر کی وجہ سے۔"

جس نے میرے صحابی کو گالی دی تو اس پر خدا کی لعنت ہو:

عن عطاء یعنی: بن ابی رباح قال: قال رسول اللہ ﷺ : من حفظنی فی اصحابی کنت له یوم القیامة حافظا و من سبّ اصحابی فعلیه لعنة اللہ .

(مسند احمد بن حنبل، ۱/۵۴، رقم الحدیث: ۱۰)

"حضرت عطا بن ابو رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ کی میری وجہ سے حفاظت اور عزت کی تو قیامت کے دن میں اس کا محافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔"

اے پہاڑ ٹھہر جا! کیونکہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے سوا کوئی نہیں ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ كان على حراء هو ابوبكر و عمر و عثمان و علی و طلحة و الزبير فتحركت الصخرة. فقال النبی ﷺ : البت، فما عليك الا نبی او صديق او شهيد.

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۱۷۔ جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۹۶)
(سنن نسائی، رقم الحدیث: ۸۲۰۷۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۹۸۳)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ حرا پہاڑ پر تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم تھے اتنے میں پہاڑ لرزاں ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جا! کیونکہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔"

صحابی کا ایک لمحہ جو حضور کی صحبت میں گزرا تمہاری ساری زندگی کے اعمال سے بہتر ہے:

عن نسير بن ذعلوق، قال: كان ابن عمر يقول : لا تسبوا اصحاب محمد ﷺ فلمقام احدهم ساعة، خير من عمل احدكم عمره .

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۳۲۴۱۵)

"نسیر بن ذعلوق روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

فرمایا کرتے تھے: حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو برا مت کہو، کیونکہ ان کا حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں گزرا ہوا ایک لمحہ تمہاری زندگی بھر کے (اعمال) سے بہتر ہے۔"

میرے صحابہ کا اختلاف بھی تمہارے لیے رحمت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول الله ﷺ : مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لاحد في تركه فان لم يكن في كتاب الله فسنة مني ماجية فان لم يكن سنتي فما قال اصحابي ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء فايما اخذتم به اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة . (رواه البيهقي)

(سنن الکبری، رقم الحدیث:۱۵۲۔ مسند الفردوس، ۴/۱۶۰، رقم الحدیث:۶۴۹۷)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی تمہیں کتاب اللہ کا حکم دیا جائے تو اس پر عمل لازم ہے، اس پر عمل نہ کرنے پر کسی کا عذر قابل قبول نہیں، اگر وہ (مسئلہ) کتاب میں نہ ہو تو میری سنت میں اسے تلاش کرو جو تم میں موجود ہو اور اگر میری سنت سے بھی نہ ہو تو (اس مسئلہ کا حل) میرے صحابہ کے اقوال کے مطابق (تلاش) کرو فرمایا: میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے آسمان پر ستارے، ان میں سے جس کا دامن پکڑلو گے ہدایت پاجاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف (بھی) تمہارے لیے رحمت ہے۔"

تاجدارِ صداقت، راز دارِ رسالت

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اللہ نے آسمانوں سے نازل فرمایا ہے:

عن ابی یحیی سمع علیا یحلف: لانزل اللّٰہ اسم ابی بکر رضی اللہ عنہ من السماء صدیقا .(رواہ الحاکم)

”حضرت ابو یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ”صدیق“ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا۔“

(اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔)

قرآن مجید کے حوالے سے سب سے زیادہ اجر پانے والے ابوبکر ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال: ان اعظم اجرا فی المصاحف ابوبکر الصدیق کان اول من جمع القرآن بین اللوحین.

(مستدرک حاکم، ۳/ ۶۵، رقم الحدیث: ۴۴۰۵)

”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: قرآن

کے حوالے سے سب سے زیادہ اجر پانے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو دو جلدوں میں جمع کیا۔"

اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو کنت متخذا من امتی خلیلا، لا تخذت ابابکر، ولکن اخی و صاحبی۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۶۵۶، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۸۳)
(مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۴۳۷، رقم الحدیث: ۴۱۶۱)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔"

ابوبکر سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں:

عن ابن عباس خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ عاصبا راسہ فی خرقۃ فقعد علی المنبر فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال : انہ لیس احد امن علی فی نفسہ و مالہ من ابی بکر ابن ابی قحافۃ۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۵۵۔ سنن نسائی، رقم الحدیث: ۸۱۰)
(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۲۴۳۲۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۸۶)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وصال میں (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے اپنا سر انور کپڑے سے لپیٹا ہوا تھا۔ پس آپ ﷺ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: اپنی جان و مال (قربان کرنے) کے اعتبار سے ابوبکر ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں۔"

اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا:

عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: رحم اللہ ابابکر، زوجنی ابنته، و حملنی الی دار الهجرة، واعتق بلالا من ماله.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث:۳۷۱۴۔ مسند ابویعلی، رقم الحدیث:۵۵۰)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، مجھے اٹھا کر دار الہجرت (مدینہ) لے گئے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا۔"

اے ابوبکر! اللہ آپ سے راضی ہو آپ نے اپنے بعد ہر آنے والے کو مشکل میں ڈال دیا ہے:

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ قال: لما احتضر ابوبکر رضی اللہ عنہ قال: یا عائشة! انظری اللقحة التی کنا نشرب من لبنها والجفنة التی نصطبخ فیها والقطیفة التی کنا نلبسها فانا کنا ننتفع بذالکی حین کنا فی امر

المسلمين، فاذا مت فاردديه الى عمر فلما مات ابوبکر رضی اللہ عنہ ارسلت به الى عمر رضی اللہ عنہ فقال عمر رضی اللہ عنہ: رضى الله عنك يا ابا بكر لقد اتعبت من جاء بعدک.

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۸۔ مجمع الزوائد، ۲۳۱/۵)

"حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ دودھ دینے والی اونٹنی دیکھ لو جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ بڑا برتن جس میں ہم کھانا پکاتے تھے اور یہ کمبل چادر جسے ہم اوڑھتے تھے، ہم ان چیزوں سے نفع حاصل کرنے کے مجاز تھے جب تک ہم مسلمانوں کے امور میں مصروف رہتے تھے۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوٹا دینا۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھجوادیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو، آپ نے اپنے بعد ہر آنے والے کو تھکا دیا ہے (مشکل میں ڈال دیا ہے)۔"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی امامت:

صلى ابوبكر الصديق على فاطمة بن رسول الله ﷺ فكبر عليها اربعا.

(طبقات کبریٰ، ۲۹/۸)

"رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔"

امام مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے، وہ اپنے والد سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے، وہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها ابوبكر و عمر و عثمان والزبير و عبد الرحمن بن عوف فلما وضعت ليصلى عليها قال على رضی اللہ عنہ: تقدم يا ابابكر قال: و انت شاهد يا ابا الحسن؟ قال: نعم تقدم فوالله لا يصلى عليها غيرك فصلى عليها ابوبكر رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين و دفنت ليلا.

"سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا۔ وصال کی خبر سنتے ہی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پہنچ گئے۔ جب نماز کے لیے جنازہ لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر! نماز جنازہ آپ پڑھائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی موجودگی میں؟ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، آگے بڑھیے، بخدا! آپ کے علاوہ کوئی اور نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور رات ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔"

حضور ﷺ کے بعد امت میں سب سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں:

عن علی انه قال: خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر رضی اللہ عنہ

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث:۸۷۹۔ المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۹۹۲)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے بعد اس امت میں سے بہتر ابوبکر ہیں۔“

بلاشبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں:

قال علی والزبیر رضی اللہ عنہما قال: انا نری ابابکر احق الناس بها بعد رسول الله ﷺ انه لصاحب الغار و ثانی اثنین و انا لنعلم بشرفه و خیره، و لقد امره رسول الله بالصلاة بالناس و هو حی.

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث:۴۴۲۲۔ السنن الکبری، ۱۵۲/۸)

”حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت ابوبکر خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے غار کے ساتھی ہیں۔ آپ ثانی اثنین (یار غار) ہیں اور ہم آپ کے شرف کو اور آپ کے خیر ہونے کو جانتے ہیں۔ بیشک آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں نماز کی امامت کا حکم دیا تھا۔“

ہم قیامت کے روز اسی طرح اٹھائیں جائیں گے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ خرج ذات یوم و دخل المسجد و ابوبکر و عمر احدهما عن یمینه

والاخر عن شماله وهو آخذ بايديهما ، و قال : هكذا نبعث يوم القيامة.

(سنن ترمذی، رقم الحدیث:۳۶۶۹۔سنن ابن ماجہ، الرقم:۹۹)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، ایک آپ ﷺ کی دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔''

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میرے حبیب ہیں:

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر اعتراض کیا کہ آپ اکثر خطبہ میں یہ فرماتے ہیں:

اللھم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين.

''اے اللہ ! جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی، ہماری بھی ویسی ہی اصلاح فرمادے۔''

پوچھا گیا، خلفاء راشدین سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟ یہ سنتے ہی آپ کے آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا:

هما حبيباى ابوبكر و عمر اماما الهدى و شيخا

الاسلام و رجلا قریش و المقتدیٰ بعد رسول اللّٰہ ﷺ ..... الخ

" ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں میرے حبیب ہیں، ہدایت کے امام، شیخ الاسلام، قریش کے نہایت معزز فرد اور رسول اللہ ﷺ کے بعد قابل اقتداء ہیں۔ ان دونوں کی اقتداء و اتباع کرنے والا محفوظ و معصوں اور صراط مستقیم پر گامزن رہے گا اور ان (کی تعلیمات) کو مضبوطی سے تھامنے والا حزب اللہ میں سے ہوگا۔"

(نور الابصار ص ۸۱)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ گرم کر کے ان کے درد والی جگہ پر پھیرتے رہے:

کثیر النواء حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

اخذت ابابکر الخاصرة فجعل علی کرم اللہ وجهه یسخن یده فیکون بها خاصرة ابی بکر. (درمنثور)

" ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں درد تھا، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ آگ سے گرم کر کے اس پر پھیرتے رہے اور اسے سینکتے رہے۔"

خلیفہ رسول ہمیں اپنی جدائی کا صدمہ نہ پہنچانا:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب اسلام کا وہ لشکر جرار، جسے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خود حضور ﷺ نے تیار فرمایا تھا، مدینہ منورہ

سے کوچ کرنے لگا، تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی بنفس نفیس اس میں شریک ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت منت سماجت کی کہ ان نازک ترین حالات میں مدینہ منورہ سے آپ کی روانگی ہرگز مناسب نہیں، مگر آپ پیچھے نہ ہٹے اور تلوار لہراتے ہوئے لشکر اسلامی کے ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ وادی القصہ میں آ پہنچے، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اخذ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بزمامها، قال الی این یا خلیفة رسول اللّٰہ؟ اقول لک ما قال رسول اللّٰہ یوم احد لم سیفک و لا تفجعنا بنفسک و ارجع الی المدینة فواللّٰہ لئن اصبنا بک لایکون للاسلام بعدک نظام ابدا.

(البدایہ والنہایہ ج۶ ص ۵۱۳)

"اس مرحلے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سواری کی مہار تھام لی اور (نہایت عقیدت ومحبت کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے) کہا:

اے خلیفہ رسول! کدھر تشریف لیے جا رہے ہیں؟ آج میں آپ کو وہی بات یاد دلاتا ہوں، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر فرمائی تھی، اپنی تلوار میان میں ڈال لیں، ہمیں اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ پہنچائیں، بلکہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے جائیے۔ اللہ کی قسم اگر آپ کو کچھ ہو گیا اور آپ کی دائمی مفارقت کا صدمہ پہنچا تو پھر (ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا) نظام اسلام

کبھی درست نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو روانہ فرما دیا اور خود (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر) مدینہ منورہ واپس آ گئے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ میں باہمی محبت

رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چھ روز بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ کی قبر انور پر حاضری کا ارادہ کیا تو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا:

تقدم یا خلیفة رسول الله.

"اے خلیفہ رسول! پہلے آپ آگے بڑھیے۔"

سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا:

ما کنت لاتقدم رجلا سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول :

عليّ منّي كمنزلتي من ربي.

میں ایسے شخص سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے نزدیک علی (رضی اللہ عنہ) کا وہی مقام ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا مقام و مرتبہ ہے۔"

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں بھی ایسے شخص سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے یہ فرمان سنا:

ما منكم من احد الا و قد كذبني غير ابي بكر ، و ما منكم من احد يصبح الا على بابه ظلمة الا باب ابي بكر.

"ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا ہر شخص نے میری تکذیب کی، تم میں سے ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے (دل کے) دروازے پر ظلمت و تاریکی ہوتی ہے، مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے پر تاریکی نہیں ہوتی۔"

اس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا: کیا واقعی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے؟ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں!

فاخذ ابوبکر بید علی ، و دخلا جمیعا.

"چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں اکٹھے قبر انور پر حاضر ہوئے۔"

(الریاض النضرۃ ج ۱ص ۱۴۴)

علی رضی اللہ عنہ صرف اسی کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت دے گا جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت ہوگی:

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور آپ مسکرائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراہٹ کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لا یجوز احد الصراط الا من کتب له علی بن ابی طالب الجواز.

"علی رضی اللہ عنہ کی رسید (تحریر اجازت نامہ) کے بغیر کسی شخص کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت نہ ہوگی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

الا ابشرک یا ابا بکر؟ قال رسول اللہ ﷺ لا یکتب الجواز الا لمن احب ابابکر.

"ابوبکر! کیا میں آپ کو خوش خبری نہ سناؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے (یہ بھی) فرمایا تھا کہ علی صرف اسی کو پل صراط سے گزرنے کی رسید دے گا، جسے ابوبکر سے محبت ہوگی۔"

سرکار ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ابوبکر پھر عمر ہیں:

عن عبداللہ بن سلمۃ قال : سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول : خیر الناس بعد رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ، و خیر الناس بعد ابی بکر رضی اللہ عنہ ، عمر رضی اللہ عنہ .

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۱۰٦)

"حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرمارہے تھے: رسول اللہ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

میرے بعد ان لوگوں کی پیروی کرنا' ابوبکر وعمر کی طرف اشارہ کیا:

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ ، قال: کنا جلوسا عند النبی ﷺ

فقال انی لا ادری ما بقائی فیکم؟ فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار الی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما .

(جامع ترمذی،الرقم:٣٦٦٣۔سنن ابن ماجہ،الرقم:٩٧۔احمد فی المسند،الرقم:٢٣٣٢٤)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک میں (اپنے آپ) نہیں جانتا کہ کتنی مدت تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم میرے بعد ان لوگوں کی پیروی کرنا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا:"

انبیاء کرام کے علاوہ اولین وآخرین میں تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں:

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ لابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما : ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین .

(سنن ترمذی،الرقم:٣٦٦٤)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ اولین و آخرین میں سے تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہیں۔"

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بلند درجات والوں میں سے ہیں:

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل الدرجات العلی لیراھم من تحتھم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء، وان ابابکر و عمر رضی اللہ عنہما منھم و انعما.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۶۵۸۔ سنن ابن ماجہ، الرقم: ۹۶۔ مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۱۱۹۰۰)
(مسند ابو یعلی، الرقم: ۱۱۷۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم: ۳۱۹۲۵)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعلیٰ اور بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور بیشک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان (بلند درجات والوں) میں سے ہیں اور نہایت اچھے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں:

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال: قال علی رضی اللہ عنہ: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما.

(مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم: ۳۱۹۵۰)
(مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۸۸۰۔ المعجم الاوسط، الرقم: ۹۹۲)

"حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت اور ان کے فضائل کی معرفت سنت ہے:

عن الشعبی رضی اللہ عنہ قال: حب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما و معرفة فضلهما من السنة.

(مسند احمد بن حنبل، الرقم:۸۵۹۰، مستدرک الحاکم، الرقم:۴۴۴۳)

”حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت اور ان کے فضائل کی معرفت سنت ہے۔“

اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو تم انہیں امانت دار پاؤ گے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال: قيل يا رسول الله، من يؤمر بعدك؟ قال: ان تؤمروا ابابكر رضی اللہ عنہ تجدوه امينا زاهدا في الدنيا راغبا في الاخرة و ان تؤمروا عمر رضی اللہ عنہ تجدوه قويا امينا، لا يخاف في الله تعالى لومة لائم، وان تؤمروا عليا رضی اللہ عنہ تجدوه هاديا مهديا ياخذ بكم الطريق المستقيم.

(مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم:۳۱۹۳۷)

”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کے کسے امیر بنایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو تم انہیں امانت دار، دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا اور آخرت میں رغبت رکھنے والا پاؤ گے اور اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو انہیں ایسا قوی اور امین پاؤ گے جسے اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے

والے کی ملامت کا کوئی خوف نہیں ہے اور اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستے پر چلائے گا۔"

آسمان والوں میں سے میرے وزیر جبریل و میکائیل زمین والوں میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ، قال: قال رسول اللہ ﷺ : ما من نبی الا لہ وزیران من اھل السماء فجبریل و میکائیل ، و اما وزیر ای من اھل الارض فابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما .

(جامع ترمذی، الرقم:۳۶۸۰)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر، جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔"

مرادِ رسول، دامادِ بتول

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اہل آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر خوشی منائی ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لما اسلم عمر رضی اللہ عنہ نزل جبریل فقال: یا محمد، لقد استبشر اهل السماء باسلام عمر رضی اللہ عنہ.

(سنن ابن ماجہ، الرقم: ۱۰۳۔ صحیح ابن حبان، الرقم: ۶۸۸۳)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تحقیق اہل آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوشی منائی ہے (اور مبارکباد دی ہیں)۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لما اسلم عمر رضی اللہ عنہ قال المشركون: اليوم قد انتصف القوم منا.

(المستدرک للحاکم، الرقم: ۴۴۹۴۔ المعجم الکبیر، الرقم: ۱۱۵۹)

(مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۴۸۔ مجمع الزوائد، ۹/ ۶۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے (اور آدھی رہ گئی ہے)۔"

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی:

عن ابن ابی ملیکة رضی اللہ عنہ قال: سمعت ابن عباس یقول: وضع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی سریرہ فتکنفه الناس یدعون و یثنون و یصلون علیه قبل ان یرفع و انا فیهم قال: فلم یرعنی الا برجل قد اخذ بمنکبی من ورائی. فالتفت الیه فاذا هو علی رضی اللہ عنہ . فترحم علی عمر رضی اللہ عنہ و قال: ماخلفت احدا احب الی ان القی الله بمثل عمله، منک. وایم الله، ان کنت لاظن ان یجعلک الله مع صاحبیک و ذاک، انی کنت اکثر اسمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول جئت انا و ابوبکر و عمر، ودخلت انا و ابوبکر و عمر و خرجت انا و ابوبکر و عمر. فان کنت لارجو او لاظن، ان یجعلک الله معهما.

(صحیح بخاری، الرقم: ۳۴۸۲۔ صحیح مسلم، الرقم: ۲۳۸۹)
(مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۸۹۸۔ المستدرک للحاکم، الرقم: ۴۴۲۷)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع

ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کردے گا، کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، ”میں اور ابوبکر و عمر آئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (اسی طرح) آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔“

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : لقد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يک في امتي احد فانه عمر رضی اللہ عنہ.

و في رواية: عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لقد كان فيمن كان قبلكم من بني اسرائيل رجال يكلمون من غير ان يكونوا انبياء، فان يكن من امتي

منهم احد فعمر .

(صحیح بخاری، الرقم: ۳۴۸۶)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالٰی کلام فرماتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان جیسا میری امت کے اندر کوئی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔"

شیطان عمر کے سائے سے بھی بھاگتا ہے:

عن محمد بن سعد بن ابی وقاص عن ابیه قال: استاذن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و عنده نسوة من قریش یکلمنه و یستکثرنه عالیة اصواتهن علی صوته. فلما استاذن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قمن فبادرن الحجاب . فاذن له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم . فدخل عمر و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یضحک فقال عمر : اضحک الله سنک یا رسول الله، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : عجبت من هولاء اللاتی کن عندی ! فلما سمعن صوتک ابتدرن الحجاب فقال عمر رضی اللہ عنہ : فانت احق

ان يهبن يا رسول الله، ثم قال عمر رضی اللہ عنہ: يا عدوات انفسهن : اتهبنني و لا تهبن رسول الله ،فقلن : نعم انتَ اغلظ من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ايها يا ابن الخطاب ! والذى نفسي بيده مالقيك الشيطان سالكا فجاقط الا سلك فجا غير فجك .

(صحیح بخاری، الرقم: ۳۲۸۰۔ صحیح مسلم، الرقم: ۲۳۹۶)
(سنن نسائی الرقم: ۸۱۳۰۔ مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۱۴۷۲)

”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی کچھ عورتیں خوب اونچی آواز سے گفتگو کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے دندان مبارک کو تبسم ریز رکھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان عورتوں پہ حیران ہوں جو میرے پاس تھیں کہ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے جواب دیا: ہاں! آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں سخت گیر اور سخت دل

ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! اس بات کو چھوڑو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔"

بیشک سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے:

عن الشعبی قال: ذکر عند علی رضی اللہ عنہ قول عمر رضی اللہ عنہ قد القی فی روعی انکم اذا لقیتم العدو هزمتموهم فقال علی رضی اللہ عنہ: ما کنا نبعد ان السکینة تنطق بلسان عمر رضی اللہ عنہ وان فی القرآن لرأیا من رأی عمر رضی اللہ عنہ.

(تاریخ دمشق الکبیر، ۴۴/ ۹۵۔ تاریخ الخلفاء، ۱۰/ ۱۲۲)

" امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ " البتہ میرے دل میں یہ القاء کیا گیا ہے کہ جب تمہارا سامنا تمہارے دشمن سے ہوگا تو تم اسے شکست دے دو گے۔" بیان کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس چیز کو محال نہیں سمجھتے تھے کہ بیشک سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے اور بیشک قرآن میں ضرور بالضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء میں سے بعض ہیں۔"

بے شک عمر رضی اللہ عنہ درست کام انجام دینے والے تھے:

عن سالم قال: جاء اهل نجران الی علی رضی اللہ عنہ فقالوا: یا امیر المؤمنین، کتابک بیدک، و شفاعتک

بلسانک، اخرجنا عمر رضی اللہ عنہ من ارضنا فارددنا الیھا
فقال لھم علی رضی اللہ عنہ: و یحکم ان عمر رضی اللہ عنہ کان رشید
الامر و لا اغیر صنعۃ عمر رضی اللہ عنہ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم: ۳۲۰۰۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۳۶۶)

"حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل نجران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کا نامہ اعمال آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کی شفاعت آپ کی زبان میں ہے ہمیں عمر نے ہماری زمین سے نکال دیا ہے آپ ہمیں ہماری زمین کی طرف لوٹا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا برا ہو بیشک عمر بالکل درست کام انجام دینے والے تھے اور میں ان کا کیا ہوا فیصلہ تبدیل نہیں کروں گا۔"

یہ چادر مجھے میرے نہایت پیارے اور خاص دوست عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی ہے:

عن ابی السفر قال: رأی علی رضی اللہ عنہ علی برد کان یکثر لبسہ قال: فقیل لہ: انک لتکثر لبس ھذا البرد، فقال: انہ کسانیہ خلیلی و صفیی و صدیقی و خاصی عمر ان عمر ناصح اللہ فنصحہ اللہ ثم بکی.

(مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم: ۳۱۹۹۷)

"حضرت ابو سفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک چادر دیکھی گئی جو آپ رضی اللہ عنہ اکثر پہنتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کثرت سے یہ چادر (کیوں) پہنتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک یہ مجھے میرے نہایت پیارے اور خاص دوست عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی۔ بیشک عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خالص بھلائی چاہی پھر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔"

آسمانوں میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں جو عمر رضی اللہ عنہ کی توقیر نہ کرتا ہو:

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مافی السماء ملک الا وھو یوقر عمر رضی اللہ عنہ و ما فی الارض شیطان الا وھو یفرق من عمر رضی اللہ عنہ .

(صواعق محرقہ ۴۷۔)

پیشوائے اغنیاء، تاجدار اتقیاء، داماد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

عثمان غنی کے حاضر ہونے پر آپ ﷺ نے پنڈلی سے ہٹے ہوئے کپڑے کو صحیح فرمالیا:

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال: انّ النبی ﷺ کان قاعدا فی مکان فیہ ماء، قد انکشف عن رکبتیہ او رکبتہ فلما دخل عثمان رضی اللہ عنہ غطاھا.

(صحیح بخاری، الرقم:۳۴۹۲۔ السنن الکبری، الرقم:۳۰۶۳۔ نیل الاوطار، ۲/۵۲)

"حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں پانی تھا اور (ٹانگیں پانی میں ہونے کے باعث) آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اسے ڈھانپ لیا۔"

میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ : اشد امتی حیاء عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ .

(حلیۃ الاولیاء، ۱/۵۶)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے۔"

دشمنِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور ﷺ نے نہیں پڑھایا:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: اتی رسول اللہ ﷺ بجنازة رجل ليصلي عليه فلم يصل عليه، فقيل: يارسول الله، ما رأيناك تركت الصلاة على احد قبل هذا؟ قال: انه كان يبغض عثمان رضی اللہ عنہ فابغضه الله.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۰۹۔ ابن ابی عاصم فی السنۃ، الرقم: ۱۳۱۲)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس پر نماز پڑھیں مگر آپ نے اس پر نماز نہیں پڑھی عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا تو اللہ نے بھی اس سے بغض رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کروں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبي ﷺ قال: ان الله اوحى الي ان ازوج كريمتي من عثمان رضی اللہ عنہ . رواه احمد و الطبراني.

(مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۸۳۷۔ المعجم الصغیر، الرقم: ۳۱۴۔ المعجم الاوسط، الرقم: ۳۵۰۱)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ میں اپنی صاحبزادی کی شادی عثمان سے کروں۔“

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے ایک ایسی دعا جو اس سے قبل اور بعد کسی کے لیے نہیں کی:

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ قال: رأیت النبی ﷺ فی المنام متعلقا بالعرش ورأیت ابابکر احذا بحقوی النبی ﷺ و رأیت عمر آخذا بحقوی ابی بکر رضی اللہ عنہ و رأیت عثمان رضی اللہ عنہ آخذا بحقوی عمر رضی اللہ عنہ و رأیت الدم ینصب من السماء الی الارض فحدث الحسن رضی اللہ عنہ بھذا الحدیث و عندہ قوم من الشیعة فقالوا: و ما رأیت علیا رضی اللہ عنہ فقال الحسن رضی اللہ عنہ: ما کان احد احب الی اخذا بحقوی النبی ﷺ من علی رضی اللہ عنہ و لکنھا رؤیا رأیتھا فقال ابو مسعود: فانکم تحدثون عن الحسن بن علی فی رویا رآھا و قد کنا مع النبی ﷺ فی غزاة فاصاب الناس جھد حتی رأیت الکابة فی وجوہ المسلمین و الفرح فی وجوہ المنافقین فلما رای ذالک رسول اللہ ﷺ قال: واللہ لاتغیب الشمس حتی یاتیکم اللہ برزق فعلم عثمان رضی اللہ عنہ ان اللہ و رسولہ سیصدقان فاشتری عثمان رضی اللہ عنہ اربعة

عشر راحلة بما عليها من الطعام فوجه الی النبی ﷺ منها بتسعة فلما رای ذالک النبی ﷺ قال: ماهذا قالوا: اهدی الیک عثمان رضی اللہ عنہ فعرف الفرح فی وجوه المسلمین والکابة فی وجوه المنافقین فرایت النبی ﷺ قد رفع یدیه حتی روی بیاض ابطیه یدعو لعثمان دعاء ما سمعته دعا لاحد قبله و لا بعده بمثله اللهم، اعط عثمان اللهم، افعل لعثمان.

(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۷/ ۱۹۶، الرقم: ۷۲۵۵، وفی المعجم الکبیر، ۱۷/ ۲۳۹، الرقم: ۶۹۴، واحمد بن حنبل فی فضائل الصحابۃ، ۱/ ۴۴۳، الرقم: ۱۸۷، والہیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۹۶)

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کو عرش الٰہی کے ساتھ لپٹے ہوئے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین کی طرف خون گر رہا ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ نے جب اس حدیث کو بیان کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس شیعوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی پس وہ کہنے لگے اے حسن! تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس حال میں پایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر پسندیدہ انداز میں حضور نبی اکرم ﷺ کی کوکھ کو براہ راست پکڑنے والا میرے نزدیک اور کوئی نہ تھا لیکن یہ

محض ایک خواب ہے جو میں نے دیکھا ہے پس اس پر
ابومسعود رضی اللہ عنہ بولے اور کہنے لگے کہ تم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس
خواب (کی صداقت و حقانیت) کے بارے میں بات کرتے ہو
حالانکہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کو بہت سخت بھوک لگی یہاں تک کہ میں نے مسلمانوں
کے چہروں پر افسردگی دیکھی اور منافقین کے چہروں پر خوشی۔ پس
جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا: خدا کی قسم سورج
غروب ہونے سے پہلے پہلے میرا اللہ تمہیں رزق عطا فرمادے گا۔
پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور
اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم رزق عطا فرمائیں گے تو آپ رضی اللہ عنہ نے چودہ
سواریاں اس کھانے کے ہمراہ جو ان پر لدا ہوا تھا خرید لیں اور ان
میں سے نو سواریوں کا رخ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑ دیا
جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سواریاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟
صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف ہدیہ بھیجا ہے۔ پس اس ہدیہ کے بعد مسلمانوں کے چہروں پر
خوشی کی لہر دوڑ گئی اور منافقین کے چہروں پر افسردگی چھا گئی اور میں
نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ یہاں
تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی دعا کی کہ اس سے پہلے
اور اس کے بعد میں نے آج تک ایسی دعا کسی کے لیے نہیں سنی۔
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، اے اللہ! عثمان کو یہ عطا کر

اے اللہ! عثمان کے لیے یہ کردے، عثمان کے لیے وہ کردے۔"

اے عثمان تمہیں شہید کیا جائے گا حالانکہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے ہو گے:

عن ابن عباس ﷺ قال: کنت قاعدا عند النبی ﷺ اذ اقبل عثمان بن عفان ﷺ. فلما دنا منه قال: یاعثمان، تقتل و انت تقرأ سورة البقرة فتقع من دمک علی الاية: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ و تبعث یوم القیامة امیرا علی کل مخذول یغبطک اهل المشرق و المغرب و تشفع فی عدد ربیعة و مضر.

(اخرجه الحاکم فی المستدرک، ۳/۱۱۰، الرقم: ۴۵۵۵)

"حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ عثمان بن عفان ﷺ حاضر ہوئے۔ جب وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! تمہیں شہید کیا جائے گا درآنحالیکہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے ہو گے اور تمہارا خون اس آیت ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ پر گرے گا اور قیامت کے روز تم ہر ستائے ہوئے پر حاکم بنا کر اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اس مقام و مرتبہ پر مشرق و مغرب والے رشک کریں گے اور تم ربیعہ اور مضر کے لوگوں کے برابر لوگوں کی شفاعت کرو گے۔"

اے اللہ تو مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی ذمہ داری قبول کرنے کی توفیق عطا فرما:

عن قيس بن عباد رضی اللہ عنہ قال: سمعت عليًا رضی اللہ عنہ يوم الجمل يقول: اللّٰهم انى ابرا اليک من دم عثمان رضی اللہ عنہ ولقد طاش عقلى يوم قتل عثمان رضی اللہ عنہ، و انكرت نفسى وجاؤونى للبيعة فقلت: والله انى لاستحىٖ من الله ان ابايع قوما قتلوا رجلا قال له رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: الا استحى ممن تستحى منه الملائكة؟ وانى لاستحيى منٰ الله ان ابايع و عثمان رضی اللہ عنہ قتيل على الارض لم يدفن بعد. فانصرفوا، فلما دفن رجع الناس فسالونى البيعة، فقلت: اللهم ، انى مشفق مما اقدم عليه. ثم جاء ت عزيمة فبايعت فلقد قالوا: يا امير المؤمنين فكانما صدع قلبى رجاء و قلت: اللهم خذمنى لعثمان رضی اللہ عنہ حتى ترضى.

"حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے دل یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے براءت کا اظہار کرتا ہوں اور تحقیق میری عقل اس دن طیش میں تھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ میں نے خود بیعت لینے سے انکار کردیا جب وہ لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے، پس میں نے کہا خدا کی قسم!

مجھے اللہ سے حیاء آتا ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خبردار میں اس شخص سے حیاء کرتا ہوں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں سو میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں اس حال میں بیعت لوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زمین پر مقتول پڑے ہوئے ہوں اور ابھی تک انہیں دفن بھی نہ کیا گیا ہو پس لوگ چلے گئے، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو لوگ پھر مجھ سے بیعت کا سوال کرنے لگے پس میں نے کہا: اے اللہ! جس چیز کا اقدام میں کرنے جا رہا ہوں میں اس سے ڈرنے والا ہوں پھر عزیمت کے تحت مجھے ایسا کرنا پڑا، سو جب انہوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو گویا میرا کلیجہ پھٹ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ! تو مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی ذمہ داری قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس امر کی توفیق دے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔"

اے عثمان! تیرے لیے ہر اس آدمی کے برابر اجر ہے جو جنگ بدر میں شریک ہوا:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: انما تغیب عثمان عن بدر فانه کانت تحته بنت رسول الله ﷺ و کانت مریضة فقال له النبی ﷺ ان لک اجر رجل ممن شهد بدرا و سهمه.

(اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب فرض الخمس، باب اذا بعث الامام رسولا، ۳/ ۱۱۳۹، الرقم: ۲۹۶۲، وفی

كتاب فضائل الصحابه، باب مناقب عثمان بن عفان، ۳/ ۱۳۵۲، الرقم: ۳۴۹۵، وفی کتاب المغازی، باب قول الله ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن، ۴/ ۱۴۹۱، الرقم: ۳۸۳۹، وعظیم آبادی فی عون المعبود ۷/ ۲۸۳)

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں حاضر نہ ہوئے تھے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے نکاح میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان بیشک تیرے لیے ہر اس آدمی کے برابر اجر اور اس کے برابر (مال غنیمت کا) حصہ ہے جو جنگ بدر میں شریک ہوا ہے۔"

جس دن عثمان شہید ہوں گے اس آسمان کے فرشتے ان پر درود بھیجیں گے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، قال: قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم یموت عثمان تصلی علیه ملائكة السماء.

(اخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۳/ ۲۸۷، الرقم: ۳۱۷۲، والدیلمی فی مسند الفردوس، ۵/ ۵۳۳، الرقم: ۸۹۹۹، والعسقلانی فی لسان المیزان، ۵/ ۲۶۲، الرقم: ۷۹۸)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔"

میرا عثمان مظلوماً شہید ہوگا:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: ذکر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنة

فقال: يقتل هذا فيها مظلوما لعثمان رضی اللہ عنہ.

(أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان ۵/ ۶۳۰، الرقم: ۳۷۰۸)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنہ کا ذکر کیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اس میں یہ مظلوماً شہید ہوگا۔“

عثمان اس عمل کے بعد جو کچھ بھی آئندہ کرے گا اس سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی:

عن عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ قال: شهدت النبی ﷺ وهو يحث على جيش العسرة، فقام عثمان بن عفان فقال: يا رسول الله علي مئة بعير باحلاسها واقتابها في سبيل الله، ثم حض على الجيش فقام عثمان بن عفان فقال: يا رسول الله، علي مئتا بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله، ثم حض على الجيش فقام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فقال: يارسول الله، علي ثلاث مئة بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله، فانا رايت رسول الله ﷺ ينزل عن المنبر وهو يقول: ما على عثمان رضی اللہ عنہ ما عمل بعد هذه، ما على عثمان رضی اللہ عنہ ما عمل بعد هذه.

(أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی مناقب عثمان، ۵/ ۶۲۵، الرقم: ۳۷۰۰، واحمد بن حنبل فی المسند، ۴/ ۷۵، والطیالسی فی المسند، ۱/ ۱۶۴، الرقم: ۱۱۸۹، وعبد بن حمید فی المسند، ۱/ ۱۲۸، الرقم: ۳۱۱)

”حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ جیش عسرہ کے متعلق لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں سو اونٹ مع ساز و سامان اللہ کے راستے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ذمہ اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ مع ساز و سامان اور غلہ کے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر ترغیب دلائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ذمہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے اللہ کی راہ میں ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر سے اترے اور فرمایا: اس عمل کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو کچھ بھی آئندہ کرے گا اس سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی۔“

عثمان آج کے بعد کچھ بھی کرے گا اسے کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا:

عن عبد الرحمن بن سمرة رضی اللہ عنہ ، قال: جاء عثمان رضی اللہ عنہ الی النبی ﷺ بالف دینار، قال الحسن بن واقع : و كان فی موضع آخر من كتابی ، فی كمه حين جهز جيش العسرة، فينشرها فی حجره قال عبدالرحمن :

فرايت النبی ﷺ يقلبها فی حجره و يقول ما ضر عثمان رضی اللہ عنہ ما عمل بعد اليوم مرتين.

(اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان، ٥/ ٦٢٦، الرقم: ٣٧٠١، والحاکم فی المستدرک، ٣/ ١١٠، الرقم: ٤٥٥٣، واحمد بن حنبل فی فضائل الصحابة، ١/ ٥١٥، الرقم: ٨٣٦، وابن ابی عاصم فی السنة، ٢/ ٥٨٧، الرقم: ١٢٧٩، وفی الآحاد والمثانی، ١/ ١٢٧، الرقم: ١٢٦)

"حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب جیش عسرہ کی روانگی کا سامان ہو رہا تھا۔ آپ نے اس رقم کو حضور نبی اکرم ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ ان دیناروں کو اپنی گود میں دست مبارک سے الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے عثمان آج کے بعد جو کچھ بھی کرے گا اسے کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ دو بار فرمایا۔"

اس آیت کا مصداق عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں:

محمد بن حاطب کہتے ہیں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا، کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُوْلٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ.

(الانبیاء ٢١/ ١٠١)

"بیشک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے،

وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔"
سے مراد عثمان غنی ہیں۔

(الریاض النضرۃ، ۳/۴۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بروز محشر حساب نہیں لیا جائے گا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے کس کا حساب لیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کا عرض کی، پھر کس کا حساب ہوگا؟ فرمایا عمر کا پوچھا، پھر کس کا؟ فرمایا، تمہارا میں نے عرض کیا، عثمان کہاں گئے؟ فرمایا عثمان کے لیے میں نے ایک مرتبہ اللہ سے دعا کی تھی، کہ ان کا حساب نہ لیا جائے۔

دوسری روایت میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

عثمان رجل ذو حیاء سالت ربی ان لایقف للحساب فشفعنی فیہ۔

"عثمان رضی اللہ عنہ صاحب حیاء ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے حساب کے لیے کھڑا نہ ہونا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے میری سفارش قبول فرمالی ہے۔"

(الریاض النضرۃ، ص ۴۲)

مسجد نبوی کے توسیعی کام کی تعریف:

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی کی وسعت اور اس کی خوب صورتی کے لیے کام کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کارنامہ انجام دیا (اور اس پر وہ

مستحق اجر ہیں کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ.

"جو اللہ کے لیے مسجد تعمیر کرائے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔"

(الریاض النضرۃ، ص ۴۹)

دورانِ محاصرہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں کے خلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اظہار یکجہتی:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف یورش برپا کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھانے اور فتنہ کو فرو کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی، مگر وہ باز نہ آئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں آنا ممکن نہ رہا۔ اس اثنا میں باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے مجبور کیا، مگر آپ نے فرمایا:

لا اصلی بکم والامام محصور ولکن اصلی وحدی.

"امیر المومنین محصور ہیں اور میں نماز پڑھاؤں؟ ناممکن، میں تو تنہا نماز ادا کروں گا۔"

(الریاض النضرۃ، ص ۶۸)

حسنین کریمین محافظین عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

جب باغیوں کی سرگرمیاں بڑھیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

مکان پر محافظ بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا:

اذھبا بسیفیکما حتی تقوما علی باب عثمان فلا تدعا احدا یصل الیہ.

"اپنی تلواریں لے کے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی حملہ آور کو آپ تک نہ پہنچنے دینا۔"

(تاریخ الخلفاء ۱۵۹)

باغیوں پر جب کسی نصیحت نے اثر نہ کیا تو ان کے خطرناک عزائم کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت طلب کی، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص پر میرا کوئی حق ہے اور وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے، اسے اللہ کی قسم وہ میری وجہ سے خون ریزی نہ کرے۔

(الریاض النضرۃ ۳/۶۸)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر موجود تمام لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ وہ لوگ خون ریزی نہ کریں۔ چند دیگر صحابہ وہیں موجود رہے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کرام نے بھی اپنے صاحبزادوں کو حفاظت کے لیے بھیجا۔

(الکامل فی التاریخ ۳/۱۷۲)

باغی دور سے کھڑے ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تیر اندازی کرتے رہے، ان تیروں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر زخمی ہو گئے۔ ان کا بہتا ہوا خون دیکھ کر باغیوں نے محسوس کیا کہ اگر بنو ہاشم ان کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے تو قتل عثمان کا منصوبہ ناکام

ہوجائے گا۔ فوری طور پر مکان کی پچھلی جانب سے دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہوگئے اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

مولیٰ علی کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حسنین کریمین پر اظہارِ برہمی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس المناک سانحہ سے آپ پریشان ہوگئے اور شدید غم وغصہ کے عالم میں اپنے صاحبزادگان کو فرمایا:

کیف قتل امیر المومنین و انتما علی الباب؟ ورفع یدہ فلطم الحسن و ضرب صدر الحسین.

"تمہارے پہرے کے باوجود امیر المؤمنین کو شہید کر دیا گیا؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ایک تھپڑ رسید کیا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ضرب لگائی۔"

(تاریخ الخلفاء،۱۶۰)

سید الاولیاء، تاجدارِ ھل اتی، مولائے کائنات

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی پیر کے دن بعثت ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی نے نماز پڑھی:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: بعث النبی ﷺ یوم الاثنین و صلی علی یوم الثلاثاء۔ .

(اخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۵/ ۶۴۰، الرقم: ۳۷۲۸، والحاکم فی المستدرک، ۳/ ۱۲۱، الرقم: ۴۵۸۷، والمناوی فی فیض القدیر، ۳/ ۳۵۵)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیر کے دن حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔"

حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: اول من صلی علی رواہ الترمذی . وقال: قد اختلف اهل العلم فی هذا. فقال بعضهم: اول من اسلم ابوبکر الصدیق ، و قال بعضهم: اول من اسلم علی، و قال بعض اهل العلم:

اول من اسلم من الرجال ابوبكر، واسلم علی وھو غلام ابن ثمان سنین، و اول من اسلم من النساء خدیجة.

(اخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی، ۵/۶۴۲، الرقم: ۳۷۳۴)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔“

”اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔“

علی، فاطمہ، حسن، حسین میرے اہل بیت ہیں:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال: لما نزلت هذه الاية ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآئَكُمْ﴾ (آل عمران، ۳:۶۱) دعا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عليا رضی اللہ عنہ و فاطمة رضی اللہ عنہا و حسنا رضی اللہ عنہ و حسينا رضی اللہ عنہ فقال: اللهم، هولاء اهلی.

(صحیح مسلم، الرقم: ۲۴۰۴۔ جامع ترمذی، الرقم: ۲۹۹۹۔ مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۱۶۰۸)
(سنن نسائی، الرقم: ۸۳۹۹۔ مستدرک للحاکم، الرقم: ۴۷۱۹)

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ: "آپ فرمادیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔" نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے علی ہیں:

عن سلمان رضی اللہ عنہ قال: اول هذه الامة وردوا علی نبیها ﷺ اولها اسلاما، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ، الرقم: ۳۲۹۵۴۔ المعجم الکبیر، الرقم: ۶۱۷۴)

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ امت میں سے سب سے پہلے حوضِ کوثر پر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے، اسلام لانے میں سب سے اول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔"

میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی البتہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، قال: خلف رسول الله ﷺ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی غزوة تبوک. فقال: یارسول الله، اتخلفنی فی النساء والصبیان؟

فقال اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسٰی؟ الا انه لانبی بعدِی ۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۴۱۵۴۔ صحیح مسلم، الرقم: ۲۴۰۴۔ جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۲۴)

"حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی ﷛ کو مدینہ میں چھوڑ دیا، حضرت علی ﷛ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

میں نے نہیں خود اللہ نے ان سے سرگوشی فرمائی ہے:

عن جابر ﷛ قال: دعا رسول اللّٰہ ﷺ علیا ﷛ یوم الطائف فانتجاہ، فقال الناس: لقد طال نجواہ مع ابن عمہ، فقال رسول اللّٰہ ﷺ: ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۲۶۔ المعجم الکبیر، الرقم: ۱۷۵۶)

"حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ طائف کے موقع پر حضرت علی ﷛ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی، لوگ کہنے لگے آج آپ ﷺ نے اپنے چچاز اد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں کی بلکہ اللہ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔"

اے علی تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قال: اخی رسول اللہ ﷺ بین اصحابه فجاء علی تدمع عيناه، فقال: يارسول الله، اخيت بين اصحابک ولم تواخ بيني و بين احد. فقال له رسول الله ﷺ: انت اخي في الدنيا والاخرة.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۲۰، والحاکم فی المستدرک، الرقم: ۴۲۸۸)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو"

اللہ اور اس کے رسول کے محبوب "علی" ہیں۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ، قال: كان عند النبي ﷺ طير فقال: اللهم ائتني باحب خلقک اليک ياكل معي هذا الطير، فجاء علي رضی اللہ عنہ فاكل معه.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۲۱۔ المعجم الاوسط، الرقم: ۹۳۷۲)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا، آپ ﷺ

نے دعا کی: یا اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردوں میں علی اور عورتوں میں سیدہ فاطمۃ الزہراء سب سے محبوب تھیں:

عن جميع رضی اللہ عنہ بن عمير التيمي قال: دخلت مع عمتي على رضی اللہ عنہا عائشة فسئلت: اى الناس كان احب الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم؟ قالت: فاطمة فقيل: من الرجال؟ قالت: زوجها، ان كان ما علمت صواما قواما.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۸۷۴۔ الحاکم فی المستدرک ۳/۱۷۱)

"حضرت جمیع عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔"

جب حضور ﷺ جلال میں ہوتے سوائے علی کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوتی:

عن ام سلمة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ اذا غضب لم یجتری احد منا ان یکلمه الا علی رضی اللہ عنہ.

(المعجم الاوسط، الرقم: ۴۳۱۴۔ الحاکم فی المستدرک، الرقم: ۴۶۴۷)
(الہیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۱۶)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضور نبی اکرم ﷺ جب جلال کے عالم میں ہوتے تو ہم میں سے آپ ﷺ کے ساتھ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔"

اے علی تم سے اللہ، رسول اور جبریل راضی ہیں:

عن ابی رافع ان رسول اللہ ﷺ بعث علیا رضی اللہ عنہ مبعثا فلما قدم قال له رسول اللہ ﷺ اللہ و رسوله و جبریل عنک راضون.

(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۱/ ۳۱۹، الرقم: ۹۴۶، والہیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۳۱)

"حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا، جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور جبرئیل تم سے راضی ہیں۔"

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے:

عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ فی رواية طويلة : ان عليا رضی اللہ عنہ منی و انا منه و هو ولی کل مومن بعدی.

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۷۱۲۔ مسند احمد بن حنبل، الرقم: ۲۰۰۲۲)
(صحیح ابن حبان، الرقم: ۶۹۲۹۔ والحاکم فی المستدرک، الرقم: ۴۵۷۹)
(سنن نسائی، الرقم: ۸۴۷۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم: ۳۲۱۲۱)

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔“

حضرت علی تین اعلیٰ خصلتیں:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، قال: لقد سمعت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم يقول : فی علی رضی اللہ عنہ ثلاث خصال، لان يكون لی واحدة منهن احب الی من حمر النعم سمعته يقول: انه بمنزلة هارون من موسى، الا انه لا نبی بعدی، و سمعته يقول : لاعطين الرأية غدا رجلا يحب الله و رسوله، و يحبه الله و رسوله و سمعته يقول : من كنت مولاه، فعلی رضی اللہ عنہ مولاه.

و فی رواية : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : الا، ان الله ولیی و انا ولی كل مومن، من كنت مولاه فعلی رضی اللہ عنہ مولاه

(سنن نسائی، الرقم: ۸۰۱۰۔ مسند شاشی، ۱/ ۱۶۵۔ کنز العمال، الرقم: ۳۶۴۹۶)

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصلتیں ایسی بتائی ہیں کہ اگر میں ان میں سے ایک کا بھی حامل ہوتا تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ آپ ﷺ نے (ایک موقع پر) فرمایا: علی میرے لیے اسی طرح ہے جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، (وہ نبی تھے) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور فرمایا: میں آج اس شخص کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو (اس موقع پر) یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔"

"اور ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! بیشک اللہ میرا ولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں، پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔"

جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی مبارک ہو:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ، قال: من صام يوم ثمان عشرة من ذی الحجة كتب له صيام ستين شهرا، وهو يوم غدير خم لما اخذ النبی ﷺ بيد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ،

فقال: الست ولی المومنین؟ قالوا: بلی، یارسول الله، قال: من کنت مولاه فعلی مولاه، فقال عمر بن الخطاب: بخ بخ لک یا ابن ابی طالب، اصبحت مولای و مولی کل مسلم، فانزل الله ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾

(اخرجہ احمد بن حنبل فی المسند، ۴/ ۲۸۱، وابن ابی شیبۃ فی المصنف، ۱۲/ ۷۸، الرقم: ۱۲۱۶۷، والطبرانی فی المعجم الاوسط، ۳/ ۳۲۴، والخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد، ۸/ ۲۹۰، وابن عساکر فی تاریخ دمشق الکبیر، ۴۵/ ۱۷۶، ۱۷۷، وابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ، ۵/ ۴۶۴، والرازی فی التفسیر الکبیر، ۱۱/ ۱۳۹)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحج کو روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ (۶۰) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ غدیر خم کا دن تھا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنین کا ولی نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہو! اے ابن ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔"

منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: انا کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی بن ابی

طالب.

(اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۵/ ۶۳۵، الرقم: ۳۷۱۷، وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء، ۶/ ۲۹۵)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔"

مومن، علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور منافق دشمنی رکھتا ہے:

عن ام سلمة تقول: كان رسول الله ﷺ يقول: لا يحب عليا رضی اللہ عنہ منافق ولا يبغضه مومن.

(اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی، ۵/ ۶۳۵، الرقم: ۳۷۱۷، وابو یعلی فی المسند، ۱۲/ ۳۶۲، الرقم: ۶۹۳۱، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۲۳/ ۳۷۵، الرقم: ۸۸۶)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کر سکتا اور کوئی مومن اس سے بغض نہیں رکھ سکتا۔"

میں حکمت کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں:

عن علي رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: انا دار الحكمة و علي بابها.

(اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی، ۵/ ۶۳۷، الرقم: ۳۷۲۳، واحمد بن حنبل فی فضائل الصحابہ، ۲/ ۶۳۴، الرقم: ۱۰۸۱، وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۶۴)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول الله ﷺ: انا مدينة العلم و علي بابها فمن اراد المدينة فليأت الباب .

(اخرجه الحاكم في المستدرك، ۳/ ۱۳۷، الرقم: ۴۶۳۷، والديلمي في مسند الفردوس، ۱/ ۴۴، الرقم: ۱۰۶)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروزہ ہے۔ لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔"

علی اور قرآن کبھی ایک دوسرے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر اکٹھے آئیں گے:

عن ام سلمة رضی اللہ عنہا، قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: علي مع القرآن، والقرآن مع علي لا يفترقان حتى يردا على الحوض .

(اخرجه الطبراني في المعجم الاوسط، ۵/ ۱۳۵، الرقم: ۴۸۸۰، الصغير، ۱/ ۲۵۵ والهيثمي في مجمع الزوائد ۹/ ۱۳۴)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر (اکھٹے) آئیں گے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: رأيت ابابكر يكثر النظر الى وجه علي فقلت له: يا ابت، اراك تكثر النظر الى وجه علي فقال: يابنية، سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: النظر الى وجه علي عبادة. رواه ابن عساكر.

(اخرجه ابن عساکر فی تاریخ دمشق الکبیر، ۴۲/ ۳۵۵، الزمخشری فی مختصر کتاب الموافقۃ/۱۴)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو طرف تکتے رہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔"

مولیٰ علی کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ذكر عليّ رضي الله عنه عبادة.

(اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس، ۲/ ۲۴۴، الرقم: ۳۱۵۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی عبادت ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا انوکھا انداز:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شانۂ نبوی میں حاضری کے لیے آئے، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، دروازہ پر آپ دستک دیجیے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ آگے بڑھیے، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا:

ما طلعت شمس ولا غربت من بعدی علی رجل افضل من ابی بکر الصدیق.

"کسی شخص پر سورج طلوع وغروب نہ ہوگا، جو میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو (یعنی میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں)۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسے شخص سے آگے بڑھنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں، جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا:

اعطیت خیر النساء لخیر الرجال.

"میں نے سب سے بہتر عورت کو سب سے بہتر شخص کے نکاح میں دیا۔"

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہا:

میں ایسے شخص کیسے آگے بڑھوں ، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہو:

من اراد ان ینظر الی صدر ابراھیم الخلیل فلینظر الی صدر ابی بکر.

"جو شخص ابراہیم خلیل علیہ السلام کے سینہ مبارک کی زیارت کرنا چاہے، وہ ابوبکر کے سینہ کو دیکھ لے۔"

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں بھلا آپ سے کیسے تقدم کروں، جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان گرامی سنا ہو:

من اراد ان ینظر الی صدر آدم و الی یوسف و حسنه و الی موسیٰ و صلوته و الی عیسیٰ و زهده والی محمد ﷺ و خلقه فلینظر الی علی رضی اللہ عنہ .

"جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کا سینہ مبارک، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن و جمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی نماز ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے زہد و تقویٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے خلق عظیم کو دیکھنا چاہے وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا:

میں ایسی شخصیت سے پیش قدمی کی جرأت کیسے کروں ، جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ یہ فرمائیں:

اذا اجتمع العالم فی عرصات القیٰمة یوم الحسرة

والندامة ينادى مناد من قبل الحق عزو جل يا ابابكر ادخل انت و محبوبک الجنة.

"جب میدان محشر میں حسرت و ندامت (یعنی قیامت) کے روز تمام لوگ جمع ہوں گے، ایک منادی حق تعالیٰ عزوجل کی جانب سے ندا کرے گا، اے ابوبکر! تم اپنے محبوب کی معیت میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

مجھے ایسے شخص سے تقدم کی ہمت کیسے ہوسکتی ہے، جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور حنین کے موقع پر، جب آپ کی خدمت میں دودھ اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا گیا، تو فرمایا:

هذه هدية من الطالب الغالب لعلى بن ابى طالب.

"یہ ہدیہ طالب و غالب کی طرف سے علی بن ابی طالب کے لیے ہے۔"

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں آپ سے کیوں کر آگے بڑھوں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے یہ فرمایا ہو:

انت یا ابابکر رضی اللہ عنہ عینی.

"ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم میری آنکھ ہو۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں اسی شخصیت سے کیوں کر آگے بڑھوں، جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزِ قیامت علی رضی اللہ عنہ جنتی سواری پر آئیں گے، تو کوئی ندا کرنے والا ندا کرے گا:

یامحمد کان لک فی الدنیا والد حسن و اخ حسن اما الوالد الحسن فابوک ابراھیم الخلیل و اما الاخ فعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ.

"اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا میں آپ کے ایک بہت اچھے والد، ایک بہت اچھے بھائی تھے، والد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور بھائی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسی شخصیت پر کیسے فوقیت حاصل کرسکتا ہوں، جس کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اذا کان یوم القیمة یجیئ رضوان خازن الجنان بمفاتیح الجنة و مفاتیح النار و یقول یا ابابکر الرب جل جلاله یقرئک السلام و یقول لک هذه مفاتیح الجنة و مفاتیح النار ابعث من شئت الی الجنة و ابعث من شئت الی النار.

"روزِ محشر جنت کا خازن رضوان، جنت اور دوزخ کی چابیاں لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرے گا اور کہے گا، اے ابوبکر! رب کریم آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ یہ جنت اور دوزخ کی چابیاں اپنے پاس رکھ لیں، جسے چاہو جنت میں بھیج دو اور جسے چاہو دوزخ میں بھیج دو۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسے شخص سے آگے بڑھنے کا یارا نہیں رکھتا، جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان جبریل علیه السلام اتانی فقال لی یا محمد ان الله عزو جل یقرئک السلام و یقول لک انا احبک و احب علیا.

"جبریل امین علیہ السلام نے مجھے آ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام بعد فرماتا ہے کہ میں تم سے اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اس پر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں فاطمہ سے بھی محبت کرتا ہوں، میں پھر سجدۂ شکر بجا لایا پھر کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں حسن و حسین سے بھی محبت کرتا ہوں اس پر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسے بزرگ سے کیسے آگے بڑھوں، جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجح علیهم.

"اگر روئے زمین کے تمام لوگوں کے ایمان کا ابوبکر کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان سب سے وزنی ہوگا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

ایسی محبوب شخصیت سے کیسے آگے بڑھوں، جس کے بارے میں
رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہو:

قیامت کے دن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ان کی اہلیہ اور اولاد اونٹوں پر سوار
ہو کر آئیں گے تو لوگ کہیں گے یہ کون ہیں؟ منادی کہے گا:

ھذا حبیب اللہ ھذا علی بن ابی طالب.

"یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

بھلا میں ایسی محترم شخصیت سے کیوں کر آگے بڑھوں، جن کے
بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اہل محشر جنت کے آٹھوں دروازوں سے یہ آواز سنیں گے:

ادخل من حیث شئت ایھا الصدیق الاکبر.

"صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! جنت کے جس دروازے سے جی چاہے،
تشریف لائیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا، جس کے حق میں رسول اللہ
ﷺ کا یہ فرمان ہو:

بین قصری و قصر ابراھیم الخلیل قصر علی.

"علی کا محل میرے ابراہیم علیہ السلام کے محلوں کے درمیان ہوگا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وجیہ مرد سے آگے کیسے بڑھوں، جس
کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

ان اھل السموات من الکروبیین والروحانیین

والملاء الاعلی لینظرون فی کل یوم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ

" آسمانوں کے فرشتے کروبین ، روحانیین اور ملاء اعلیٰ روزانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تکتے رہتے ہیں۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسی پیکر ایثار شخصیت سے کیسے تقدم کروں، جس کی اولاد اور خود اس کے اپنے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہو:

و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا.

(الدھر ۷۶/۸)

" اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں ایسے شخص سے کیوں کر فائق ہوسکتا ہوں، جس کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان والا شان ہو:

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ہم المتقون.

(الزمر: ۳۹/۳۳)

" وہ ہستی، جو سچ لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی، یہی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔"

حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد اور سرورِ کائنات ﷺ کا فیصلہ:

دونوں جلیل القدر شخصیات کا باہمی اکرام و اعزاز دیدنی تھا، ان کا محبت بھرا مکالمہ جاری تھا کہ جبریل امین علیہ السلام، رب العالمین کی طرف سے رسول صادق و امین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ساتوں

آسمانوں کے فرشتے اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کر رہے ہیں اور ان کی ادب و احترام پر مبنی گفتگو سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو ان کے حسن ادب، حسن اسلام اور حسن ایمان کے باعث اپنی رحمت و رضوان سے ڈھانپ لیا ہے۔ آپ ان کے پاس ثالث کی حیثیت سے تشریف لے جائیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دونوں کی باہمی محبت کو دیکھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

و حق من نفس محمد بیده لو ان البحار اصبحت مداد و الاشجار اقلاما و اهل السموت والارض کتابا لعجزوا عن فضلکما و عن وصف اجر کما.

"قسم ہے اس (رب) کے حق کی، جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، اگر سارے سمندر سیاہی ہو جائیں، درخت قلمیں بن جائیں اور زمین و آسمان والے لکھنے بیٹھ جائیں، پھر بھی تمہاری فضیلت اور اجر بیان کرنے سے عاجز رہ جائیں۔"

(نور الابصار:٦)

جو علی کو مولیٰ نہ مانے وہ مومن نہیں:

محدث ابن حجر ہیتمی، دار قطنی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ دو اعرابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا معاملہ لے کر آئے، آپ نے ان کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا، انہوں نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا:

هذا يقضى بيننا.

"یہ ہمارا فیصلہ کرے گا؟"

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور اس شخص کو گدی سے پکڑ کر فرمایا: بدبخت! تو ان کی عظمت کو کیا جانے؟

ھذا مولاک و مولی کل مومن و من لم یکن مولاہ فلیس بمومن.

"یہ تیرے مولیٰ ہیں اور ہر ایمان دار کے مولیٰ ہیں، جو انہیں مولیٰ نہ مانے وہ مومن ہی نہیں۔"

(الصواعق المحرقۃ: ۱۷۹)

شہزادگانِ علی کو پوشاکیں پہنے دیکھ کر حقیقی مسرت ہوتی:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد ثبت ان عمر بن الخطاب کان یکرمھما و یحملھما و یعطیھما کما یعطی اباھما.

"یہ بات تحقیقی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہت تکریم فرماتے، انہیں اٹھاتے اور ان کی خدمت میں عطیات پیش کرتے، جیسا کہ ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحائف سے نوازتے۔"

ایک بار آپ نے صحابہ کرام کے صاحبزادوں میں یمنی پوشاکیں تقسیم کیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو نہ دیں اور فرمایا کہ یہ حضرات حسن و حسین کے لیے موزوں نہیں۔ آپ نے یمن میں اپنے نائب کو خط لکھا کہ فوری طور پر حسنین کریمین کے شایانِ شان دو پوشاکیں بھجوائی جائیں جب یمن سے پوشاکیں تیار ہو کر آئیں اور حسنین کریمین نے زیب تن کیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد كنت اراها عليهم فما يهنيني حتى رايت عليهما مثلها.

"سب نے پوشاکیں پہنیں مگر مجھے خوشی نہ ہوئی، اب جب کہ ان شہزادوں نے زیب تن کی ہیں تو مجھے حقیقی مسرت ہوئی ہے۔"

(الریاض النضرۃ ۲/۳۴۱)

یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ضمانت نامہ پاس ہو:

ایک دفعہ مال تقسیم کرنے لگے اور آغاز سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا، تو آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

ابا جان! پہلے مجھے دیں، میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ میں خلیفہ کا بیٹا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

بیٹے! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ پہلے ان کے باپ جیسا باپ اور ان کے جدامجد جیسا جد کریم تو لا۔ شاہ زادگان مال لے کر گھر پہنچے تو انہوں نے تمام واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا:

جاؤ اور امیر المومنین کو یہ خوشخبری سنا دو، جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ کے پاس جبریل امین علیہ السلام اللہ رب العالمین کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے تھے کہ:

عمر سراج اهل الجنة.

"عمر جنتیوں کے سورج ہیں۔"

شاہ زادگان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی تو آپ نے حد درجہ خوشی اور مسرت و انبساط کا اظہار کیا اور فرمایا:

شہزادو! جو بات آپ نے کہی ہے، ذرا اپنے والد گرامی سے لکھوا لاؤ۔

امام محب طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تو صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور کہا:

کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

"عمر سراج اہل جنت ہے۔" آپ نے کہا، ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو پھر مجھے یہ لکھ کر دیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر لکھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما ضمن علی بن ابی طالب لعمر بن الخطاب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ تعالی ان عمر بن الخطاب سراج اھل الجنۃ۔

"یہ ضمانت نامہ ہے، علی بن ابی طالب کی طرف سے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ عمر جنتیوں کے سراج ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے محفوظ کر لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی:

اذا انا مت و غسلتمونی و کفنتمونی فادرجوا ھذہ معی فی کفنی حتی القی بھا ربی۔

"میری وفات کے بعد تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو یہ تحریر (ضمانت نامہ) میرے ساتھ ہو۔"
چنانچہ آپ کے وصال کے بعد اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

(الریاض النضرۃ:۲/۸۱۱)

محب طبری فرماتے ہیں:

جنت میں نور ہی نور ہوگا، تاریکی نہیں ہوگی۔ اہل جنت سے مراد ایمان دار ہیں (یعنی حضرت عمر ایمان داروں کے سردار ہیں)، جب کفر کی ظلمت تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کا ظہور ہوا، کفر کی تاریکی چھٹ گئی، اس لیے آپ کو سراج (سورج) فرمایا گیا۔

(الریاض النضرۃ:۲/۳۱۲)

حضرت عثمان غنی حسنین کریمین کی عزت و تکریم کرتے تھے:

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی بھی بہت عزت کرتے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

كان عثمان يكرم الحسن والحسين و يحبهما.

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و تکریم کرتے اور ان سے محبت رکھتے۔"

(البدایہ والنہایہ، ۸/۳۶)

فضائل اصحابِ رسول

(کتبِ شیعہ کی روشنی میں)

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا . ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ . وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ . نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ .(پ ۱۱ ، ع ۲)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی۔ خدائے تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور تمہارے آس پاس کے بدوؤں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ میں سے (بھی) نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے رسول) تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو

خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ
بڑے عذاب کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اللہ ہمارے ساتھ ہے:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ
یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا .(پ ۱۰، ع ۱۲)
”جبکہ ان لوگوں نے جو کافر ہو گئے تھے۔ اسے ایسے وقت میں
نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جس وقت کہ وہ دونوں غار میں
تھے اس وقت تمہارا رسول اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے۔
بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔(ترجمہ مقبول)

ہم ان کو ان کے گھروں، شہروں کے بدلہ میں مدینہ عطا کریں گے

علامہ ”طبرسی“ نے لکھا ہے:

مجمع البیان

(وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا) مَعْنَاهُ
وَالَّذِیْنَ فَارَقُوْا اَوْطَانَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ فِرَارًا
بِدِیْنِهِمْ وَ اتِّبَاعًا لِنَبِیِّهِمْ فِی اللّٰهِ اَیْ فِیْ سَبِیْلِهٖ لِابْتِغَاءِ
مَرْضَاتِهٖ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ وَ عَذَّبُوْهُمْ
بِمَكَّةَ وَ بَخَسُوْهُمْ حُقُوْقَهُمْ (لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً)
اَیْ بَلْدَةً حَسَنَةً بَدَلَ اَوْطَانِهِمْ وَ هِیَ الْمَدِیْنَةُ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ وَ قِیْلَ لَنُعْطِیَنَّهُمْ حَالَةً حَسَنَةً وَ هِیَ النَّصْرُ وَ الْفَتْحُ
وَ قِیْلَ هِیَ مَا اسْتَوْلَوْا عَلَیْهِ مِنَ الْبِلَادِ وَ فُتِحَ لَهُمْ مِنَ

الو لآیٰت.

(تفسیر مجمع البیان، جلد سوم، جز ششم، ص ۳۶۱)

ترجمہ: آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کی خاطر اپنے وطن، شہر اور اپنا گھر بار چھوڑا اور اپنے نبی کی اتباع کرتے ہوئے اور خدا کی رضا چاہتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا جب کہ مشرکین نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور مکہ میں ان کو تکالیف پہنچائیں اور ان کے حقوق پامال کیے تو ان تمام تکالیف و مصائب کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم ان کو دنیا میں ان کے شہروں کے بدلہ "مدینہ" عطا کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم انہیں پہلی حالت سے زیادہ بہتر حالت عطا کریں گے اور وہ نصرت و فتح ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہت سے شہروں کا قبضہ اور مختلف حکومتوں کو زیر نگیں کرنا مراد ہے۔"

بے شک اللہ ان مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا o لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا. (پ ۲۶، الفتح)

ترجمہ: اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ اللہ اس

کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے ندیاں بہتی ہوں گی اور جو روگردانی کرے گا اسے دردناک عذاب میں معذب فرمائے گا۔ بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے آگاہ ہے۔ پھر اس نے تسکین ان پر نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا۔ (ترجمہ مقبول)

ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا، جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔ (منہج الصادقین)

وہمہ اصحاب بیعت کردن برآنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آں کہ کشتہ شوند یا فتح نمایند۔ وحضرت فرمود یک کس بدوزخ نہ رود ازاں مومناں کہ زیر درخت ثمرہ بیعت کردند وایں بیعت را بیعت رضواں نام نہادند بجہت آنکہ حق سبحانہٗ درحق ایشاں فرمود (لقد رضی اللّٰہ) بتحقیق کہ خدائے تعالیٰ خوشنود گشت (عن المؤمنین) از گرویدن اصحاب (اذ یبایعونک) وقتی کہ بیعت کردند باتو (تحت الشجرۃ) در زیر درخت (فعلم) پس خدائے میداند (ما فی قلوبھم) آنچہ در دلہائے ایشاں است از خلوص عقیدت وصفاء نیت در زیر درخت ووفا وصداقت نسبت بتو۔ (تفسیر منہج الصادقین، جلد ۸، ص ۳۶۵، ۳۶۶)

ترجمہ: اس بات پر تمام صحابہ کرام نے بیعت کی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح سے ہمکنار لیکن آپ سے کبھی کنارہ کش نہ ہوں

گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں۔ کیوں کہ ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی کا اس طرح ذکر فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب کہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی خلوصِ عقیدت اور صفائی نیت کو جو انہوں نے بوقتِ بیعت کی اور اللہ ان کی صداقت اور وفا کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جو ان کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔ (مجمع البیان)

(لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) يَعْنِيْ بَيْعَتَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَ تُسَمّٰى بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ لِهٰذِهِ الْاٰيَةِ وَ رَضَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْهُمْ هُوَ اِرَادَتُهٗ تَعْظِيْمَهُمْ وَ اِثَابَتَهُمْ وَ هٰذَا اِخْبَارٌ مِنْهُ سُبْحَانَهٗ رَضِيَ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي الْحُدَيْبِيَّةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الْمَعْرُوْفَةِ وَ هِيَ شَجَرَةُ السَّمَرَةِ (فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ) مِنْ صِدْقِ النِّيَّةِ فِي الْقِتَالِ وَ الْكَرَاهَةِ لَهٗ لِاَنَّهٗ بَايَعَهُمْ عَلَى الْقِتَالِ عَنْ مَقَاتِلٍ وَ قِيْلَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْيَقِيْنِ وَ الصَّبْرِ وَ الْوَفَاءِ (فَاَنْزَلَ،

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ) وَ هِيَ اللُّطْفُ الْقَوِيُّ لِقُلُوْبِهِمْ وَ الطَّمَانِيَّةُ.

(تفسیر مجمع البیان، جلد پنجم، جز نہم، ص ۱۱۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان مومنوں سے راضی ہو گیا، (جن کی تعداد متعدد روایات مشہورہ کے مطابق ۱۵۲۵ تھی) جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت حدیبیہ کی جسے "بیعت رضوان" کہتے ہیں کیوں کہ اللہ نے ان سے اپنی "رضا" کا وعدہ فرمایا اور اس کی رضا دراصل ان کی تعظیم کے ارادے اوران کی ثابت قدمی کے ذریعہ ظاہر فرمائی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خبر ہے کہ اللہ ان مومنوں سے راضی ہوا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت کی اور وہ درخت کیکر کا درخت مشہور ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی صدق نیت کو جانتا ہے جو جہاد کے بارے میں ان کے سخت رویہ میں تھی۔ کیوں کہ ان کی بیعت لڑائی کی خاطر تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے دلوں میں جو یقین، صبر اور وفا تھے۔ اللہ کو ان کا بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جوان کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔

بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا . لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ. (انفال: پ ۱۰، ۶۳)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیے اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی۔ برحق مومن وہی ہیں۔ بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے۔

ایمان کی حقانیت اور صداقت کو پختہ کر دکھایا کیونکہ ان کا یہ سب کچھ دین کی خاطر تھا۔ (صافی)

"تفسیر صافی" میں مذکور ہے

ترجمہ: اس لیے کہ انہوں نے ہجرت کر کے نصرت و امداد کے ذریعہ اور مال و گھر والوں سے جدائی کر کے اپنے ایمان کی حقانیت اور صداقت کو پختہ کر دکھایا کیونکہ ان کا یہ سب کچھ دین کی خاطر تھا۔

اپنے وطن سے ہجرت کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔

"علامہ طبرسی" اسی آیت کے ذیل میں یوں رقم طراز ہیں:

ثُمَّ عَادَ سُبْحَانَهُ اِلٰی ذِکْرِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ مَدْحِهِمْ وَ الثَّنَاءِ عَلَیْهِمْ فَقَالَ (وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) اَیْ صَدَّقُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ هَاجَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ یَعْنِیْ مِنْ مَکَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَ جَاهَدُوْا مَعَ ذَالِکَ فِیْ اِعْلَاءِ دِیْنِ اللّٰهِ (وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا) اَیْ ضَمُّوْهُمْ اِلَیْهِمْ وَ نَصَرُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ . (اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

حَقًّا) اَیْ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّقُوْا اِیْمَانَهُمْ بِالْهِجْرَةِ وَ النُّصْرَةِ بِخَلَافِ مَنْ اَقَامَ بِدَارِ الشِّرْکِ وَ قِیْلَ مَعْنَاهُ اِنَّ اللّٰهَ حَقَّقَ اِیْمَانَهُمْ بِالْبِشَارَةِ الَّتِیْ بَشَّرَهُمْ بِهَا وَ لَمْ یَکُنْ لِمَنْ لَمْ یُهَاجِرْ وَ لَمْ یَنْصُرْ مِثْلُ هٰذَا.

(تفسیر مجمع البیان، جلد دوم، جزء رابع، ص ۵۶۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پھر مہاجرین و انصار کی مدح وثنا شروع فرمائی اور کہا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یعنی (ایمان لانے کا معنی) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور اپنے وطن مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جہاد بھی کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین مجاہدین کو اپنے ہاں جگہ دی اور نبی کریم ﷺ کی مدد کی۔ یہ لوگ حقیقی مومن ہیں یعنی کچھ حضرات نے ہجرت کے ذریعے اور دوسروں نے ان کی نصرت کے ذریعے اپنے ایمان کی حقانیت واضح کر دی۔ برخلاف ان کے جو "دارالشرک" میں ٹھہرے رہے (اور ہجرت و جہاد نہ کیا) اور اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارت کے ذریعہ جو انہیں دی گئی۔ ان کے ایمان کی تصدیق کر دی اور جن لوگوں نے ہجرت بھی نہ کی اور مہاجرین کی مدد بھی نہ کی، ان کے لیے ایسی بشارت نہیں۔

رزق کریم سے جنتی کھانا مراد ہے (مجمع البیان)

"تفسیر مجمع البیان" میں ہی "لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ" کے تحت مذکور ہے۔

لَا یَشُوْبُہٗ مَا یَنْقُصُہٗ وَ قِیْلَ الرِّزْقُ الْکَرِیْمُ ھٰھُنَا طَعَامُ الْجَنَّۃِ لِاَنَّہٗ لَا یَسْتَحِیْلُ فِیْ اَجْوَافِھِمْ نَجْوًا بَلْ یَصِیْرُ کَالْمِسْکِ رِیْحًا.

ترجمہ: "رزق کریم" ایسا رزق ہے جس میں کمی کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رزق کریم" سے یہاں جنتی کھانا مراد ہے۔ کیوں کہ جنتیوں کے پیٹ میں (جنتی کھانا کھانے کی وجہ سے) پاخانہ کا وجود ناممکن ہے بلکہ وہ کھانا پیٹ میں جا کر خوشبو ہی خوشبو ہو جائے گا۔

اللہ نے ایمان والے نیکی کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذَالِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا.

(پ۲۶، ع۱۲)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھی کفار کے لیے سخت اور باہمی بہت نرم ہیں، تم انہیں رکوع، سجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے پاؤ گے۔ ان کے ماتھوں پر آثار سجدہ نمایاں ہیں۔ یہ مثال ان کی توراۃ میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے کہ اس نے اپنی کونپل نکالی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ اب کھیتی والے کو خوش کرتی ہے تاکہ ان سے کفار کو غیظ و غضب دلائے۔ اللہ تعالٰی نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

قیامت کے دن ان کے مقامِ سجود روشن ہوں گے (مجمع البیان)

"مجمع البیان" میں اس آیت کے تحت اس کی تفسیر یوں مرقوم ہے:

(مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) نَصَّ سُبْحَانَهٗ عَلٰی اِسْمِهٖ لِيُزِيْلَ كُلَّ شُبْهَةٍ تَمَّ الْكَلَامُ هُنَا. ثُمَّ اَثْنٰى عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ (وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) قَالَ الْحَسَنُ بَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِيَابِ الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى لَا تَلْتَزِقَ بِثِيَابِهِمْ وَ عَنْ اَبْدَانِهِمْ حَتّٰى لَا تَمَسَّ اَبْدَانَهُمْ وَ بَلَغَ تَرَاحُمُهُمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اَنْ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَ عَانَقَهٗ وَ مِثْلُهٗ قَوْلُهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) هٰذَا اِخْبَارٌ عَنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَ مُدَاوَمَتِهِمْ عَلَيْهَا (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

رِضْوَانًا) اَیْ یَلْتَمِسُوْنَ بِذَالِکَ زِیَادَۃَ نِعَمِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ یَطْلُبُوْنَ مَرْضَاتَهٗ (سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) اَیْ عَلَامَاتِهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْ تَکُوْنَ مَوَاضِعُ سُجُوْدِهِمْ اَشَدَّ بَیَاضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عِطِیَّةٍ قَالَ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبَ یَکُوْنُ مَوَاضِعُ سُجُوْدِهِمْ کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَ قِیْلَ هُوَ التُّرَابُ عَلَی الْجِبَاهِ لِاَنَّهُمْ یَسْجُدُوْنَ عَلَی التُّرَابِ لَا عَلَی الْاَثْوَابِ عَنْ عِکْرَمَةَ وَ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَ اَبِی الْعَالِیَةِ وَ قِیْلَ هُوَ الصُّفْرَةُ وَ النُّحُوْلُ عَنِ الضَّحَاکِ قَالَ الْحَسَنُ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ مَرْضٰی وَ مَا هُمْ بِمَرْضٰی۔

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، ج۹۔ ص۱۲۷، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسمِ گرامی (محمد ﷺ) نصاً ذکر فرمایا تا کہ ہر قسم کے شبہ کا ازالہ کر دیا جائے۔ یہ مکمل جملہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی اور فرمایا جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم دل ہیں" حسن" کہتے ہیں کہ ان کا کفار کے لیے سخت ہونا اس قدر تھا کہ ان مشرکین کے کپڑوں کی طرح کپڑے بھی نہ پہنتے تھے اور ان کے بدن سے اتنی نفرت تھی کہ بدن کے ساتھ بدن لگنا گوارا نہ تھا۔ لیکن آپس میں ان کی شفقت اس قدر تھی کہ اگر ایک مومن دوسرے کو دیکھ لیتا تو اس سے مصافحہ اور معانقہ کیے بغیر نہ رہتا۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرمایا:" اَذِلَّةٍ عَلَی

الْمُؤْمِنِيْنَ اَعَزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ " (تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) ان کو رکوع و سجود میں دیکھنا دراصل ان کی کثرتِ نماز اور پابندیٔ نماز کا ذکر ہے (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا) یعنی نماز کی پابندی کے سبب اللہ تعالیٰ سے زیادہ نعمتوں کے سائل تھے اور اس کی خوشنودی کے متلاشی تھے (سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) یعنی قیامت کو ان مومنین کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے مقامِ سجود (ہاتھ، پاؤں، چہرہ) روشن اور سپید ہوں گے۔

حضرت ابن عباس اور عطیہ سے شہر بن حوشب نے کہا کہ ان کے مقام سجود چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور کہا گیا ہے کہ اس علامت سے مراد ان کی پیشانی پہ لگی مٹی ہے کیوں کہ وہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ کپڑے وغیرہ بچھا کر نہیں۔ عکرمہ، سعید بن جبیر اور ابوالعالیہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس علامت سے مراد ان کے چہروں کی زردی ہے۔ حسن کہتے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو تجھے بیمار لگیں گے۔ حالاں کہ وہ بیمار نہیں (بلکہ کثرتِ نماز اور خوفِ خدا سے ان کے چہرے زرد پڑ چکے ہیں)۔

اہلبیت اور اصحاب کے ذریعے آپ کو مضبوطی ملی (منہج الصادقین)

علامہ کاشانی "منہج الصادقین" میں "ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اِلٰى يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ " کے تحت لکھتے ہیں:

"و بہر آئینہ ایں مثل یا از برائے بیان حال حضرت رسالت است یا اصحاب یعنی ہمچنانکہ دانۂ مزرع در بدایت حال شاخہائے ضعیف و نحیف از او پیدا میشود و بتدریج تربیت می یابد۔ تا کہ قوی و جسیم

میشود۔ وسبب تعجب مزارعاں میگردد حضرت رسالت واصحاب نیز در
بدایت حال در نہایت نحافت وضعف بودند و بعد از آں بر سبیل
تدریج قوت میگرفتند تا کہ قوت تمام گرفتہ بر جمیع عالمیان فائق آمدند و
سبب تعجب مردمان شدند و باینکہ ایں مثل از برائے بیانِ حال حضرت
رسالت شد۔ در بداءِ اسلام بے یار و معاون بود و بعد از آں بسبب
اہلِ بیت واصحاب قوت پیدا کرد۔ پس زرع آنحضرت باشد و شطاءٗ
اصحاب او کہ دست اورا قوی گردانیدند۔ یعنی ہمچناں کہ زرع در اوّل
حال دقیق است و بتدریج غلیظ وقوی میشود۔ و شاخہا برا و متلاحق
میگردد و بحیثیتی مے شود کہ مزارعان از قوت و کثرت آں متعجب
میگردند۔ پیغمبر نیز در اوّل حال کہ بر امر رسالت برخواست۔ بسبب
عدم معاون و ناصر در کمال ضعف بود۔ بعد از آں خدائے تعالیٰ اورا
نیز ومند گردانید باہل ایمان بر وجہی کہ مردمان از قوت وشوکت و
بسطت او تعجب کردند۔ یا آنکہ مثل آنحضرت بودہ باشد کہ در بداءِ
اسلام در نہایت ضعف و قلت بودند، بعد از آں بسیار شدند۔ و کار
ایشاں بمرتبۂ ترقی نمود کہ عالمیان از کثرت ایشاں تعجب نمودند۔
(تفسیر منہج الصادقین، جلد ہشتم، صفحہ ۳۸۹)

ترجمہ: بہرحال یہ مثال یا تو خود حضور ﷺ کی حالت بیان کرنے
کے لیے یا آپ کے صحابہ کی حالت بیان کرنے کے لیے دی گئی
یعنی جس طرح زمین میں دانہ پھوٹنے کے بعد ابتداءً اس کی شاخیں
اور پتے کمزور ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان میں قوت و جسامت
آتی ہے جسے دیکھ کر انسان تعجب کرتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ

اور آپ کے صحابہ شروع میں نہایت کمزور و ناتواں تھے پھر اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قوت ملتی رہی یہاں تک کہ تمام دنیا پر غالب آ گئے اور لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا۔
اس وجہ سے یہ کہ مثال رسول اللہ ﷺ کی حالت ہو کہ ابتداءِ اسلام میں آپ بے یارومددگار تھے پھر اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے ذریعہ آپ کو مضبوطی ملی تو اس تفسیر کے مطابق کھیتی خود حضور ہوئے اور اس کے "پتے شاخیں" آپ کے صحابہ ہوئے، جنہوں نے آپ کو قوت پہنچائی یعنی جس طرح کہ پودا شروع میں دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے اور اس کی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ معاون اور مددگار بنتی ہیں اور پھر ان کی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کسان ان کی قوت اور کثرت سے تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا بھی یہی حال تھا۔ آپ جب "امرِ رسالت" کے لیے اُٹھے تو معاون و مددگار کوئی نہ تھا اور اس وجہ سے کمزوری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ذریعہ آپ کو قوت بہم پہنچائی جسے دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے یا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خود صحابہ کرام کی ابتدائی کیفیت ہو جب وہ بوجہ قلّتِ تعداد کے کمزور تھے۔ پھر مومنین بکثرت ہونے پر اللہ نے انہیں شوکت و دبدبہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی۔

ان مؤمنین کے لیے ان کے پچھلے گناہوں کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمادی۔ (مجمع ال بیان)

علامہ طبرسی اپنی معروف تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں:

هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِمُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِهٖ فَالزَّرْعُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ الشَّطْاءُ اَصْحَابُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ حَوْلَهٗ وَ كَانُوْا فِيْ ضُعْفٍ وَّ قِلَّةٍ كَمَا يَكُوْنُ اَوَّلُ الزَّرْعِ رَقِيْقًا ثُمَّ غَلَظَ وَ قَوِيَ وَ تَلَاحَقَ فَكَذٰلِكَ الْمُؤْمِنُوْنَ قَوّٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى اسْتَغْلَظُوْا وَ اسْتَوَوْا اَمْرَهُمْ (لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) اَیْ اِنَّمَا كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ وَ قَوَّاهُمْ لِيَكُوْنُوْا غَيْظًا لِّلْكَافِرِيْنَ بِتَوَافُرِهِمْ وَ تَظَاهُرِهِمْ وَ اِتِّفَاقِهِمْ عَلَى الطَّاعَةِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَهٗ (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) اَیْ وَعَدَ مَنْ اَقَامَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ الطَّاعَةِ (مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً) اَیْ سِتْرًا عَلٰى ذُنُوْبِهِمُ الْمَاضِيَةِ (وَ اَجْرًا عَظِيْمًا) اَیْ ثَوَابًا جَزِيْلًا دَائِمًا.

(تفسیر مجمع البیان، جلد ۵، ج۹، ص ۱۲۸)

ترجمہ: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی دی ہے تو کھیتی خود حضور ہوئے اور اس سے پھوٹنے والی ٹہنیاں اور پتے صحابہ کرام و دیگر مومنین ہوئے تو شروع کھیتی کی طرح ابتداءً یہ بھی کمزور تھے۔ پھر جس طرح پودا ذرا بڑھتا ہے موٹا اور طاقت ور ہوتا ہے۔ اسی طرح مؤمنین بھی بعض دوسرے مومنین کے ملنے سے

مضبوط ہوگئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادتی اور قوت اس لیے عطا فرمائی تا کہ وہ کفار کے لیے اپنی کثرت اور غلبہ کی بناء پر غیظ و غضب کا سبب بنیں اور انہیں اللہ کی اطاعت میں متفق دیکھ کر کافر جل بھن جائیں۔ان مومنین کے لیے ان کے زمانہ ماضی کے گناہوں کی اللہ نے پردہ پوشی فرما دی۔اور بہت بڑا اور دائمی ثواب عطا فرمایا۔

اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ . اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَ مَا اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ.

(پارہ ۲۸، رکوع ۷)

ترجمہ: اے ایمان لانے والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان سے محبت سے پیش آتے ہو حالاں کہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے وہ اس کی قطعی منکر ہو چکے ہیں۔وہ رسول کو اور تم کو اسی بناء پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو (تو ایسا نہ کرو کہ) تم ان کو چپکے چپکے دوستی کے پیغام دیتے ہو حالانکہ جو کچھ تم

چھپاتے ہو اور جس کا تم اظہار کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور جو تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے قطعی بھٹکا ہوا ہے۔(ترجمہ مقبول)

1۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں معروف شیعہ مفسر "علامہ طبرسی" اپنی معروف تفسیر "مجمع البیان" میں یوں لکھتے ہیں:

نُزِلَتْ فِیْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ وَ ذَالِکَ اَنَّ سَارَةَ مَوْلَاةَ عَمْرِو بْنِ صَیْفِی بْنِ هَشَامٍ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ بَدْرٍ بِسَنَتَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَمُسْلِمَةً جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ اَمُهَاجِرَةً جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ فَمَا جَاءَ بِكِ قَالَتْ كُنْتُمُ الْاَصْلَ وَ الْعَشِيْرَةَ وَ الْمَوَالِيَ وَ قَدْ ذَهَبَ مَوَالِيَ وَ احْتَجْتُ حَاجَةً شَدِيْدَةً فَقَدِمْتُ عَلَيْكُمْ لِتُعْطُوْنِيْ وَ تَكْسُوْنِيْ وَ تَحْمِلُوْنِيْ قَالَ فَاَيْنَ اَنْتِ مِنْ شُبَّانِ مَكَّةَ وَ كَانَتْ مُغَنِّيَةً نَائِحَةً قَالَتْ مَا طَلَبَ مِنِّیْ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَحَثَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْهَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَكَسَوْهَا وَ حَمَلُوْهَا وَ اَعْطُوْهَا نَفَقَةً وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَجَهَّزُ لِفَتْحِ مَكَّةَ فَاَتَاهَا حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ وَ كَتَبَ مَعَهَا كِتَابًا اِلَى اَهْلِ مَكَّةَ وَ اَعْطَاهَا عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ عَنْ مَقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ وَ كَسَاهَا

بُرْدًا عَلٰی اَنْ تُوْصِلَ الْكِتَابَ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ وَ كَتَبَ فِی
الْكِتَابِ مِنْ حَاطِبِبْنَ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ يُرِيْدُكُمْ فَخُذُوْا حِذْرَكُمْ فَخَرَجَتْ سَارَةٌ وَ نَزَلَ
جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلِيًّا وَّ عَمَّارًا
وَ عُمَرَ وَ الزُّبَيْرَ وَ طَلْحَةَ وَ مِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَ اَبَامَرْثَدٍ
وَكَانُوْا كُلُّهُمْ فُرْسَانًا وَ قَالَ لَهُمْ اِنْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا
رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبٍ اِلَی
الْمُشْرِكِيْنَ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَخَرَجُوْا حَتّٰی اَدْرَكُوْهَا فِیْ
ذَالِكَ الْمَكَانِ الَّذِیْ ذَكَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَهَا اَيْنَ الْكِتَابُ فَحَلَفَتْ بِاللّٰهِ مَا مَعَهَا مِنْ
كِتَابٍ فَنَحُّوْهَا وَ فَتَّشُوْا مَتَاعَهَا فَلَمْ يَجِدُوْا مَعَهَا كِتَابًا
فَهَمُّوْا بِالرُّجُوْعِ فَقَالَ عَلِیٌّ وَ اللّٰهِ مَا كَذَبْنَا وَ سَلَّ سَيْفَهُ
وَ قَالَ لَهَا اَخْرِجِی الْكِتَابَ وَ اِلَّا وَ اللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ
عُنُقَكِ فَلَمَّا رَاَتِ الْجِدَّ اَخْرَجَتْهُ مِنْ ذَوَائِبِهَا قَدْ اَخْبَاَتْهُ
فِیْ شَعْرِهَا فَرَجَعُوْا بِالْكِتَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلٰی حَاطِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ هَلْ تَعْرِفُ
الْكِتَابَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ قَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَفَرْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَ لَا غَشَشْتُكَ مُنْذُ
نَصَحْتُكَ وَ لَا اَحْبَبْتُهُمْ مُنْذُ فَارَقْتُهُمْ وَ لٰكِنْ لَمْ يَكُنْ
اَحَدٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا وَ لَهٗ بِمَكَّةَ مَنْ يَمْنَعُ عَشِيْرَتَهٗ وَ

كُنْتُ عَزِيْزًا اِلَيْهِمْ اَىْ غَرِيْبًا وَ كَانَ اَهْلِىْ بَيْنَ ظَهْرَانِيْهِمْ فَخَشِيْتُ عَلٰى اَهْلِىْ فَاَرَدْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا وَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ بِهِمْ بَاْسَهٗ وَ اَنَّ كِتَابِىْ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ شَيْئًا فَصَدَّقَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ عَذَرَهٗ فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ قَالَ دَعْنِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ وَ عَوْدُ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا يُدْرِيْكَ يَا عُمَرُ لَعَلَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَلَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.

(تفسیر مجمع البیان، جلد پنجم، جزء نہم، ص ۲۶۹، ۲۷۰، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: آیت مذکورہ "حاطب بن ابی بلتعہ" کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سارہ نامی لونڈی جو عمرو بن صیفی بن ہشام کی تھی۔ غزوۂ بدر کے دو سال بعد حضور ﷺ کے پاس آئی۔ اسے حضور نے پوچھا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا۔ ہجرت کر کے آ گئی ہے، اس نے پھر انکار کیا۔ آپ نے پوچھا تو پھر یہاں آنے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگی کہ آپ لوگ ہی میرے موالی اور رشتہ دار تھے۔ میرے موالی چلے آئے، مجھے ان کے بعد سخت ضروریات پیش آ گئیں تو میں ان ضروریات کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئی ہوں تاکہ مجھے کھانے، پینے، رہائش اور سواری کی شکل میں کچھ دو۔ آپ نے پوچھا مکہ کے وہ نوجوان کہاں ہیں جنہیں تو نغمہ اور گانے سے مسرور کرتی تھی کیوں کہ یہ گانے والی اور نوحہ کرنے والی مشہور عورت تھی۔ کہنے لگی غزوۂ بدر کے بعد میرا

بازار سرد پڑ گیا۔ کسی نے اس قسم کی کبھی سفارش نہیں کی تو یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے بنو عبدالمطلب کو جوش دلایا انہوں نے اس مغنیہ کو کھانے، پینے، لباس اور سواری عطا کی۔ ادھر حضور ﷺ فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو حاطب بن ابی بلتعہ اس عورت کے پاس آیا اور اسے اہل مکہ کے لیے ایک رقعہ دیا۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق دس دینار اور مقاتل بن حیان کی روایت کے مطابق دس درہم بھی دیئے اور ایک چادر بھی عنایت کی اور یہ سب چیزیں اس شرط پر کہ تجھے یہ رقعہ اہل مکہ کو پہنچانا ہے، اس رقعہ میں لکھا تھا کہ یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والوں کی طرف ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کا ارادہ فرما رہے ہیں تو اپنا بچاؤ کر لو تو یہی سارہ نامی عورت وہ رقعہ لے کر مکہ کی طرف چل پڑی۔ اس اثناء میں جبرئیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کو حاطب بن ابی بلتعہ کی ساری کارروائی بتا دی۔ حضور ﷺ نے حضرت علی، عمار، عمر، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابو مرثد کو اس کی گرفتاری کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ سب گھڑ سوار تھے اور فرمایا کہ جب تم خاخ نامی باغ میں پہنچو تو تمہیں ایک مسافرہ نظر آئے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکینِ مکہ کے نام ایک رقعہ ہے وہ اس سے لے لینا تو یہ سب چل پڑے۔ حتّٰی کہ بعینہٖ اسی مقام پر جس کا حضور ﷺ نے ذکر کیا تھا، اس عورت کو پا لیا۔ پوچھا رقعہ کہاں ہے؟ کہنے لگی۔ بخدا میرے پاس رقعہ وغیرہ شکل کی کوئی چیز نہیں۔ اسے ایک طرف لے جا کر خوب تفتیش کی

لیکن کچھ بھی برآمد نہ ہوا تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! نہ حضور ﷺ نے کذب بیانی کی اور نہ ہی ہم جھوٹے ہیں۔ یہ کہہ کر تلوار تانی اور گرجدار آواز میں کہا نکال رقعہ کہاں ہے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سختی دیکھ کر اس نے اپنی مینڈھیوں سے بالوں میں چھپایا ہوا رُقعہ نکالا۔ وہ رقعہ لے کر جب یہ حضرات حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا۔ یہ آئے اور پوچھا: کیا اس رقعہ کو جانتے ہو؟ کہنے لگے۔ جی۔ تو آپ نے پوچھا تمہیں ایسا کرنے پر کس بات نے مجبور کیا تھا۔ حاطب کہنے لگے یا رسول اللہ! جب سے اسلام قبول کیا کبھی کفر نہیں کیا اور آپ کی نصیحت کوشی کے بعد میں نے ہرگز کبھی منافقت نہیں کی۔ اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی انہیں پسند نہیں کیا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مہاجرین میں سے ہر ایک کا وہاں مکہ میں کوئی نہ کوئی سہارا ہے جو ان کے اہل وعیال کا دیکھ بھال کرنے والا ہو لیکن میں ان تمام میں سے زیادہ غریب ہوں اور مکہ میں میرا کوئی قریبی رشتہ دار اور قبیلہ نہیں جو میرے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرے تو میں نے اپنے اہل وعیال کے خوف کے پیش نظر حفظِ ماتقدم کے تحت یہ قدم اٹھایا اور مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں ضرور گرفتار کرے گا اور میرا رقعہ ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اسے سچا جانا اور معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے

اور عرض کی۔ حضور! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا عمر! تمہیں اس کے منافق ہونے کا کس نے ذکر کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو معاف فرما دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا اے اہلِ بدر جاؤ جو تمہاری مرضی عمل کرو، میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے (اور تم یقیناً جنتی ہو۔)

اے عمر! اللہ نے بدریوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

"صاحب منہج الصادقین" نے اس آیت کے ضمن میں یوں لکھا ہے:

"آوردہ اند کہ در سال ہشتم از ہجرت کہ بعد از دو سال بود۔ از مراجعت بدر حضرت رسالت (ﷺ) بطریق اخفا عزیمت مکہ داشت۔ سارہ کنیز ابی عمرو بن سیفی بن ہشام کہ در مکہ مغنیہ و ناحیہ بود از مکہ بمدینہ آمد رسول از او استفسار کرد کہ بجہت اسلام آوردن باینجا آمدہ۔ گفت نہ مرفود کہ بجہت مہاجرت گفت نہ بلکہ آمدہ ام تا مرا طعام ولباس وصید و باز بمکہ رجوع کنم۔ رسول فرمود کہ چرا از اہلِ مکہ طعام ولباس نہ طلبیدی۔ گفت بعد از واقعہ بدر بنوحہ وغنائی من کسی میل نہ کرد۔ وصلہ بمن نہ داد۔ ورسول فرزند عبدالمطلب را گفت کہ ویرا چیزے بدہید۔ ایشاں ویرا جامہ و دینار و زاد و راحلہ دادند۔ پس بنزدیک حاطب بن ابی بلتعہ آمد و از او چیزے طلبید۔ وی نامہ نوشت باہل مکہ بایں عبارت کہ "مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِعْلَمُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ يُرِيْدُكُمْ فَخُذُوْا حِذْرَكُمْ" ایں نامہ

ایست از حاطب بن ابی بلتعہ بسوئے اہل مکہ بدانید کہ رسول خدا
قصد شارا دارد۔ پس اسلحہ برخود راست کنید ۔ و آمادۂ قتال باشید ۔
نامہ بوی داد۔ دہ دینار و بروایتی دہ درہم با وعطا کرد و بُردے در او
پوشانید و گفت ایں نامہ را باہلِ مکہ رساں۔ سارہ نامہ را بستد و بمیان
موئے خود پنہاں کرد و روئے مکہ نہاد۔ جبرئیل (ع) رسول را از ایں
قصہ خبردار کرد۔ آں حضرت امیر المومنین وطلحہ و زبیر و عمار و مقداد و
عمر را امر کرد کہ براہِ مکہ متوجہ شوید کہ روضہ خاخ زنی را یابید کہ نامہ
داشتہ باشد کہ باہلِ مکہ رساند و آں متضمن اعلام اہلِ مکہ باشد از
قصہ ما بایں جانب آنرا بستانید و بیا ورید۔ حسب الامر عمل نمودہ
سوار شدند۔ وبآں موضع رفتند۔ وآں زن را آنجا یافتند واز او طلب
نامہ کردند۔ زن بگریہ در آمد و انکار ایں معنی کرد۔ اوراو متاعش
را جستند۔ نیافتند۔ پس قصد رجوع کردند۔ امیر المومنین فرمود کہ
بخدا سوگند کہ پیغمبر ہرگز دروغ نگفتہ۔ و آنچہ فرمودہ اخبار جبرئیل
بود۔ پس شمشیر از غلاف بکشید۔ ونزد وی رفت و گفت مرا شناسی۔
بخدا کہ اگر نامہ ندہی۔ گردنت بزنم۔ زن بترسید گفت زنہا دیا بن ابی
طالب روئی بگرداں نامہ را بتو دہم پس موئی سر خود بکشاد۔ و نامہ را از
آنجا بیروں آورد۔ و بامیر داد۔ آنحضرت نامہ رابنزد حضرت رسول
آورد۔ و مروی است کہ در روز فتح مکہ پیغمبر ہمہ کیانرا امان داد مگر
چہار کس کہ یکے از آنہا سارہ بود۔ القصہ حضرت رسول بر سرِ منبر
رفت و خطبہ بخواند و گفت یکے از شما نامہ باہلِ مکہ نوشتہ تا ایشاں را از
قصد ما آگاہ کند۔ اگر برخیزد وبآں اعتراف کند۔ فہوالمراد۔ والا اورا

رسوا گردانم۔ در نوبت اعادہ فرمود۔ کسی جواب ندارد۔ نوبت سیم حاطب برخواست وگفت یارسول اللہ! منم صاحب نامہ وخدائے دانا است کہ بعد از اسلام نفاق نورزیدم از دینِ اسلام برنگشتم۔ واز آں زمان کہ اسلام آوردہ ام۔ مودت ودوستی بایشاں نکردم لیکن منشاء نامہ فرستادن ایں بود کہ ہر کدام از مہاجرین در مکہ قبیلہ وعشیرہ وارحام دارند ومرادر آنجا قبیلہ وعشیرہ نیست۔ تا حمایت اہل ومال وولد من کنند بلکہ آنجا غریب افتادم۔ خواستم کہ مراحقی بر اہلِ مکہ ثابت گردد تارعایت مردم من کنند۔ وخواطر جوئی اہلِ من نمایند۔ وگرنہ من از سر یقین میدانم کہ باس وغضب خدائی بر ایشاں نازل خواہد شد وایں نامہ فائدہ بایشاں نہ خواہد داد پیغمبر تصدیق اونمودہ عذر اورا قبول فرمود عمر خطاب از جائے خود برخواست۔ گفت یا رسول اللہ! اجازت فرمائی تا گردن ایں منافق بزنم، رسول فرمود کہ وی از اہلِ بدر است وخدائے تعالٰی بدریاں را وعدۂ مغفرت دادہ۔ وایشاں را بخطاب مستطاب اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.

(تفسیر منہج الصادقین، جلد نہم، ص ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت کرتے ہیں کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد اور غزوۂ بدر کے دو سال بعد حضور ﷺ نے خفیہ طریقہ سے مکہ فتح کرنے کی تیاری شروع فرمائی۔ ابوعمرو بن سیفی بن ہشام کی سارۃ نامی لونڈی جو مکہ میں مغنیہ اور نائحہ تھی۔ مکہ سے مدینہ آئی۔ حضور نے اس سے پوچھا کیا اسلام قبول کرنے یہاں آئی ہو؟ کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا: کیا ہجرت کر آئی ہو؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا: پھر کس وجہ سے آنا ہوا؟

کہنے لگی اس لیے آئی ہوں تا کہ کچھ کھانا اور لباس عنایت ہو جائے
اور میں واپس مکہ چلی جاؤں گی۔ حضور نے فرمایا مکہ والوں سے تو
کھانے پینے اور لباس کا سوال کیوں نہیں کرتی؟ کہنے لگی: غزوۂ بدر
کے بعد میرے گانے اور نوحہ کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں کرتا اور
نہ ہی کوئی بخشش مجھے ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے عبدالمطلب کے
فرزندوں کو فرمایا کہ اسے کچھ دے دو۔ انہوں نے کھانے، پینے،
کپڑے اور نقدی و سواری دی۔ یہ عورت حاطب بن ابی بلتعہ کے
پاس مانگنے کے لیے آئی۔ انہوں نے ایک رقعہ اہل مکہ کی طرف لکھ
کر اسے دیا جس کا مضمون یہ تھا: "یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی
طرف سے مکہ والوں کو لکھا جا رہا ہے۔ سُن لو! رسولِ خدا ﷺ
تمہارے ساتھ لڑنے کی تیاری میں معروف ہیں۔ لہٰذا اپنے اسلحہ
درست کرلو اور لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔" رقعہ اس عورت کو دیا اور
کہا کہ اسے اہلِ مکہ تک پہنچا دینا۔ سارہ لونڈی نے وہ رقعہ بند کر
کے اپنے بالوں کے اندر چھپا لیا اور مکہ کی طرف چل پڑی۔ جبرئیل
علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس قصہ کی پوری خبر دی۔ آپ نے
حضرت علی، طلحہ، زبیر، عمار، مقداد اور عمر رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ مکہ کی
طرف جاؤ اور تمہیں "خاخ" نامی باغ میں ایک عورت ملے گی،
جس کے پاس اہل مکہ کے لیے ایک رقعہ ہوگا اور اس رُقعہ میں اہلِ
مکہ کو ہماری خفیہ تیاری کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے، وہ رقعہ اس
سے لے کر آنا۔ حسبِ ارشاد گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ حضرات چلے اور
اسی مقام میں اس عورت کو پالیا۔ جب اس سے رقعہ مانگا اس نے

رونا شروع کر دیا اور صاف انکار کر دیا۔ اس کی جامہ تلاشی اور سامان کی تلاشی لی گئی۔ لیکن رقعہ دستیاب نہ ہوا۔ لہٰذا سب نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے جھوٹ نہیں کہا۔ حضرت جبرئیل نے یہ سب باتیں انہیں بتائی ہیں۔ تلوار نیام سے نکالی اور اس عورت کے پاس جا کر کہا مجھے جانتی ہو۔ اللہ کی قسم! اگر رقعہ نہ دو گی تو قتل کر دوں گا، وہ ڈری اور کہنے لگی چہرہ دوسری طرف کرو، میں رقعہ دیتی ہوں۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو کھولا اور ان میں سے رقعہ نکال کر حضرت علی کو دے دیا اور حضرت علی نے آ کر وہ رقعہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔
ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن چار آدمیوں کے سوا حضور ﷺ نے سب اہلِ مکہ کو پناہ دی تھی۔ ان چار میں سے ایک یہ لونڈی بھی تھی جس کا نام سارہ تھا۔

حضور ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون ہے، جس نے اہلِ مکہ کو رقعہ لکھ کر ہماری خفیہ تیاری سے آگاہ کیا۔ اگر وہ اٹھ کر اعتراف کر لے تو بہتر ورنہ میں اسے آج سب کے سامنے ذلیل و رسوا کروں گا۔ کوئی نہ بولا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی فرمایا۔ پھر بھی کوئی نہ کھڑا ہوا۔ اگر وہ اٹھ کر اعتراف کر لے تو بہتر، ورنہ میں اسے آج سب کے سامنے ذلیل و رسوا کروں گا۔ کوئی نہ بولا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی فرمایا۔ پھر بھی کوئی نہ کھڑا ہوا۔ تیسری مرتبہ حاطب بن ابی بلتعہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: حضور!

یہ سب کچھ میں نے کیا ہے اور اللہ آگاہ ہے کہ میں نے اسلام کے بعد نفاق نہیں اختیار کیا۔ دینِ اسلام سے پھرا بھی نہیں ہوں۔ اسلام لانے سے لے کر آج تک اہلِ مکہ سے کبھی دوستی اور محبت نہیں رکھی لیکن اس رقعہ لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین میں سے مکہ کے اندر ہر ایک کا قبیلہ اور رشتہ دار موجود ہیں لیکن لیکن میرا کوئی قبیلہ اور رشتہ دار نہیں جو کہ میرے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کرے بلکہ میں وہاں غریب آدمی تھا تو میں نے چاہا کہ اس رقعہ کے ذریعہ اہل مکہ کی ہمدردیاں مجھ کو حاصل ہو جائیں تاکہ بوقتِ ضرورت میرے گھربار کی حفاظت کریں اور میرے اہل وعیال کو تسلی دیں۔ اس کے باوجود مجھے یقینِ کامل ہے کہ اللہ کا عذاب اور غضب مکہ والوں پر نازل ہو کر رہے گا اور اس رقعہ سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

حضور ﷺ نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کے عذر کو قبول فرما لیا۔ حضرت عمر بن خطاب اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ! اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے بارے میں مغفرت کا وعدہ فرما لیا ہے اور انہیں یہاں تک فرما دیا ہے جو چاہے کرو تمہیں میں نے معاف کر دیا ہے۔

جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی، مالی جانی جہاد کیا، اللہ کے ہاں سب سے بڑے درجے پر ہیں۔ (ترجمہ مقبول)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ . خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا. اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ .

(پ۱۰، ع۹)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہِ خدا کی ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ وہ اللہ کے نزدیک درجے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی رضامندی کی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی آسائش ہوگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر موجود ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد)

ان کا مرتبہ اور بزرگی اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے
(منہج الصادقین)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے معروف شیعہ مفسر "علامہ کاشانی"، اپنی مایہ ناز تفسیر "منہج الصادقین" میں یوں رقم طراز ہیں:

(اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) آنانکہ گرویدہ اند بخدائے بآنچہ آمدہ است،

از نزدیک او (وَ هَاجَرُوْا) وہجرت کردند از دیار خود (وَ جَاهَدُوْا) و جہاد کردند مشرکاں (فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) در راہ خدا (بِاَمْوَالِهِمْ) ببذل کردن مالہائے خود بر مجاہداں وتہیہ قتال ایشاں (وَ اَنْفُسِهِمْ) وبنفس ہائے خود در معارک جہاد (اَعْظَمُ دَرَجَةً) بزرگ تر انداز روئے درجہ یعنی مرتبہ و کرامت ایشاں بلند تر و بیشتر است (عِنْدَ اللّٰهِ) نزدیک خدا از آنہا کہ سقایۂ حاج و عمارت مسجد حرام کنند و جامع ایں صفات نباشند (وَ اُولٰٓئِکَ) وآں گروہ کہ مجتمع ایں کمالات اند (هُمُ الْفَائِزُوْنَ) ایشاں اند ظفر یافتگان با مانی و وجہانی۔

(تفسیر منہج الصادقین، جلد چہارم، ص ۲۳۲۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کی طرف سے آمدہ احکامات پر ایمان لائے اور اپنے شہروں سے ہجرت کی اور مشرکین کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کیا۔ اپنے اموال مجاہدین پر خرچ کیے اور تیاری جہاد میں مالی مدد کی اور میدانِ جنگ میں اپنی ذات کو بھی پیش کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بڑے درجہ کے مستحق ہیں یعنی ان کا مرتبہ اور بزرگی اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور یہ بزرگی حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والوں سے کہیں بہتر ہے۔ کیوں کہ ان میں وہ صفات جو مذکورہ مجاہدین میں ہیں، نہیں پائی جاتیں اور یہی گروہ جو ان کمالات کا جامع ہے، دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے۔

صاحب تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَیْ صَدَّقُوْا وَ اعْتَرَفُوْا بِوَحْدَانِیَّتِ اللّٰہِ وَ هَاجَرُوْا اَوْطَانَهُمُ الَّتِیْ هِیَ دَارُ الْکُفْرِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَیْ تَحْمِلُوا الْمُشَاقَّةَ فِیْ مُلَاقَاتِ اَعْدَاءِ الدِّیْنِ.

(تفسیر مجمع البیان، جلد۳، ج۵ ص۱۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کی اور اس کا اعتراف کیا اور اپنے دارالکفر کے وطنوں سے دارالسلام کی طرف ہجرت کی اور فی سبیل اللہ جہاد کیا یعنی دشمنانِ دین کے ساتھ مقابلہ میں بہت سی مشقتوں کو برداشت کیا۔

فرمان حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ علیہ السلام:

روزہ دار، شب زندہ، سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود تھا وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے۔

اَیْنَ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ دُعُوْا اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ وَ قَرَءُ وا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْهُ وَ هَیَّجُوْا اِلَی الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا وَ لَهُ اللِّقَاعَ اِلٰی اَوْلَادِهَا وَ سَلَبُوا السُّیُوْفَ اَغْمَادَهَا وَ اَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ نَحْفًا نَحْفًا وَ صَفًّا صَفًّا بَعْضٌ هَلَکَ وَ بَعْضٌ نَجَا لَایُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْیَاءِ وَ لَا یُعَزُّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰی مُرْهُ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُکَاءِ خُمُصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ

عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ اُولٰئِکَ اِخْوَانِی الذَّاهِبُوْنَ فَحَقٌّ لَنَا اَنْ نَظْمَاءَ اِلَیْهِمْ وَ نَعَضَّ الْاَیْدِیْ عَلٰی فِرَاقِهِمْ ۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۱، ص ۱۷۷۔۱۷۸۔ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: کہاں ہے وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لیے برانگیختہ ہوتے تھے اور اپنی دودھ دینے والی اونٹیوں کو ان کی اولاد سے جدا کر دیتے تھے اور وہ تلواروں کو نیاموں سے کھینچ لیتے تھے اور وہ دستہ دستہ اور گروہ گروہ ہو کر اطراف زمین پر چھا جاتے تھے، اس پر قبضہ کر لیتے تھے۔ بعض ان میں ہلاک ہو جاتے تھے اور بعض نجات پا جاتے تھے۔ نہ زندہ رہنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری کی آرزو تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں روتے روتے تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے۔ دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے زردیاں ان پر چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے، ہم پر لازم ہے کہ ان کی ملاقات کے پیاسے رہیں اور ان کی جدائی پر اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا کریں۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت مطبوعہ یوسفی، دہلی۔ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

بیٹا باپ کے مقابلہ میں یا باپ بیٹے کے مقابل ہوتا:

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم میں مذکورہ خطبہ کے الفاظ" وَ لَا یُبَشَّـــرُوْنَ بِالْاَحْیَاءِ وَ لَا یُعَزُّوْنَ بِالْمَوْتٰی " کے تحت ان کی شرح اس طرح کی ہے:

" وَ لَعَلَّهُمْ يَفْرَحُوْنَ بِقَتْلِ مَنْ يُقْتَلُوْنَهٗ فِيْ سَبِيْلِهٖ وَ اِنْ كَانَ وَلَدًا لِوَالِدِهٖ اَوْ بِالْعَكْسِ وَ اِنَّمَا كَانَ السَّهَرُ مُوْجِبًا لِصُفْرَةِ اللَّوْنِ لِاَنَّهٗ يُهَيِّجُ الْحَرَارَةَ وَ يُفْسِدُ السَّحَنَةَ وَ يُنْجِفُ الْبَدَنَ وَ يَكْثُرُ فِيْهِ الْمُرَّةُ وَالصُّفْرَةُ مِنْ تَوَابِعِ ذَالِكَ لَا سِيَّمَا فِی الْاَبْدَانِ النَّحِيْفَةِ كَمَا عَلَيْهِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَ مَكَّةَ وَ الْحِجَازِ.

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم، جلد ۳، خطبہ ۱۱۸، ص ۱۷۱۔ طبع جدید)

ترجمہ: شاید وہ اس شخص کو قتل کر کے خوش ہوتے جس نے انہیں دعوتِ لڑائی دی اگرچہ بیٹا باپ کے مقابلہ میں ہوتا یا باپ بیٹے کے مقابلہ میں اور بیداری ان کے جسمانی رنگ کی زردی کی وجہ اس لیے بنی کیوں کہ بیداری سے حرارت بڑھ جاتی ہے اور رنگ وروپ ضائع کر دیتی ہے۔ بدن کمزور پڑ جاتا ہے اور اس میں تیزابیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زردی، تیزابیت کے توابع میں سے ہے خاص کر کمزور بدن میں تو یہ بالکل زود اثر ہوتی ہے جیسا کہ مدینہ، مکہ اور حجاز کے رہنے والوں میں ہے۔

فرمان مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

وہ دانش مند اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے

وَ لَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اَلْحَقَنِيْ بِمَنْ هُوَ اَحَقُّ بِيْ مِنْكُمْ قَوْمٌ وَ اللّٰهِ مَيَامِيْنُ الرَّاْيِ مَرَاجِيْحُ الْعِلْمِ مَقَاوِيْلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيْكُ لِلْبَغْيِ مَضَوْا قُدُمًا عَلَى الطَّرِيْقَةِ وَ اَوْجَفُوْا عَلَى الْمَحَجَّةِ فَظَفِرُوْا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ وَ الْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ اَمَا وَاللّٰهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيْفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَاْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَ يُذِيْبُ شَحْمَتَكُمْ اِيْهٍ اَبَا وَ ذَحَةَ.

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۷، ص ۱۷۴، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اب تو میری دعا ہے اور میں اسی بات کو پسند رکھتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی: ان کی رائیں اور تدبیریں مامون ومبارک تھیں۔ وہ دانش مندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار، وہ بغاوت اور جور وستم کے ختم کرنے والے تھے، گزر گئے۔ دراں حالیکہ ان کے پاؤں طریقۂ اسلام پر مستقیم تھے، وہ راہِ واضح پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔ قسم خدا کی، اب تم پر ایک درشت خو، بلند

قامت اور جور و ستم کرنے والے کا بیٹا مسلط ہوگا اور تمہارے سبزہ زاروں کو کھا جائے گا۔ تمہاری چربیوں کو پگھلائے گا۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت، مطبوعہ دہلی، ص ۱۶۸)

وہ ہر وقت سچ کے ساتھی اور دین کے ناصح تھے

اس خطبہ کی شرح علامہ ابن میثم نے ان الفاظ کے ساتھ کی:

ثُمَّ عَقَبَ ذٰلِکَ بِالتَّبَرُّمِ مِنْهُمْ وَ طَلَبَ فِرَاقَهُمْ وَاللِّحَاقِ بِاَخْوَانِهٖ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ مُبَارِكِي الْاٰرَاءِ ثِقَالِ الْحُلُوْمِ لَا يَسْتَخِفُّهُمْ جَهْلُ الْجُهَّالِ مُلَازِمِي الصِّدْقِ وَ نَصِيْحَةِ الدِّيْنِ مِنْ شَانِهِمْ تَرْكُ الْبَغْيِ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ غَيْرِهِمْ مَضَوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْحَمِيْدَةِ سَالِكِيْنَ لِمَحَجَّةِ اللّٰهِ غَيْرُ مُلْتَفِتِيْنَ عَنْهَا فَوَصَلُوْا اِلَى الثَّوَابِ الدَّائِمِ وَ النَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ وَ قَرِيْنَةُ الظَّفَرِ تَخَصَّصَ الْعُقْبٰى بِالثَّوَابِ وَالْعَرَبُ تَصِفُ النِّعْمَةَ وَ الْكَرَامَةَ بِالْبَرْدِ.

(شرح نہج البلاغہ، ابن میثم جلد سوم خطبہ ۱۱۳، ص ۱۰۸)

ترجمہ: اسکے بعد حضرت علی نے اپنے شیعوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اللہ کے ان دوستوں کے ساتھ جو مبارک آراء والے اور بردبار ہیں، ان کے ساتھ ملنے کی دعا کی جو دینی بھائی بھی ہیں۔ جاہلوں کی جہالت جنہیں راہِ حق سے ہٹا نہ سکی۔ ہر وقت سچ کے ساتھی اور دین کے ناصح تھے۔ اپنے اور دوسروں کے لیے ظلم روا نہ رکھتے تھے۔ پسندیدہ طریقہ پر چلے۔ اللہ تعالیٰ کے بادلائل راستہ پر

یوں چلے کہ اس سے کبھی ادھر اُدھر التفات نہ کیا۔ وہ دائمی ثواب اور ابدی نعمتوں میں پہنچ گئے۔ (یعنی جنتی ہونے کی وجہ سے نعمہائے جنت کے مالک ہو گئے)۔

فرمان مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوتیں

لَقَدْ رَأَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ فَمَا اَرٰى اَحَدًا يُشْبِهُهُمْ مِنْكُمْ لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَ قَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّ قِيَامًا يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُوْدِهِمْ وَ يَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ الْجَمَرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ حَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ وَ مَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَ رِجَاءً لِّلثَّوَابِ۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۹۷، ص ۱۹۳)

ترجمہ: میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ تم میں کوئی بھی تو ان کی نظر دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ الجھے ہوئے بال، غبار آلود چہرے، ان کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی تھیں۔ کبھی ان کی پیشانیاں صرف سجود ہوتی تھیں، کبھی وہ اپنے معاد کے ذکر سے ایسے ہو جاتے تھے جیسے بقیہ تاخرما (ان میں ذرا بھی حس و حرکت نہ رہتی) سجدوں کے طول سے ان کی

آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) گھٹے پڑ کے ایسے ہو گئے تھے
جیسے بکریوں کے زانو۔ جب خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو ان کی
آنکھیں اشکبار ہوتی ہوئیں، جیب و دامن کو تر بتر کر دیتی تھیں۔ وہ
خوف عقوبت اور امید ثواب سے ایسے لرزتے تھے جیسے آندھی کے
وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت، ص۱۳۲۔ مطبوعہ یوسفی، دہلی)

دنیا کی لذت اور زینت کو ہمیشہ کے لیے ترک کر چکے تھے۔

علامہ ابن میثم شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَحدھا : الشعث و الغبرار و ھو اشارۃ الٰی قشفھم و ترکھم زینۃ الدنیا و لذاتھا۔

الثانی : بیاتھم سُجّدا و قیاما و اشار بہ الی احیائھم اللیل بالصلوٰۃ و ھو کقولہ تعالٰی وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔

اَلثَّالِثُ : مراوحتھم بین جباھھم و خدودھم و قد کان احدھم اذا تعبت جبھتہ من طول السجود رواح بینھا و بین خدّیہ۔

اَلرَّابِعُ : وقوفھم علی مثل الجمر من ذکر معادھم و اشار بہ قلقھم و وجدھم من ذکر المعاد و اھوال یوم القیامۃ کما یقلق الواقف علی الجمر مما یجدہ من حرارتہ۔

اَلْخَامِسُ: کانَّ بین اعینھم رکب المعزیٰ من طول سجودھم و وجہ المشابھۃ انَّ محال سجودھم من جباھھم کانت قد اسودّت و ماتت جلودھا وقسّت کما انّ رُکب المعزیٰ کذالک۔

اَلسَّادِسُ: انھم کانوا اذا ذکروا اللّٰہ ھملت اعینھم حتّٰی تبل جیوبھم و من روٰی جباھھم فذلک فی حال سجودھم ممکن و مادو کما تمید الشجر بالریح العاصف خوفًا من عقاب ربھم و رجاء ثوابہ فتارۃً یکون میدانھم و قلقھم عن خوف اللّٰہ و تارۃ یکون عن ارتیاح و اشتیاق الی ما عندہ من عظیم ثوابہٖ و ھو کقولہٖ تعالٰی اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم، جلد دوم، خطبہ ۹۴۔ صفحہ ۴۰۸)

(۱) صحابہ کرام کے بالوں کا پراگندہ ہونا اور غبار آلود ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے دنیا کی لذات اور زینت کو اچھا نہ سمجھتے ہوئے ترک کر دیا تھا۔

(۲) سجدہ اور قیام میں ان کا راتیں بسر کرنا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا. (اللہ کے بندے رات قیام و سجود میں گزار دیتے ہیں۔)

(۳) کبھی پیشانی اور کبھی رخسار پر سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب پیشانی پر سجدہ کی طوالت سے تھک جاتے تو رخسار پر سجدہ کر لیتے۔

(۴) آخرت کو یاد کرتے ہوئے انگاروں پر کھڑا ہونا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قیامت کے خطرناک حالات کو یاد کر کے بے قرار ہو جاتے۔ جس طرح انگاروں کے پاس کھڑا آدمی ان کی حرارت سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

(۵) ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر طول سجدہ کی وجہ سے بکری کے گھٹنے کی طرح نشان سے یہ مراد ہے کہ ان کی پیشانی کا چمڑا سجدہ کرتے کرتے اس قدر بے حس ہو گیا تھا کہ اس میں سختی اور سیاہی آ چکی تھی۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتے وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب جاتیں۔ یہاں تک کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے۔ اور جس آدمی نے جِبَاھُھُمْ کی روایت کی ہے تو یہ سجدہ کی حالت میں (رونا) ہی ممکن ہے۔ خوفِ خدا اور امیدِ رحمت سے ایسے لرزتے جس طرح آندھی میں درخت ادھر ادھر جھکتا ہے۔ پس کبھی ان کا لرزنا اللہ تعالیٰ کی خوف سے ہوتا اور کبھی اللہ تعالیٰ سے اجرِ عظیم کے اشتیاق میں ہوتا۔ اس میں ایک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وہ لوگ کہ جب اللہ کی یاد ہوتی ہے، ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

کامل مومن تو صرف وہی ہے کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو اس کا دل اس کی ہیبت وجلال سے دہل جاتا ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ.

(پ۹۔ ع۱۵)

ترجمہ: کامل مومن تو صرف وہی ہیں کہ خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل (اس کی ہیبت اور جلال سے) دہل جاتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔ اور وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ جو (باقاعدہ) نمازیں پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہی لوگ حقیقی مومن ہیں، انہی کے لیے ان کے پروردگار کے پاس درجے ہیں اور بخشش ہے اور آبرو کی روزی ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

جب ان پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھا دیتی ہے:

لمّا قال سبحانه ان كنتم مؤمنين بيّن صفة المؤمنين بقوله (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) اى خافت تعظيما له و ذالك اذا ذكر عندهم عقوبته و عدله و وعيده على المعاصى

بـالعقاب و التداوہ علیہ فامّا اذا ذکرت نعمةُ اللّٰہ علی
عبـادہٖ و احسانہ الیھم و فضلہ و رحمتہ علیھم و ثوابہ
عـلی الطاعات اطمأنت قلوبھم و سکنت نفوسھم الی
عـفـو اللّٰہ تعالٰی کما قال سبحانہ آلا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ
الْقُـلُـوْبِ فلا تنافی بین الأیتین اذا وردتا فی حالتین و
وجہ آخر و ھو ان المؤمن ینبغی ان یکون من صفتہٖ انہ
اذا نـظـر فـی نـعم اللّٰہ علیہ و مننہ لدیہ و عظیم مغفرتہ
ورحـمـتہٖ اطـمـأن قـلبـہ و حـسـن باللّٰہ ظنہ و اذا ذکر
عـظیـم معاصیہ بترک اوامرہ و ارتکاب نواھیہ وجل
قـلبـہ و اضـطـربـت نـفـسـہ و الوجل الکوف مع شدة
الـحـزن و انما یستعمل علی الغالب فی القلب (وَ اِذَا
تُـلِیَـتْ عَـلَیْھِـمْ اٰیـٰاتُہٗ زَادَتْھُـمْ اِیْمَانًا) معناہ وَ اِذَا قری
عـلیھـم الـقـرآن زادتھم ایاتہ تبصرةً و یقیناً علی یقینٍ
عـن الـضَّـحـاک و قیل زادتھم تصدیقًا مع تصدیقھم
بـمـا انـزل اللّٰـہ الیھـم قبل ذالک عن ابن عبـاس و
الـمعنٰی انھم یصدقون بالاولٰی و الثانیة و الثالثة و کل
مـا یـاتـی مـن عند اللّٰہ فیزداد تصدیقھم (وَ عَلٰی رَبِّھِمْ
یَتَـوَکَّلُوْنَ) ای یفوضون امورھم الی اللّٰہ فیما یخافونہ
مـن الـسـوء فـی الـدنیـا و قیـل فیـما یرجونـہ من قبول
اعـمـالھـم فـی الآخـرة (اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ) قد مرّ تفسيره فی سورة البقرة و انما خص الصلوٰة و الزکوٰة بالذکر لعظم شانهما و تاکد امرهما و لیکون داعیا الی المواظبة علی فعلهما (اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) ای هؤلاء المستجمعون لهذه الخصال والحائزون لهٰذه الصفات هم الذین استحقوا هٰذا الاسم علی الحقیقة (لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ) یعنی درجات الجنة یرتقونها باعمالهم عن عطاء و قیل لهم اعمال رفیعة وفضائل استحقوها فی ایّام حیاتهم عن مجاهد (وَمَغْفِرَةٌ) لذنوبهم (وَ رِزْقٌ کَرِیْمٌ) ای خطیر کبیر فی الجنة و قیل کریم دائم کثیر لایشربه ضرر و لا یعتریه کدر و لا یخاف علیه فناء و لا نقصان و لا حساب من قولهم فلان کریم اذا کان اخلاقه محمودة.

(تفسیر مجمع البیان، جلد دوم، جز چہارم، ص۵۱۹)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ”وَاِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ“ فرمایا۔ تو اب مومنین کی، صفات بیان فرمائیں۔ یعنی مومن وہ ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اس کی تعظیم کے پیش نظر خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور دل کا خوف زدہ ہونا اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی عقوبت، عدل اور گناہوں پر عذاب کی وعید اور ان تمام امور پر اس کی قدرت کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتوں، احسانات اور فضل و رحمت کا

تذکرہ ہو اور نیک اعمال پر ثواب کا ذکر ہو تو دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور روح کو سکون مل جاتا ہے کیونکہ اللہ معاف فرمانے والا ہے۔۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آلا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب" سن لو! اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو دو مختلف حالتوں کا بیان کر رہی ہیں، کوئی منافات نہیں۔

ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمتوں، احسانات، عظیم مغفرت اور رحمت کا خیال کرتا ہے۔ تو اسے اطمینانِ قلب حاصل ہونا چاہیے۔ اور اللہ کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اور جب اپنے گناہوں کی طرف بوجہ ترک امور اور ارتکابِ مناہی دیکھتا ہے۔ تو اس کا دل کانپنا چاہیے۔ اور روح مضطرب ہونی چاہیے۔ "اَلْوَجَلُ" ایسا خوف ہے جو سخت غم کے ساتھ ہو، اس کا غالب استعمال دل کے خوف میں ہوتا ہے۔ اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب انہیں آیات قرآنیہ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو ان سے ان کا یقین و بصیرت بڑھ جاتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے ان کی تصدیق اور بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ "مَا اَنْزَلَ اللّٰہ" کی تصدیق پہلے بھی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، معنی یہ ہے کہ وہ پہلی دوسری تیسری آیت اور ہر اس حکم کی جو اللہ کی طرف سے انہیں ملتا ہے۔ اس کی تصدیق میں زیادتی کرتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ یعنی اپنے تمام امور اس کے سپرد کرتے ہیں۔ چاہے دنیا میں کسی برائی کے خوف سے ہو

اور کہا گیا ہے۔ آخرت میں اپنے اعمال کی قبولیت کے بارے میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں ۔وہ جو نمازیں قائم کرتے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، اس کی تفسیر سورۃ البقرۃ میں گزر چکی ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کا خاص کر ذکر اس لیے فرمایا تا کہ ان کی عظمت شان کا خیال رہے۔ اور ان کی تاکید پیش نظر رہے اور تا کہ ان کی ادائیگی پر پابندی کی دعوت دے۔ وہ لوگ حقیقی مومن ہیں ۔یعنی یہ لوگ جن میں مذکور خصلتیں اور صفات جمع ہوں ۔ وہی مومن کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں۔ یعنی جنت کے درجات ہیں۔ اپنے نیک اعمال کی بناء پر ان درجات پر چڑھتے جائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ درجات سے مراد "بلند اعمال" اور "فضائل" ہیں۔ جن کے وہ زندگی میں حق دار ہیں۔ اور مغفرت ان کے گناہوں کی اور بہت زیادہ رزق۔ یعنی جنت میں انہیں رزق کثیر ملے گا۔ اور ایسا بابرکت اور دائمی ہوگا کہ جس میں کسی قسم کا کوئی ضرر نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے طبیعت مکدر ہوگی۔ اور نہ اس کی ختم یا کم ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کا حساب لیا جائے گا۔ محاورہ ہے "فلاں کریم" یہ اس وقت کہتے ہیں۔ جب کسی کے اخلاق قابل ستائش ہوں۔

کامل مومن کی نشانی صاحب تفسیر صافی کی زبانی

"تفسیر صافی" میں اس آیت کے تحت یوں مذکور ہے:

" (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ) اَی الکاملون فی الایمان (الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) فزعت لذکرہ استعظاماً

له وهيبة من جلاله (وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا) اي ازدادوا بها يقينا و طمانيّة نفس (وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) و اليه يفوضون امورهم فيما يخافون و يرجون (الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) لانهم حققوا ايمانهم بضمّ مكارم الاخلاق و محاسن افعال الجوارح اليه (لَهُمْ درجٰت عند ربهم كرامةٌ و علوّ منزلة و مغفرة لما فرط منهم (وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ) اعدّ لهم فى الجنة.

(تفسیر صافی، جلد اول، ص ۶۳۸، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: بے شک ایمان میں کامل لوگ وہ ہیں۔ جن کے دل اللہ کے ذکر کی عظمت اور اس کے جلال کی ہیبت سے دہل جاتے ہیں۔ اور جب انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان سے ان کا ایمان، یقین اور اطمینان نفس بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی طرف خوف و امید کے امور سپرد کرتے ہیں ۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ایمان میں حق پر ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ایمان میں مکارم اخلاق کے ذریعہ حقانیت پیدا کی۔ اور جسم انسانی سے سرزد ہونے والے اچھے اعمال نے بھی ان کے ایمان کی تصدیق کر دی۔ ان کے لیے اپنے رب کے ہاں بزرگی، علو منزلت اور زیادتیوں کی مغفرت کے درجات ہیں۔ اور جنت میں ان کے لیے رزق کریم تیار کیا گیا ہے۔

مومنین کے درجوں کی کہانی صاحب تفسیر منہج الصادقین کی زبانی

"منہج الصادقین" میں اس آیت کی تفسیر ان الفاظ سے منقول ہے۔

(لهم) مرا ایں مومناں راست (درجات) درجہائے بلند ومرتبہائے ارجمند (عند ربهم)نزد پروردگار ایشاں کہ مزید کرامت وعلو مرتبہ است یا درجات بہشت و در خبر است کہ آں درجات ہفتاد درجہ باشد ہر درجہ تا درجہ چنداں کہ اسپی نیک رو ہفتاد سال طی آں کند (وَ مَغْفِرَةٌ) ومر آنہار است آمرزش مر تقصیرات ایشاں را(ورزق كـريـم)وروزی بزرگواری یعنی نعیم جنت کو صافی باشد از کدا حتساب وخالی از خوف حساب۔

(تفسیر منہج الصادقین، جلد چہارم، ص ۱۷۱۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: ان مومنین کے لیے خاص کر درجات بلند اور نیک مرتبے ان کے پروردگار کے ہاں میں۔ جو بزرگی کی زیادتی اور مرتبہ کی بلندی کی صورت میں ہوں گے۔ یا ان کے لیے بہشت کے درجات ہیں ۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کے درجے ستر ہوں گے۔ اور ایک درجہ سے دوسرے تک اتنا فاصلہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا ستر سال میں اُسے طے کر سکے گا۔ اور ان مومنوں کے لیے خاص کر ان کے گناہوں کی معافی بھی ہوگی۔ اور بزرگ روزی یعنی جنت کی نعمتیں بھی انہیں عطا ہوں گی۔ جو محنت ومزدوری کے بغیر اور خوف حساب سے دور ہوں گی۔

جیسی تعظیم محمد ﷺ کے ساتھی ان کی کرتے ہیں، کسی اور کی ایسی تعظیم کبھی نہیں دیکھی۔

ثُمّ ان عروة جعل یرمق اصحاب النبی ﷺ اذا امرَهم رسول اللّٰہ ﷺ ابتدروا امره و اذا توضّا ثاروا و یقتتلون علی وضوئہٖ و اذا تکلّموا خفضوا اصواتهم عندهٗ و ما یحدّون الیه النظر تعظیمًا له قال فرجع عروة الیٰ اصحابہٖ و قال ای قوم واللّٰه لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر و کسریٰ و النجاشی و اللّٰه ان رایتُ ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظّم اصحاب محمد اذا امرهم ابتدروا امره و اذا توضا کادوا یقتتلون علی وضوئہٖ و اذا تکلّموا خفضوا اصواتهم عنده و ما یحدّون الیه النظر تعظیمًا له.

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، ج۹، ص۱۱۷۔۱۱۸)

ترجمہ: صلح حدیبیہ کے مقام پر "عروۃ" یہ منظر چھپی نگاہوں سے دیکھتا رہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے۔ وہ اس پر لپک جاتے اور جب وضو فرماتے تو وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی ۔ جب حضور ﷺ سے گفتگو کرتے تو ان کی آوازیں انتہائی باادب اور پست ہوتیں۔ اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھتے۔ "عروۃ" جب اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آیا تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم!

عجیب فرمانبردار لوگ ہیں۔ میں وفد کی صورت میں مختلف بادشاہوں کے پاس گیا۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے آج تک ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا۔ جس کی تعظیم وعزت اس کے ساتھی ایسی کرتے ہوں جیسی محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ جب انہیں کسی کام کا کہتے ہیں، اس پر عمل کے لیے فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور وضو کے پانی کی حصولی میں ایک دوسرے سے دھکم پیل ہو جاتے ہیں اور دورانِ گفتگو ازروئے تعظیم اپنی آوازوں کو انتہائی پست رکھتے ہیں اور عظمت کی خاطر آپ کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے۔

مہاجرین اولین اپنے فضل وکمال کے ساتھ گزر چکے

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں السابقون الاولون صحابہ کی شان یوں بیان کی:

فاز اهل السبق بسبقتهم و ذهب المهاجرون الاولون بفضلهم.

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۷۰، نیرنگ فصاحت ص)

ترجمہ: (اسلام اور اعمال صالحہ میں) سبقت کرنے والے اپنی سبقت کے ساتھ فائز المرام ہوئے اور مہاجرین اولین اپنے فضل و کمال کے ساتھ گزر چکے۔

وہ مقدس ہستیاں دنیا میں یوں سکونت پذیر رہیں کہ رہنے کا حق ادا کر دیا

حضرت اسد اللہ الغالب، امام المشارق والمغارب علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی مقدس ہستیوں کو اپنے ایک اور خطبہ میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

"اے اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیزگار وہی لوگ تھے جو دنیا و آخرت کی نعمتیں سمیٹ کر گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوئے، لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔ وہ مقدس ہستیاں دنیا میں یوں سکونت پذیر رہیں جیسے رہنے کا حق تھا۔ اور دنیا کی نعمتوں سے انہوں نے کھایا جیسا حق تھا اور دنیا کی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا۔ جس سے دنیا کے بڑے بڑے متکبرین نے حصہ پایا۔ اور دنیوی مال و دولت، جاہ و حشمت جس قدر بڑے بڑے جابرین متکبرین نے لیا، اسی قدر انہوں نے بھی لیا۔

پھر یہ ہستیاں صرف زادِ آخرت لے کر اور آخرت میں نفع بخش تجارت کو ہمراہ رکھ کر دنیا سے بے رغبت ہو گئیں۔ یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے تھے کہ کل اللہ سے آخرت میں ملنے والے ہیں۔ یہ وہ حضرات تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی۔ اور ان کی آخرت کا حصہ دنیوی لذتوں کی وجہ سے کم نہیں ہوگا۔

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۲۷)

میں تمہیں اصحاب رسول کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی کو برا نہ کہو۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

"میں تمہیں اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی کو برا نہ کہو۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا اور نہ پناہ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے متعلق یہی وصیت فرمائی ہے۔

(الامالی، ج۲، ص۳۶، لابی جعفر الطوسی)

یہ بات بحار الانوار میں بھی موجود ہے۔

اصحاب محمد کو تمام انبیاء کے صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت امام حسن عسکری فرماتے ہیں:

"اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اصحاب محمد کو دیگر انبیاء علیہم السلام کے اصحاب پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد ﷺ کو تمام رسولوں پر۔"

(آثار حیدری، ترجمہ تفسیر حسن عسکری، ص۲۷)

جس نے مجھے گالی اسے قتل کر دو، جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی وہ کافر ہو گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"جس نے مجھے گالی دی، اسے قتل کرو اور جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی، وہ کافر ہو گیا۔" (جامع الاخبار، ص۱۸۳۔ فصل ۱۲۵)

اگر کسی امر میں میری حدیث موجود نہ ہو تو پھر جو میرے صحابہ فیصلہ دیں وہی مانو۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کسی امر میں میری حدیث موجود نہ ہو تو پھر جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم فیصلہ دیں وہی مانو، کیونکہ میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرلو گے ہدایت پالو گے اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔"

(بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۰۷۔ معانی الاخبار ص ۱۵۶۔ انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۱۰۰، عیون الاخبار ج ۲، ص ۸۵۔ احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۱۰۵)

میرے صحابہ میری ڈھال ہیں، ان کے عیب چھپاؤ، ان کی خوبی بیان کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری ڈھال ہیں، ان کے عیب چھپاؤ اور خوبی بیان کرو۔"

(بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۱۲۔ امالی، ص ۱۹۰ لابی جعفر طوسی)

جس نے مجھے گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی وہ بھی کافر ہے۔

"جس نے مجھے گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جس نے میرے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جو انہیں گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔"

(جامع الاخبار، ص ۱۸۲۔ فصل ۱۲۵)

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا اللہ نے درجۂ ایمان کے مطابق
ان لوگوں کا ذکر پہلے کیا جنہوں نے پہلے ہجرت کی۔

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا:

"و السابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار
والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم و رضوا
عنه."

ترجمہ: مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے اور ان لوگوں
سے جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، خدا راضی ہوا اور وہ خدا
سے راضی ہوئے۔ حضرت جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ خدا نے
درجہ ایمان کے مطابق ان لوگوں کا پہلے ذکر کیا جنہوں نے پہلے
ہجرت کی تھی ۔ پھر دوسرے درجہ میں انصار کا ذکر کیا ۔جنہوں نے
مہاجرین کے بعد آنحضرت ﷺ کی مدد کی تھی۔ پھر تیسرے
درجہ میں ان تابعین کا نیکی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ غرض ہر گروہ کو اس
درجہ اور منزلت میں قرار دیا جو ان کے لیے اس کے نزدیک ہے۔

(حیات القلوب، اردو، ج۲، ص۹۱۵۔ مطبوعہ لاہور)

اے اللہ! انصار اور مہاجرین پر رحم فرما (دعائے رسول بر اصحاب رسول)

نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین وانصار کے لیے یہ دعا فرمائی:

لا عيش الا عيش الآخرة اللهم ارحم الانصار و
المهاجرة.

(مناقب آل ابی طالب، ج۱، ص۱۸۵۔ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: نہیں بہتر زندگی مگر آخرت کی زندگی۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راہِ خدا میں سوار ہوتے تھے

اب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک اور خطبہ درج کیا جاتا ہے۔ جس میں آپ نے صحابہ کبار علیہم الرضوان کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے۔ اور اس خطبہ کا ترجمہ معروف شیعہ مترجم ذاکر حسین کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔

این اخوانی الذین رکبوا الطریق و مضوا علی الحق این عمار و این ابن النهیان و این ذوالشهادتین و این نظراء هم من اخوانهم الذین تعاقدوا علی المنیة و ابرد برء وسهم الی الفجرة قال ثم ضرب یده علی لحیته الشریفة الکریمة فما طال البکاء ثم قال علیه السلام اوّهٔ علی اخوانی الذین قرؤا القرآن فاحکموه و تدبروا الفرض فاقاموه احیوا السنّة و اماتوا البدعة اذا دعوا للجهاد فاجابوا و ثقوا بالقدائد فاتّبعوه.

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۸۱)

"کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راہِ خدا میں سوار ہوئے تھے۔ اور اسی اعتقاد حقہ پر گزر گئے۔ کہاں ہے عمار، کدھر ہے ابن النہیان، کس طرف ہے ذوالشہادتین، کہاں ہیں ان کی مثالیں اور کس طرف ہیں ان کے دینی بھائی جو خدا کی راہ میں مرنے کی قسمیں کھائے ہوئے تھے۔ اور جن کے سر فاسق و فاجر شامیوں کی طرف

بھیجے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ فرما کر حضرت (علی) نے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر فرمایا: آہ! میرے دینی بھائی جو قرآن کی تلاوت کرتے تھے، وہ امور واجبات میں تفکر سے کام لیتے ہوئے انہیں قائم کرتے تھے۔ وہ سنت پیغمبر کو چلاتے تھے، وہ بدعتوں کو دور کرتے تھے۔ جب انہیں جہاد کی طرف بلایا جاتا تھا تو نہایت خوشی سے قبول کرتے تھے۔ اپنے پیشوا پر بھروسہ رکھتے تھے۔ اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت کرتے تھے۔

اسی طرح کا مضمون نیرنگ فصاحت ص ۱۳۵ پر بھی موجود ہے۔

جو اپنے ملک سے ناحق صرف اتنی بات پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ. اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ . وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوَاتٌ وَ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ . اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ.

(پ ۱۷، ع ۱۳۔ الحج)

ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے، اس لیے اجازت

دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے
پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جو اپنے ملک سے ناحق صرف
اتنی سی بات کہنے پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور
اگر خدا آدمیوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا رہتا تو
عبادت خانے اور گرجا اور کنیسے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام زیادہ
لیا جاتا ہے۔ سب گرا دیئے جاتے۔ اور اللہ اس کی مدد ضرور کرے۔
جو خود اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور زبردست
ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں، جن کو اگر ہم زمین میں تمکن دیں گے تو وہ
(باقاعدہ) نماز پڑھیں گے۔ اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا
حکم کریں گے۔ اور بدی سے مانع ہوں گے۔ اور تمام کاموں کا
انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلومین کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا فرما دیا ہے۔

آوردہ اند۔ کہ کفار مکہ بدست و زبان در آزار مومنان مکہ می
کوشیدند۔ و ہر ساعت از اصحاب بعضے از سر شکستہ و جمعے دست بستہ
نزد حضرت نبوت آمدہ شکایت میکردند۔ و حضرت میفرمود۔ کہ صبر
میکنند۔ کہ من بقتال ایشاں مامور نیستم۔ و چوں ہجرت بمدینہ واقع
شد۔ اذن قتال دررسید۔ و اول آیتے کہ در باب جہاد نازل شد ایں
بود کہ دستورے دادہ شد کارزار کردن مر آنرا کہ خواہند کارزار کنند با

جماعت کفار بسبب آنکہ ستم رسیدہ شدہ اند۔ و جفا ہائے بے شمار از دشمناں کشیدہ و حفص بفتح تا میخواند۔ یعنی آناں را کہ کافراں بایشاں مقاتلہ میکنند دستوری دادیم کہ قتال کنند و بدرستیکہ خدا بریاری دادن مظلوماں کہ مومنانند ہر آئینہ توانا است۔ پس مرخص شدند در قتال آنانکہ بیروں کردہ شدند از سراہائے خود کہ در مکہ داشتند بنا حق ناروا کہ اصلاً مستوجب اخراج نبودند۔ و چیزے از ایشاں صادر نشدہ بود کہ سبب بیروں کردن از ایشاں بود مگر آنکہ می گفتند کہ پروردگار ما خدائے یگانہ است۔ و اگر نہ دفع کردن خدا بودے مردماں را برخ از ایشاں را ببعضے بتسلیط موماں بر مشرکاں ہر آئینہ ویراں کردہ شدے باستیلائے کافراں مشرک ہر اہل ملل مختلفہ صومعہائے رہباناں در زمان عیسیٰ وکلیسائے ترسایاں در آں زماں در صحرا ہا و سرکوہ ہا از اطراف و کنشتہا سے یہوداں در زمان موسیٰ و مسجد ہا مسلماناں در زمان پیغمبر آخر الزمان کہ ہمیشہ کردہ می شدے دراں مسجد یا جمیع بقعہائے مذکورہ نام خدا بسیار و ہر آئینہ یاری دہد خدا کسی را کہ دین اورا یاری دہد و مردماں را بطاعت او ترغیب نماید۔ بدرستیکہ خدا توانا است بر نصرت موماں غالب است بر ہمہ کس و بر ہمہ چیز و ہر کرا خواہد غلبہ دہد۔ در ایں آیت وعدہ داد مظلوماں را بنصرت وو فا نمود بوعدہ، آں چہ تسلیط مہاجر و انصار نمودہ بر صنادید قریش و اکابر و اکاسرہ عجم و قیاصرہ ایشاں در زمین. و دیار ایشاں را بمسلماناں تفویض نمودہ۔ پس آیت اخبار است از غیب چہ ایں نصرت بعد ازیں بظہور رسید۔ و دیگر در صفت ماذونان بقتال

میفر مائند کہ آں جماعہ ماذونانِ آں اند۔ کہ اگر جائے وہم ایشاں راو
تمکین و اقتدار بخشم ایشاں را در زمین و زمام حکومت بکف کفایت
ایشاں دہیم بپادارند نماز را جہتِ تعظیم ما و بدہند زکوٰۃ را جہت یاری
دادن بندگان ما و بفرمایند بر نیکوئی یعنی آں چہ در شرع و عقل نیکو باشد
وباز دارند مردماں را از زشتی یعنی آں چہ شرع و عقل قبیح شمرند۔ و
مر خدارا است سرانجام ہمہ کارہا و ہمہ چیز ہا بید قدرت اوست و ایں
تاکید وعدۂ نصرت است۔ (خلاصۃ المنہج)

ترجمہ: بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے کفار مسلمانوں کو دست و زبان ہر
طرح سے تکلیف دینے میں کوشاں رہتے تھے۔ اور حضور ﷺ
کے صحابہ میں سے بعض کبھی تو سر زخمی اور بعض ویسے ہی دست بستہ
عرض کرتے تھے کہ حضور! ہم بڑے تنگ ہیں۔ آپ انہیں صبر و شکر
کی تلقین فرماتے۔ اور ارشاد ہوتا کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ لڑائی کا
حکم نہیں ملا۔ پھر جب مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے۔ اس وقت
جہاد کی اجازت ملی۔ جہاد کے لیے سب سے پہلی آیت یہی تھی۔
جس میں جہاد کرنے سے خواہش مند حضرات کو جہاد کا دستور عطا کیا
گیا۔ کیوں کہ کفار کے ہاتھوں یہ نہایت ستم رسیدہ لوگ تھے اور ان
کی بے شمار سختیاں برداشت کیں۔ امام حفص نے یقاتلون کے لفظ
کو تائے مفتوحہ کے پڑھا ہے یعنی ان لوگوں کو ہم قتال کی اجازت
دیتے ہیں جن سے کفار لڑتے ہیں۔ اور ہم اعلان کیے دیتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کی امداد ہر طرح سے کرنے پر قادر ہے لہٰذا
انہیں جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ کیوں کہ انہیں گھروں سے نکال

دیا گیا تھا۔ جو مکہ میں تھے۔ اور ان کا نکالنا بالکل ناحق اور ناروا تھا۔ اور اس کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ صرف یہی قصور تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار کہتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفعہ نہ کرتا۔ یعنی مومنوں کو مشرکین پر تسلط عطا نہ کرتا تو مشرکین و کفار غالب اگر مختلف آسمانی مذاہب والوں کے عبادت خانے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے راہبوں کی عبادت گاہیں اور یہودیوں کے عبادت خانے جو مختلف پہاڑوں اور صحراؤں میں واقع تھے ۔ اور مسلمانوں کی مسجدیں حضور نبی آخرالزمان ﷺ کے دور میں کہ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ ان تمام کو منہدم کر دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی حمایت و نصرت کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قدرتوں کا مالک ہے اور مومنوں کی امداد فرماتا ہے۔ اور وہ ہر شخص اور ہر چیز پر غالب ہے۔ اور جسے چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلومین سے نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ نے یہ وعدہ پورا بھی فرما دیا کہ مہاجرین و انصار کو قریش کے سرداروں اور چھوٹے بڑے عجم کے دیگر لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا کہ ان کے گھروں اور ان کی زمینوں کو زیر تصرف لے آئیں۔ لہٰذا اس آیت میں غیب کی خبریں تھیں ۔ کیوں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ اس وقت کے بعد یہ تمام واقعات رونما ہوئے۔ اور دوسری بات اس آیت میں یہ بیان فرمائی کہ جنہیں جہاد کا حکم اور اجازت دی جا رہی ہے۔ ان کی صفات کیا کیا ہیں۔ وہ ایسی جماعت ہیں کہ

اگر ہم زمین پر انہیں اقتدار و تسلط اور تمکن عطا کریں اور حکومت کی باگ دوڑ ان کے ہاتھوں میں دیں تو وہ ہماری تعلیم کے پیش نظر نماز قائم کریں گے۔ اور ہمارے بندوں کی مدد کرتے ہوئے وہ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور ہر وہ چیز و کام جو شرع اور عقل کے لحاظ سے نیک ہوگا، اس کا حکم دیں گے۔ اور جو شرع اور عقل کے اعتبار سے برا ہو گا، اس سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں اور تمام اشیاء کا انجام اس اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور یہ الفاظ تو اس وعدہ کی تاکید کرتے ہیں جو اللہ نے نصرت کا کیا ہے۔

صرف یہی بات ان کی ہجرت کی وجہ بنی کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کو اپنا رب کہتے تھے

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں "علامہ طبرسی" نے یوں تحریر کیا ہے:

(أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا) اى بسبب انهم ظلموا و قد سبق معناه فى الحجة و كان المشركون يؤذون المسلمين و لا يزال يجئ مشجوع و مضروب الى رسول الله ﷺ و يشكون ذالك الى رسول الله ﷺ فيقول لهم صلوات الله عليه و آله اصبروا فانّى لم اومر بالقتال حتّى هاجر فانزل الله عليه هذه الآية بالمدينة و هى اوّل آية نزلت فى القتال و فى الآية محذوف و تقديره أذن للمؤمنين ان يقاتلوا او بالقتال من اجل انهم ظلموا بان اخرجوا من ديارهم

و قصدوا بالایذاء والاهانة. (وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ) و هٰذا وعد لهم بالنّصر معناه انه سينصرهم ثم بين سبحانه حالهم فقال (اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ) يحتمل معناه ان يكون اراد اخرجوا الى المدينة فتكون الآية مدنية و يحتمل الى الحبشة فتكون الآية مكيّة و ذالک بانهم تعرضوا لهم بالاذٰى حتّٰى اضطرّوا الى الخروج و قوله بغير حق معناه من غير ان استحقوا ذالک عن الجبائی ای و لم يخرجوا من ديارهم الا لقولهم ربنا اللّٰه وحده.

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم، ص ۸۷۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اس سبب سے کہ مہاجرین پر کفار و مشرکین نے ظلم کے پہاڑ ڈھائے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی اجازت دے دی۔ اس کا معنی "الحجۃ" میں گزر چکا ہے۔ (مفسر مذکور کا یہ طریقہ ہے کہ اگر کسی لفظ کے معنی کئی ایک ہوں، یا اشتراک ہو تو اس پر شواہد پیش کرنے کو "حجت" سے تعبیر کرتا ہے) مشرکین، مومنوں کو اس قدر تکالیف دیتے تھے کہ وہ زخمی زدو کوب کئے ہوئے بار بار رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے شکایت کرتے تو انہیں حضور ﷺ صبر کرنے کا ارشاد فرماتے۔ اور فرماتے۔ مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ معاملہ ہجرت تک چلتا رہا۔ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ مدینہ منورہ میں نازل فرمائی۔ اور جہاد کی اجازت پر اترنے والی یہ سب سے پہلی آیت ہے۔ آیت میں

کچھ الفاظ حذف کیے گئے ہیں۔ اصل یوں ہے کہ مومنین کو لڑائی کرنے یا جہاد کی اجازت اس وجہ سے دی گئی کہ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا۔ ان پر ظلم کیے گئے اور ان کی ایذاء اور اہانت کی گئی (و ان اللّٰہ علی نصرھم لقدیر) اللہ نے ان الفاظ میں مومنوں کو اپنی طرف سے امداد کا وعدہ عطاء کیا۔ معنی یہ ہے کہ عنقریب وقت آنے پر اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے بعد اللہ نے ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا (الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللّٰہ) اس کا معنی یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے مجبور کر کے مکہ سے نکال دیا گیا۔ تو اس احتمال کے پیش نظر آیت مذکورہ مدنی ہوگی۔ اور اگر یہ احتمال ہو کہ وہ مسلمان جنہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر کے نکال دیا گیا تو آیت مکی ہوگی۔ یہ حالت اس لیے پیدا ہوئی کہ مشرکین و کافرین ہر وقت مسلمانوں کی تکلیف کے درپے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور "بغیر حق" کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کا کوئی حق نہ بنتا تھا۔ صرف یہی بات ان کی ہجرت کے لیے وجہ بنی۔ کہ وہ اللہ وحدہٗ کو اپنا رب کہتے تھے۔

تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، بعد میں خرچ کرنے والا اس کے برابر نہیں ہوسکتا:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ ۔

أُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْد وَ قَاتَلُوْا.
وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى . وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ.

(پ۲۷،ع۱۷،الحدید)

ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (راہِ خدا میں) خرچ کیا اور جہاد کیا۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جہاد کیا۔ درجہ میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے اجر نیک وعدہ کا وعدہ تو سب ہی سے کیا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

(ترجمہ مقبول)

فتح مکہ سے پہلے لڑنا بہت مشکل تھا، خرچ کرنا اور جہاد کرنا بھی کافی اہم تھا:

(لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ . أُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْد وَ قَاتَلُوْا)

بيّن سبحانه ان الانفاق قبل فتحِ مكة اذا انضمّ اليه الجهاد اكثر ثوابًا عند اللّٰه من النّفقة و الجهاد بعد ذالک في ذالک ان القتال قبل الفتح كان اشد و الحاجة الى النفقة و الى الجهاد كان اكثر و امس و فى الكلام حذف تقديره لا يستوى هؤلاء مع الذين انفقوا بعد الفتح فحذف لدلالة الكلام عليه و قال الشعبى اراد فتح الحديبية ثم سوّى سبحانه بين

الجمع فی الوعد بالخیر و الثواب فی الجنة فقال(و کلّا وعد اللّٰہ الحسنٰی) ای الجنّة و الثواب فیھا و ان تفاضلوا فی مقادیر ذالک (واللّٰہ بما تعملون خبیر) ای لا یخفی علیہ شیء من انفاقکم و جھادکم فیجازیکم بحسب نیّاتکم و بصائرکم و اخلاصکم فی سرائرکم.

(تفسیر مجمع البیان، جلد پنجم، جزو نہم، ص ۲۳۲)

"ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے اس کی راہ میں خرچ کرنا جب کہ اس عبادت کے ساتھ جہاد بھی شامل ہو۔ اس خرچ کرنے اور جہاد کرنے سے باعتبار ثواب کے بہتر ہے جو فتح مکہ کے بعد ہو۔ کیوں کہ فتح مکہ سے قبل لڑنا بہت مشکل تھا۔ اور خرچ فی سبیل اللہ اور جہاد بھی کافی اہم تھا۔ (کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان بھی کم تھے اور مالِ غنیمت بکثرت نہ ہونے کی وجہ سے مالی قلت بھی تھی) کلام باری تعالیٰ میں حذف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے" لا یستوی ھؤلاء مع الذین انفقوا بعد الفتح" چوں کہ خود کلام اس حذف پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے حذف کر دیا گیا۔ "شعبی" نے کہا کہ اس فتح سے اللہ کی مراد "فتح حدیبیہ" ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں خیر و ثواب کے عطا کرنے کے وعدہ میں دونوں فریقوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا(و کلا وعد اللّٰہ الحسنٰی)ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا اور اس میں ثواب بھی۔ اگر چہ ان کی مقداریں دونوں

کے لیے مختلف ہوں گی۔ (و اللّٰہ بما تعملون خبیر) یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہارے خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا کوئی گوشہ اوجھل نہیں۔ لہٰذا تمہاری نیتوں اور اخلاص کے پیش نظر تمہیں ثواب سے نوازے گا۔

اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہِ خدا میں خرچ کرے، فتح مکہ سے قبل والوں کے جَو کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا:

"علامہ کاشانی" اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

(اولٰئک) آں گروہ متقیاں و مقاتلاں قبل از فتح یعنی سابقان از مہاجر و انصار کہ حضرت رسالت (ص) در شان ایشاں فرمود۔ لو انفق احدکم مثل احد ذهبا ما بلغ مدّ احدهم و لا نصفه. اگر انفاق کند یکے از شما مثل کوہ احد طلا را نرسید بمرتبہ انفاق با یکی از سابقاں مہاجر و انصار و نہ نصف آں (اعظم درجة بزرگ تر اند از روئے درجہ و مرتبہ (من الذین انفقوا) آز آنانکہ نفقہ کنند (من بعد) پس از فتح مکہ (و قاتلوا) و کارزار نمایند (و کلا) و ہمہ را کہ نفقہ میکنند و قتال می نمایند قبل از فتح و بعد از آں (و عد اللّٰہ الحسنٰی) وعدہ دادہ است خدائے مثوبت نیکو را کہ بہشت است اما بانفاق درجات۔

(تفسیر منہج الصادقین، جلد نہم، ص ۱۷۱)

ترجمہ: متقی اور مجاہدین کی وہ جماعت جو فتح مکہ سے قبل تھی۔ یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سابق جن کے بارے میں حضرت

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے" اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے، پھر بھی وہ فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والوں کے مُد جو یا گندم تک بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔ درجات و مراتب میں یہ لوگ بہت بلند ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ فی سبیل اللہ کیا۔ اور لڑے۔ اور قبل فتح مکہ یا بعد فتح خرچ کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے بہترین جزا کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت ہے۔ لیکن اس میں درجات باعتبار خرچ کے ہوں گے۔

اصحابِ رسول تمام انبیاء کرام کے اصحاب سے افضل ہیں

اصحابِ محمد کو دیگر انبیاء کے اصحاب پر وہی فضیلت ہے جیسی محمد ﷺ کو تمام رسولوں پر ہے:

اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ محمد ﷺ میرے نزدیک تمام فرشتوں اور کل مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ اگر محمد ﷺ تیرے نزدیک افضل الخلائق ہیں۔ تو کیا کسی نبی کی آل بھی میری آل سے افضل ہے۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ آل محمد ﷺ کو تمام انبیاء کی آل پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی محمد ﷺ کو تمام انبیاء پر۔ پھر عرض کی: کہ اگر آل محمد ﷺ کو تیرے نزدیک یہ رتبہ حاصل ہے تو کیا کسی اور نبی کے اصحاب بھی میرے اصحاب سے افضل ہیں؟ ارشاد ہوا کہ اصحاب محمد ﷺ کو دیگر انبیاء کے اصحاب پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد ﷺ کو تمام رسولوں پر۔ پھر عرض کی کہ اے میرے پروردگار اگر محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے

اصحاب ان اوصاف سے موصوف ہیں۔ تو کیا کسی نبی کے امت بھی تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے کہ تو نے بادل مقرر کیا کہ ان پر سایہ کرے۔ اور من وسلویٰ کو ان پر نازل کیا۔ اور دریا کو ان کے لیے شگافتہ کیا۔ وحی ہوئی کہ اے موسیٰ! کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جیسے میں اپنی تمام مخلوقات سے افضل و اکرم ہوں۔ اسی طرح امت محمدی تمام امتوں سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔

(آثار حیدری، ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری، ص ۲۷۔ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

اصحابِ رسول ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے:

و ہمہ با یک دیگر در مقام عدالت و انصاف و احسان بودند۔ و یک دیگر را بتقویٰ و پرہیز گاری وصیت میکردند۔ و با یکدیگر در مقام تواضع و شکستگی بودند۔ پیرانرا توقیر میکردند ۔ و بر خرد سالاں رحم میکردند۔ و غریباں را رعایت میکردند۔

(منتہی الآمال در بیان اخلاق شریفہ حضرت رسول خدا، جلد اول، مطبوعہ ایران، صفحہ ۲۳)

ترجمہ: تمام صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے تھے۔ بوڑھوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ اور غریب کی رعایت کرتے تھے۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اصحاب رسول کا تذکرہ کر کے بہت دیر تک روتے رہے:

أَيْنَ اخوانی الذین رکبوا الطریق و مضوا علی الحق ابن عمار و این ابن التیهان و این ذوا الشهادتین و این نظراؤهم من اخوانهم الذین تعاقدوا علی المنیّة و ابرد برء و سهم الی الفجرة قال ثم ضرب یده علی لحیته الشریفة الکریمة فأطال البکاء ثم قال علیه السّلام اوّه علی اخوانی الذین قرأوا القرآن فاحکموه و تدبّروا الفرض فاقاموه احیو السنّة و اماتو البدعة دُعو للجهاد فاجابوا و وثقوا بالقائد فاتّبعوه.

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۸۲، صفحہ ۲۶۴)

ترجمہ: کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راہِ خدا میں سوار ہوئے تھے۔ اور اسی اعتقاد حقہ پر گزر گئے۔ کہاں ہے عمار، کدھر ہے ابن تیہان کس طرف ہے ذوالشہادتین (خزیمہ جنہیں رسولِ خدا دو عادل گواہوں کے برابر سمجھتے تھے) کہاں ہیں ان کی مثالیں اور کس طرف ہیں ان کے دینی بھائی جو خدا کی راہ میں مرنے کی قسمیں کھائے ہوئے تھے۔ اور جن کے سر فاسق و فاجر شامیوں کی طرف بھیجے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ فرما کر حضرت نے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا ہے۔ بہت دیر تک رویا کیے۔ پھر فرمایا: آہ! وہ میرے دینی بھائی جو قرآن کی تلاوت کرتے تھے، وہ امور واجبات میں تفکر

سے کام لیتے ہوئے انہیں قائم کرتے تھے۔ وہ سنّت پیغمبر کو جلاتے
تھے۔ وہ بدعتوں کو دور کرتے تھے۔ جب انہیں جہاد کی طرف بلایا
جاتا تھا تو نہایت خوشی سے قبول کرتے تھے۔ اپنے پیشوا پر بھروسہ
رکھتے تھے۔ اور اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت کرتے تھے۔

(نیرنگ فصاحت، ص ۲۶۸)

فضائل خلفائے رسول (ﷺ)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اسلام میں بہت عظیم مقام تھا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. من عبداللّٰہ عليّ امیر المؤمنین الٰی معاویة بن ابی سفیان. امّا بعد ...! و ذکرت ان اللّٰہ اجتبٰی لہٗ من المسلمین اعواناً ایّدہ اللّٰہ بھم فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام فکان افضلھم زعمت فی الاسلام و انصحھم اللّٰہ و رسولہ الخلیفة و خلیفة الخلیفةِ و لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم و انّ المُصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید رحمھما اللّٰہ و جزاھما باحسن الجزاء.

(وقعہ صفین، ص ۶۳۔ مطبوعہ بیروت طبع قدیم)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن۔ یہ خط امیر المؤمنین علی کی طرف سے امیر معاویہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ سلام و دعا کے بعد۔ تم نے جو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے مسلمانوں میں سے بہت سے مددگار اور معاون منتخب فرمائے۔ جن کے سبب اللہ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور وہ تمام معاونین آپ کی بارگاہ میں

باعتبار اپنے فضائل کے درجات رکھتے تھے۔ گویا تمہارے نزدیک ان سب میں سے اسلام میں افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نصیحت کرنے والوں میں سب سے بہتر خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اوران کے بعد ان کے خلیفہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک بہت عظیم مقام ہے اور ان کے وصال کے بعد اسلام پر شدید مصائب کا دور آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں بہت اچھی جزاء عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے دن صرف تیرہ آدمی باقی رہے جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے:

(وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ) اعاد تعالٰی ذکر العفو تاکیدًا لطمع المذنبین فی العفو و منعًا لهم عن الیاس و تحسینا لظنون المؤمنین (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ) قد مرّ معناه و ذکر ابو القاسم البلخیّ انه لم یبق مع النبیّ (ص) یوم احد الا ثلثة عشر نفسا خمسةٌ من المهاجرین و ثمانیة من الانصار فامّا المهاجرون فعلیٌّ (ع) و ابوبکر و طلحة و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص۔

(مجمع البیان، جلد اول، جزء دوم، ص ۵۲۴۔ آل عمران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یقیناً انہیں معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے معافی کا دوبارہ تذکرہ اس لیے فرمایا تا کہ گناہ گاروں کو اپنی معافی کی

خواہش پوری طرح پختہ ہو جائے۔ اور ناامیدی ختم ہو جائے۔ اور مومنین کے حسن ظن کو تقویت ملے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا حلم والا ہے۔ اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابو القاسم بلخی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ احد کے دن صرف تیرہ آدمی باقی رہے۔ پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا انصار سے تھا۔ مہاجرین کے پانچ یہ تھے۔ علی، ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم

مجھے قسم ہے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اسلام میں عظیم مرتبہ ہے، ان کے وصال پر اسلام میں سخت مصائب کا دور آیا:

اجتبٰی لہ من المسلمین اعوانًا ایّدھم بہ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام و کان افضلھم فی الاسلام کما زعمتَ و انصحھم للّٰہ و رسولہ الخلیفۃ الصدیقَ و خلیفَۃَ الخلیفۃَ الفاروق و لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم و انّ المُصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید رحمھما اللّٰہ و جزاھما باحسن ما عملا.

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ، جلد نمبر ۴، ص ۳۶۱۔۳۶۲)

ترجمہ: (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا) تم نے جو یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے مسلمانوں میں سے مددگار منتخب فرما کر ان کے ذریعہ آپ کو تقویت دی۔ اور آپ کی بارگاہ میں ان مراتب کے

حساب سے تھے۔ جو اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے ان کو ملے۔
تمہارے خیال کے مطابق ان میں سے اسلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں سب سے بہتر خلیفہ اول ابوبکر صدیق ہیں اور پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم ہیں۔
مجھے قسم ہے کہ ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک عظیم مرتبہ ہے۔
اور ان کے وصال پر اسلام میں سخت مصائب کا دور آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور انہیں ان کے کیے کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں عادل، منصف، امام تھے، دونوں برحق تھے:

اِمَامَانِ عَادِلَانِ قاسطان کانا علی الحق و ماتا علیه فعلیهما رحمة اللّٰه یوم القیامة.

(احقاق الحق، ص ۱۶)

ترجمہ: وہ دونوں (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) عادل اور منصف امام تھے۔
دونوں حق پر رہے اور حق پر ہی دونوں کا وصال ہوا۔ قیامت کے دن ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔

اے معاویہ! تم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء راشدین کے مطابق عمل کرو گے:

و من کلامه علیه السلام ما کتبه فی کتاب الصّلح الذی استقر بینه و بین معاویة حیث رأی حقن الدماء و اطفاء الفتنة و هو بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم هٰذا ما

صالح عليه الحسن بن علیّ بن ابی طالب معاویة بن ابی سفیان صالحه علی ان یسلّم الیه ولایة امیر المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللّٰہ تعالٰی و سنّة رسول اللّٰہ ﷺ و سیرة الخلفاء الراشدین و لیس لمعاویة بن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ عھدًا بل یکون الامر من بعدہٖ شوریٰ بین المسلمین و علی انّ الناس اٰمنون حیث کانوا من ارض اللّٰہ شامھم وعراقھم و حجازھم و یمنھم.

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد اول، ص ۵۷۰۔ مطبوعہ تبریز)

تذکرہ امام حسن فی کلامہ و مواعظہ

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی، اس میں سے یہ بھی تھا اور یہ تحریر اس کتاب الصلح میں تھی۔ جو ان دونوں کے درمیان تحریر ہوئی۔ جب کہ آپ نے ضروری سمجھا کہ فتنہ فرو ہو جائے اور خون محفوظ ہو جائیں۔ اور وہ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ صلح نامہ ہے جو حسن بن علی بن ابو طالب اور معاویہ بن ابو سفیان کے درمیان طے پایا۔ وہ صلح یہ تھی۔ مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور سیرت خلفاءِ راشدین کے مطابق عمل کرو گے اور معاویہ بن ابو سفیان کو اس بات کی قطعاً اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس کے بعد کسی سے اس قسم کا معاہدہ کرے۔

بلکہ پھر معاملہ مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوگا۔ اور اس بات پر بھی کہ مسلمان شام، عراق، حجاز اور یمن میں جہاں کہیں ہوں، ان سے ہوں گے۔

اصحابِ رسول کے گستاخ کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بددعا:

"دور ہو جاؤ اللہ تمہاری بدکلامی کی تمہیں سزا دے۔"

و قدم اليه نفر من العراق فقالو فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلما فرغوا من كلامهم قال لهم الا تخبروا انتم المهاجرون الاوّلون الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانًا و ينصرون الله و رسوله اولئک هم الصادقون. قالوا لا قال فانتم " الذين تبوّؤا الدّار و الايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون فی صدورهم حاجة ممّا اوتوا و يؤثرون علی انفسهم و لو كان بهم خصاصة " قالوا : لا . قال اما انتم قد تبرّأتم ان تكونوا من احد هذين الفريقين و انا اشهد انكم لستم من الذين قال الله فيهم والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًّا للذين امنوا، اخرجوا عنّی فعل الله بكم.

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد دوم، ص ۷۸، مطبوعہ تبریز، فی فضائل الامام زین العابدین)

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس عراقی وفد آیا۔ اور اس نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ جب وہ تبرّہ بازی کر چکے۔ تو امام زین العابدین نے انہیں کہا۔ کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دیتے کہ بقول قرآن جو لوگ ''پہلے پہل مہاجرین جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے دور کر دیا گیا، وہ اللہ سے اس کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں'' کیا تم ان میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی شان یہ ہے: ''وہ لوگ جو ہجرت کرنے والوں سے پہلے دارالہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں۔ اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہجرت کرنے والوں کو دیا گیا اس کے متعلق اپنے دل میں خواہش نہیں رکھتے۔ اور اپنی ذات پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انہیں اس کی خود بھی شدید ضرورت ہوتی ہے۔'' (القرآن) کہنے لگے ہم ان میں سے بھی نہیں۔ پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم خود ہی ان دو فریقوں میں سے ہونے کا انکار کر بیٹھے۔ اور میں تمہارے بارے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تم اس فریق میں بھی نہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش، اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے حق میں کھوٹ نہ

رکھو۔" یہ فرما کر انہیں حکم دیا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری بدکلامی کی تمہیں سزا دے۔

اے اللہ! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر تو بھی راضی ہو جا بیشک اس سے میں بھی راضی ہوں:

چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از سر تمامت اموال خویش برخواستہ در راہِ ایزد تعالیٰ و تقدس صرف نمود۔ و بایں فعل بر ہمہ محسنانِ امت سبقت گرفت۔ و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بتصدق نصف متملکات خویش استسعاد یافت۔ نقل است کہ چوں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر منبر آمدہ اغنیاء را بر تجہیز جیشِ عرب و دستگیری درماندگان دلالت فرمود بمثوبات اخروی امیدوار گردانید۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ بوفور مال و کثرتِ استعداد از اصحاب نصرت انتساب امتیاز داشت بر پائے خواستہ قبول نمود کہ صد شتر جہاز بستہ بفقراء لشکر وہد۔ وچوں حضرت مقدس نبوی باری دیگر بحرف نخستیں زبان کشاد و عثمان صد شتر دیگر اضافۂ آں کرد۔ در نوبت سوم سہ صد شتر رسانید زمرۂ از اصحاب سیر گفتہ اند۔ کہ آں نکو محضر ہزار مثقال طلائے احمر بر آں شتراں منضم گردانید و فرقہ راعقیدہ آں کہ مایحتاج ثلث آں لشکر کہ مجموع آں سی ہزار بودند قیام نمود حضرت خیر الانعام درآں روز فرمود۔ لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالٍ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذَا در بعضے از کتب بنظر چناں رسیدہ کہ چوں عثمان بن عفان ہزار مثقال طلاء در مجلس فرخندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آورد آں سرور فرمود اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ

عَفَّانَ فَاِنِّیْ عَنْهُ رَاضٍ.

(تاریخ روضۃ الصفاء، جلد دوم، ص ۴۰۳) ذکر احوال خاتم الانبیاء

ترجمہ: (غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے جب سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کرام کو مالی امداد دینے کی ترغیب فرمائی) تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جس کی وجہ سے وہ تمام امت پر سبقت لے گئے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکیت کا نصف بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نقل ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر امیر لوگوں کو جنگ کے ساز و سامان کے لیے اور غریب مجاہدین کی مالی امداد کے لیے رغبت دلائی۔ اور اس پر اخروی ثواب کا مژدہ سنایا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جو مالی اعتبار سے تمام صحابہ کرام پر فضیلت و سبقت رکھتے تھے، کھڑے ہوئے اور سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے فقراء لشکر کو دینے کا اعلان فرمایا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے دوسری مرتبہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ اور بڑھا دیئے۔ اور تیسری مرتبہ اعلان پر انہوں نے تین سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا۔ سیرت نگاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سو اونٹوں کے ساتھ ہزار مثقال سرخ سونا بھی دینے کا اعلان فرمایا۔ اور ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اس لشکر کی ضروریات کا 1/3 حصہ انہوں نے مہیا کر دیا۔ جس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ عثمان کی اس قدر مالی

قربانی کے بعد اس کا مال اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بعض سیرت کی کتابوں میں یوں بھی نظر سے گزرا ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہزار مثقال سونا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس وقت دعا فرمائی: اے اللہ! عثمان بن عفان سے راضی ہو جاؤ۔ بے شک میں اس سے راضی ہوں۔

جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ تم صدیق ہو، تم فاروق ہو

حَمدویة و ابراهیم قالا حدّثنا ایوب بن نوح عن صفوان عن عاصم بن حمید عن فضیل الرّسان قال سمعت ابا داؤد و هو یقول حدّثنی بریدة الاسلمیّ قال سمعتُ رسول اللّٰه ﷺ یقول ان الجنة تشتاق الٰی ثلاثةٍ قال فجاء ابوبکر فقیل له یا ابا بکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذهما فی الغار فلو سالت رسول اللّٰه ﷺ من هؤلاءِ الثلاثة؟ قال انّی اخاف ان اسأله فلا اکون منهم فتعیّرنی بذٰلک بنوتمیم قال ثم جاء عمر فقیل له یا ابا حفص ان رسول اللّٰه ﷺ قال ان الجنة تشتاق الی الثلاثة انت الفاروق وانت الّذی ینطق الملک علی لسانک فلو سالت رسول اللّٰه ﷺ من هؤلاء ثلاثةٌ ؟ فقال انی اخاف اللّٰه ان اسأله فلا اکون منهم فتعیّرنی بنو عدیّ.

(رجال کشی، مطبوعہ کربلا، ص ۳۲-۳۳) تذکرہ عمار ابن یاسر

ترجمہ: بریدہ اسلمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکر آئے تو انہیں کہا گیا: اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔ اور غار میں دو کے دوسرے ہو۔ تو حضور ﷺ سے دریافت کرو۔ وہ تین کون ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے خطرہ ہے۔ اگر میں نے پوچھا اور میں خود اُن میں سے نہ ہوا تو بنی تمیم مجھے ملامت کریں گے۔ پھر عمر بن الخطاب آئے، ان سے بھی کہا گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اور تم فاروق ہو اور تم وہ ہو جن کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔ اگر تم پوچھ بتاؤ۔ وہ تین کون ہیں؟ تو فاروق نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں پوچھ بیٹھا۔ اور میں خود ان میں سے نہ ہوا تو بنی عدی مجھے ملامت کریں گے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ بمنزلہ میرے کان، عمر رضی اللہ عنہ آنکھ عثمان غنی رضی اللہ عنہ دل کے ہیں:

قال حدثنی علیؑ بن محمد بن علی الرضا عن ابیه عن ابائه عن الحسن بن علی علیهم السلام قال قال رسول اللّٰه ﷺ انّ ابابکر منی بمنزلة السمع وان عمر منی بمنزلة البصر و ان عثمان منی بمنزلة الفؤاد قال فلما کان من الغد دخلت الیه و عنده امیر المؤمنین علیه السلام وابوبکر و عمر و عثمان فقلت له یا ابّه سمعتک تقول فی اصحابک هؤلاء قولا فما

هو فقال علیه السلام نعم ثم اشار بیده الیهم فقال هم السمع و البصر و الفؤاد سیسألون عن ولایة وصیّ هٰذا و اشاره الٰی علیّ بن ابی طالب علیه السلام ثم قال ان اللّٰہ عزّوجلّ یقول اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَاد كُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ثُمَّ قال ﷺ و عزّة ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیامة و مسئولون عن ولایته وذالک قول اللّٰہ عزّوجلّ وقفوهم انهم مسئولون.

(معانی الاخبار مصنفہ شیخ صدوق، ص ۳۸۷۔۳۸۸، مطبوعہ بیروت طبع جدید باب نوادر المعانی)

ترجمہ: امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ بمنزلہ میرے کان کے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بمنزلہ میری آنکھ کے اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت علی، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کی: ابا جان! کل آپ کی زبانِ اقدس سے خلفائے ثلاثہ کے بارے میں یوں کلام سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما کر کہا: وہ سمع، بصر اور فواد ہیں۔ اور عنقریب میرے اس وصی کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک کان، آنکھ اور دل سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے۔ کہ تمام

امت قیامت کے دن کھڑی رہے گی۔ اور ان سے ولایت علی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ انہیں ٹھہراؤ۔ ان سے پوچھا جائے گا۔

قیامت کے دن میرے نسب اور سسرال کے علاوہ باقی تمام کے انساب وسسرال کی نسبت ختم ہو جائے گی:

حدثنا علی ابن موسٰی عن ابیه عن جدہٖ عن اٰبائه عن علی علیه السلام قالَ قَالَ رسول اللّٰه ﷺ کلُّ نسب وَّ صهرٍ منقطع یوم القیامة اِلّا نسبی و سببی۔

(امالی، شیخ طوسی، جلد اول، ص ۳۵۰۔ الجزء الثانی عشر)

(۲) شرح نہج البلاغۃ ابن حدید، جلد سوم، ص ۱۲۴

فی تزویج عمر عمر بام کلثوم بنت علی طبع جدید مطبوعہ بیروت

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: بروز قیامت میرے نسب اور سسرال کے علاوہ تمام کے انساب اور سسرال کی نسبت ختم ہو جائے گی۔

حضرت مولائے کائنات نے اپنے بچوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان اپنے دوستوں صحابہ کرام کے نام پر رکھے:

قال المفید رحمه اللّٰه اولادُ امیر المؤمنین علیه السلام سبعة و عشرون ولدًا ذکراً وَّ انثٰی الحسن والحسین و زینبت الکبرٰی و زینب الصغرٰی المکنّاہ ام کلثوم امهم فاطمة البتول سیدة نساء العالمین بنت

سید المرسلین محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیه وسلم و علیهم اجمعین و محمد الکنٰی ابا القاسم امه خولة بنت جعفر بن قیس الحنفیة و عمر و رقیّة کانتا توامین و امهما ام حبیبة بنت ربیعة و العبّاس و جعفر و عثمان و عبد اللّٰه الشهداء مع اخیهم الحسین صلوات اللّٰه علیه وعلیهم السلام بطفّ کربلا امّهم امّ البنین بنت حزام بن خالد بن دارم و محمد الاصغر المکنی ابابکر و عبید اللّٰه الشهیدان مع اخیهما الحسین علیه السلام بالطّف امهما لیلا بنت مسعود الدارمیّة و یحیٰی و عون امهما اسماء بنت عمیس الخثعمیة رضی اللہ عنہا و ام الحسن و رملة امهما ام مسعود بن عروة بن مسعود الثقفی و نفیسة و زینب الصّغرٰی و رقیة الصّغرٰی و امُّ هانی و امّ الکرام و جمانة المکنّاة باُمّ جعفر و امامة و امّ سلمة و میمونة و خدیجة و فاطمة رحمة اللّٰه علیهن لاُمّهاتِ اولادٍ شتّٰی.

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد نمبر۱، صفحہ ۴۴۰۔ فی ذکر اولادہٖ علیہ السلام)

ترجمہ: شیخ مفید نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بچے بچیاں کل ستائیس تھے۔ حسن، حسین، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ کنیت امّ کلثوم ان کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔ محمد کنیت ابوالقاسم ان کی والدہ خولہ بنت جعفر تھیں۔ عمر، رقیہ یہ دونوں جڑواں تھے ان کی والدہ امّ حبیبہ بنت ربیعہ تھیں۔ عباس، جعفر، عثمان، عبداللہ یہ

اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔
ان کی ماں ام البنین بنت حزام تھیں۔ محمد اصغر کنیت ابوبکر، عبیداللہ یہ
دونوں بھی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی
والدہ لیلیٰ بنت مسعود تھیں۔ یحییٰ و عون ان کی والدہ اسماء بنت عمیس
تھیں۔ ام الحسن رملہ ان کی والدہ ام مسعود بن عروۃ تھیں۔ نفیسہ،
زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام حانی، ام کرام، جمانہ کنیت ام جعفر، المۃ،
ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ رحمۃ اللہ علیہن مختلف ماؤں کی اولاد تھیں۔

مولائے کائنات کے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان

الذّکور الحسن والحسین ومحمد الاکبر و عبداللّٰہ
و ابوبکر ، العبّاس و عثمان و جعفر و عبداللّٰہ و
محمد الاصغر و یحییٰ و عون و عمر و محمد
الاوسط علیہم السلام.

(کشف الغمہ، جلد ۱، ص ۱۴۴)

" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ یہ تھی۔ حسن، حسین، محمد الاکبر،
عبداللہ، ابوبکر، عباس، عثمان، جعفر، عبداللہ، محمد اصغر، یحییٰ، عون، عمر
اور محمد اوسط علیہم السلام۔

ابوبکر و عمر پرہیزگاری اور تقویٰ سے بھرپور اور سادگی پسند تھے

و بر زیادت چوں ابوبکر و عمر کار بورع و زہادت
کردند و جامہائے کرباسین پوشیدند و از چیز ہائے
خشن خورش کردند و اموالِ غنائم را بر مردم بخش

نمودند و خود طمع و طلب در مال دنیا در نلبستند،
مردم را اگر شبھتی در خاطر بود مرتفع گشت.
باخود گفتند اگر ایشان باغراضِ نفسانی مخالفت
نص می کردند چرا از حطام دنیوی بھره مند نیستند.
ھمانا عاقل وقتے مخالفتِ نص کند و دینِ خود را برباد
و ھدکار دنیا را برونق کند ایشان که از دنیا را برونق
کند داشتند چگونه توان گفت خلافِ نص کردند.

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء، جلد سوم، ص ۲۷ طبع جدید
مطبوعہ تہران دوران خلافت عمر بن خطاب)

ترجمہ: اس سے زیادہ یہ ہے کہ جب ابوبکر وعمر نے تقویٰ و پرہیز
گاری سے کام کیا، روئی کا لباس پہنا، تکلیف دہ چیزوں کے خوگر ہو
گئے، لوگوں پر مالِ غنیمت تقسیم کیا (اپنے لیے کچھ نہ رکھا) اور دنیاوی
مال ودولت کے طمع وطلب سے دور دور رہے، اس لیے اگر لوگوں
کے دل میں کوئی شبہ تھا تو دور ہوگیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اگر انہوں
نے نفسانی اغراض سے نص کی مخالفت کی ہوتی۔ (خلافت پر
غاصبانہ قبضہ کیا ہوتا) تو دنیاوی مال و متاع سے متمتع کیوں نہ
ہوتے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی جب نص کی مخالفت کرتا اور اپنا دین
برباد کرتا ہے تو دنیاوی زندگی ضرور بارونق بناتا ہے۔ انہوں نے
(ابوبکر وعمر نے) جب دنیا سے ہاتھ ہی کھینچ لیا ہے تو یہ کس طرح کہا
جا سکتا ہے کہ انہوں نے نص کی مخالفت کی ہے۔

خلافتِ راشدہ

مولائے کائنات علی المرتضٰی کی نظر میں

و ذکرت ان اللّٰہ اجتبٰی لہ من المسلمین اعوانًا ایّدھم بہٖ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام و کان افضلھم فی الاسلام کما زعمت و انصحھم للّٰہ و لرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق و لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم و ان المصائب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللّٰہ و جزاھما باحسن ما عملا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم، جلد ۴، ص ۳۶۲، مطبوعہ تہران، طبع جدید، زیر خط نمبر ۹)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک حضور ﷺ کے لیے مسلمانوں میں بہت سے معاون و مددگار منتخب فرمائے، جن کے ذریعہ آپ کی تائید فرمائی۔ ان حضرات کی آپ کی بارگاہ میں اس ترتیب سے قدر و منزلت تھی جو انہیں اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے تھی اور اسلام میں ان سب سے افضل جیسا کہ تمہارا بھی خیال ہے۔ خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق ہیں اور یہی ان تمام میں سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ ”فاروق اعظم“ کا مرتبہ ہے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! اسلام میں ان

دونوں کا مقام یقیناً عظیم ہے، ان کی رحلت سے اسلام میں بہت سے مصائب پیدا ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے اعمال کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسلام میں سب سے افضل اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کا دھیان رکھنے والے خلیفہ اوّل تھے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خط لکھا تھا، جس کو ''نصر ابن مزاحم'' نے اپنی کتاب ''واقعہ صفین'' میں یوں نقل کیا ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. من معاویة بن ابی سفیان الٰی علی ابن ابی طالب سلامٌ علیکَ فانّی احمد الیک اللّٰہَ الّذی لا الٰہ الّا ھو امّابعد فانّ اللّٰہ اصطفٰی محمّدًا بعلمہٖ و جعلہ الامین علی وحیہٖ و الرسول الٰی خلقہ و اجتبٰی لہ من المسلمین اعوانًا ایّدہ اللّٰہ بھم فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام فکان افضلھم فی اسلامہٖ و انصحھم للّٰہ و لرسولہ الخلیفة من بعدہٖ و خلیفةَ خلیفتہٖ و الثّالث الخلیفة المظلوم عثمان فکلھم حسدتَ و علٰی کلھم بغیت.

(واقعہ صفین، ص ۶۱۔۶۲ مطبوعہ مطبع عباسیہ، بیروت طبع قدیم)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (یہ خط) معاویہ بن سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف (لکھا جا رہا ہے) آپ پر سلامتی

ہو۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے جناب محمد ﷺ کو اپنے علم کی بناء پر سب سے چن لیا اور انہیں اپنی وحی کا امین بنایا اور اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور مسلمانوں میں سے ان کے مددگار اور معاون بنائے، جن کی وجہ سے اللہ نے آپ کی تائید فرمائی تو وہ آپ کے نزدیک اپنا مرتبہ اسلام میں فضیلت کی بناء پر رکھتے تھے۔ اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر زیادہ دھیان رکھنے والے خلیفہ اوّل تھے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ اور تیسرے خلیفہ جناب عثمان جو مظلوم تھے۔ تم نے ان سب خلفاء سے حسد کیا اور ہر ایک سے بغاوت کی۔

اللہ کے رسول ﷺ کے سب سے زیادہ خیر خواہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے

من عبدِ اللّٰه علیّ امیر المؤمنین الٰی معاویة بن سفیان امّا بعد ... و ذکرتَ انّ اللّٰه اجتبٰی له من المسلمین اعوانا ایده اللّٰه بهم فکانوا فی منازلهم عنده علی قدر فضائلهم فی الاسلام فکان افضلهم زعمت فی الاسلام و انصحهم للّٰه و لرسوله الخلیفة و خلیفة الخلیفة و لعمری ان مکانهما فی الاسلام شدید رحمهما اللّٰه و جزاهما باحسن الجزاء و ذکرت ان عثمان کان فی الفضل ثالثًا فان یکن عثمان محسنا فسیجزیه اللّٰه باحسانه و ان یک مسیئًا فسیلقی اللّٰه

ربًّا غفورًا.

(واقعہ صفین، ص ۶۳)

ترجمہ: (یہ خط) عبداللہ علی امیر المؤمنین کی طرف سے جناب معاویہ بن سفیان کو (لکھا جا رہا ہے) اما بعد! آپ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے مسلمانوں میں سے ایک معاون اور مددگار جماعت منتخب فرمائی تھی۔ اور ان معاونین کے آپ کے نزدیک ایسے ہی درجات تھے جیسے اسلام میں ان کی افضلیت تھی۔ ان سب میں سے اللہ اور اس کے رسول کے زیادہ خیر خواہ خلیفہ اوّل ابوبکر تھے پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں حضرات کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے اور انہیں اچھی جزاء سے نوازے اور تم نے حضرت عثمان کا ذکر کیا کہ وہ فضیلت میں تیسرے درجے پر تھے تو اگر عثمان نیکوکار تھے تو اللہ ان کی نیکی کی بہت جلد جزاء عطا فرمائے گا اور اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تو عنقریب اس اللہ سے ملنے والے ہیں جو ربِّ غفور ہے۔

میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی:

وَ وَجَدْتُ فی بعض کتب التواریخ فی اخبار الحسن و معاویة ان بخلاف الحسن صحّ الخبر عن رّسول اللّٰه ﷺ الخلافةُ بعدی ثلاثون سنة لانّ اباںکر الصدیق رضی اللہ عنہ تقلّدها سنتین و ثلاثة اشهر و اربع لیال و عثمان رضی اللہ عنہ

احدیٰ عشرۃ سنۃ و احد عشر شھراً و ثلاثۃ عشر یومًا و علیّ رضی اللہ عنہ اربع سنین و سبعۃ اشھر الّا یومًا و الحسن رضی اللہ عنہ ثمانیۃ اشھر و عشرۃ ایام فذٰلک ثلاثون سنۃً.

(مروج الذہب للمسعودی جلد دوم صفحہ ۴۲۹
ذکر خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: تاریخ کی بعض تحریروں میں امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے حالات میں مَیں نے یہ بات دیکھی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی، کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ اور چار راتیں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ اور دس دن خلافت کی۔ یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔

جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو:

قال امیر المؤمنین و من لم یقل انی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللّٰہ.

(مناقب علامہ ابن شہر آشوب، جلد سوم، ص ۶۳)

ترجمہ: حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مجھے "رابع الخلفاء" نہ کہے، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب، جلد دوم، ص ۲۷۶، مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس کراچی)

میں نے خلفاءِ ثلاثہ کی بیعت کی اور زندگی بھر ان کا وفادار رہا۔

انشدکم باللّٰہ اتعلمون ان رسول اللّٰہ ﷺ قبض وانا اولی الناس بہٖ و بالناس قالوا اللّٰھم نعم قال فبایعتم ابا بکر و عدلتم عنی فبایعت ابابکر کما بایعتموہ و کرھت ان اشق عصا المسلمین و ان اُفرّق بین جماعتھم ثم ان ابابکر جعلھا لعمر من بعدہٖ و انتم تعلمون انی اولی الناس برسول اللّٰہ ﷺ و بالناس من بعدہٖ فبایعت عمر کما بایعتموہ فوعیت لہ ببیعتہ حتّٰی لمّا قتل جعلنی ساس ستۃ فدخلت حیث ادخلنی و کرھت ان افرّق جماعۃُ المسلمین و اشق عصاھم فبایعتم عثمان فبایعتہٗ.

(امالی شیخ طوسی، جلد دوم، ص ۱۲۱۔ الجزء الثامن عشر، طبع ایران)

ترجمہ: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اٹھا لیے گئے اور میں آپ کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں سب سے بہتر تھے۔ پھر فرمایا تم نے مجھے چھوڑ کر ابوبکر کی بیعت کر لی تو میں نے تمہاری طرح ان کی بیعت کر لی۔ اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابوبکر صدیق نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر کے سپرد کر دی۔ حالاں کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کے نزدیک میں سب سے بہتر تھا۔ تو

تمہاری طرح میں نے بھی حضرت عمر کی بیعت کر لی اور اپنی بیعت کی پاسداری کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر قتل ہو گئے۔ مجھے حضرت عمر نے مجلس مشاورت میں چھٹے درجہ پر رکھا تو میں مجلس میں اسی طرح داخل ہوا، جس طرح حضرت عمر نے مجھے داخل کیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا اور ان کی وحدت اور مضبوطی کو ختم کرنا، میں نے برا جانا۔ لہٰذا میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

فضائل خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے نبی علیہ السلام نے ابوبکر کی تصدیق کی

وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ.

(پ۲۴، ع۱)

ترجمہ: اور وہ ذات جو صدق لے کر آئی اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی۔ یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

آیت کی تفسیر میں معروف شیعہ مفسر "علامہ طبرسی" نے یوں لکھا ہے:

الذی جاء بالصدق رسول اللہ ﷺ و صدق بہ ابوبکر.

(تفسیر مجمع البیان، جلد نمبر۲، جز نمبر۵، صفحہ ۶۵۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: جو ذات صدق لے کر آئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ آیت کریمہ کے تحت (جو گیارھویں پارہ رکوع نمبر۲ کی آیت ہے) تفسیر مجمع البیان میں یوں مذکور ہے:

اِنَّ اول من اسلم بعد خدیجۃ ابوبکرٍ.

(تفسیر مجمع ال بیان، جلد نمبر۳ جز ۵، ص ۶۵۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ پرہیزگار اور صدیق ہیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی.

(پ۳۰، سورۃ اللیل)

ترجمہ: پس جس شخص نے دیا اور پرہیزگاری برتی۔ اور ٹھیک باتوں کی تصدیق کی۔ تو بہت جلد ہم اسے آسانی کی توفیق دیں گے۔

(ترجمہ مقبول)

علامہ طبرسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن ابن الزبیر رضی اللہ عنہ قال ان الأیۃ نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ لانّہ اشتری الممالیک الذین اسلموا مثل بلال رضی اللہ عنہ و عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ و غیرھما و اعتقھم.

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، ج۱۰، ص۵۰۱ تا ۵۰۲۔ سورۃ اللیل)

ترجمہ: ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فاما من اعطیٰ" "لاآخر" آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے۔ جو مسلمان ہوگئے تھے۔ جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عامر رضی اللہ عنہ بن فہیرہ وغیرہ اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد بھی کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ عزت اور فضل والے تھے۔

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسَاکِیْنَ وَ الْمُهَاجِرِیْنَ اِنَّ قَوْلَهٗ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ الآیة نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ مِسْطَحِ بْنِ اَثَاثَةَ.

(تفسیر مجمع البیان، جزء ۷، جلد ۴، ص ۱۳۳)

ترجمہ: تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت کے مالک لوگ اس بات کی قسم نہ اٹھائیں۔ کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجرین کی مالی امداد نہیں کریں گے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت میں عمر سے بڑھ کر ہیں۔

امام تقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَ لٰکِنَّ اَبَابَکْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ.

(احتجاج طبرسی، ص ۲۴۸، مطبع نجف اشرف)

ترجمہ: مَیں (امام تقی رضی اللہ عنہ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں، لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمالات و فضائل میں سب سے ممتاز و منفرد اور یکتا ہونے کی بناء پر بلافصل خلیفۂ رسول ہونے کا اعزاز حاصل کیا مثلاً

ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز روزہ کی بناء پر نہیں بلکہ ان کے سینے میں جمی میری محبت کی وجہ سے

نبی علیہ السلام صحابہ کرام کے مجمع میں اکثر فرمایا کرتے کہ ابوبکر صدیق نماز اور روزہ کی بناء پر سبقت نہیں لے گئے، بلکہ سبقت کی وجہ وہ محبت ہے جو ان کے سینے میں جمی ہوئی تھی۔

(مجالس المؤمنین، ج۱، ص۲۰۶)

مَیں نے عرش پر لکھا دیکھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرش پر لکھا دیکھا:

لَا اللہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر صدیق۔

(احتجاج طبری، ج۱، ص۳۶۵)

بے شک ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار جانتے ہیں:

بے شک ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار جانتے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں اور نماز میں حضور کے ساتھ دوسرے تھے اور بے شک ہم آپ کی بزرگی مانتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں امامتِ نماز کا حکم دیا تھا۔

(شرح نہج البلاغۃ ج۱ص۲۹۳، جزء۶ لابن ابی حدید)

تم رسول اللہ ﷺ کے گواہ ہو جاؤ کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال امیر المؤمنین علیه السلام بعد وفاة رسول الله ﷺ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت عال الذین کفروا و صدوا عن سبیل الله اضل اعمالهم فقال له ابن عباس یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال قرأت شیئا من القرآن قال لقد قلته لامر قال نعم ان الله یقول فی کتابه و ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نهکم عنه فانتهوا فتشهدوا علی رسول الله ﷺ انه استخلف ابابکر۔

(تفسیر صافی ج ۲ ص ۵۶۱۔۵۶۲، مطبوعہ ایران۔ تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے رسول پاک ﷺ کے انتقال کے بعد مسجد میں لوگوں کے بھرے اجتماع میں بلند آواز سے الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضلّ اعمالھم پڑھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ابوالحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ! جو کچھ آپ نے پڑھا، اس پڑھنے کا کیا مقصد ہے، تو مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں نے قرآن مجید سے آیت پڑھی ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا آپ کے پڑھنے کی کوئی نہ کوئی غرض اور غایت ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہاں! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے اور جو تم کو رسول اللہ ﷺ دیں، لے لیا کرو اور جس سے منع فرمائیں رک جایا کرو۔ تو تم رسول اللہ ﷺ کے گواہ ہو جاؤ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے:

"ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوۃ و حضر المسجد و صلّٰی خلفَ ابی بکرٍ."

(تفسیر قمی، ص ۲۹۵۔ سن طباعت ۱۳۱۵ھ)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

احتجاج طبرسی میں مندرج ہے:

قام وتھیّا للصلٰوۃ و حضر المسجد وصلّٰی خلف ابی بکرٍ.

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے تیاری کی۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(احتجاج طبرسی، ص ۵۳۔ طبع ۱۳۰۲ھ، طہرانی طبع۔ بحث احتجاج امیر المؤمنین علی، ابی بکر و عمر)

تلخیص الشافی میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"و ان ادعی صلوٰۃ مظھر للاقتداء فذاک مسلم لانّہ الظاھر."

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی ظاہر اقتداء میں نماز ادا کرتے رہنا مسلمات میں سے ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے۔

(تلخیص الشافی، ص ۳۵۴، طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ پنجگانہ مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے:

کتاب سلیم بن قیس میں مروی ہے کہ

"و کان علی علیہ السلام یصلی فی المسجد الصلوات الخمس."

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پنجگانہ نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔

(کتاب سلیم بن قیس العامری الہلالی الکوفی ص ۲۲۴۔ مطبوعہ حیدریہ، نجف اشرف، عراق)

لفظ کان و الفظ الخمس کے ذریعہ یہ مسئلہ بڑے عمدہ طریقہ سے صاف ہو گیا کہ ہمیشہ پانچ وقت کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

میرزا رفیع باذل ایرانی نے اپنی مشہور تصنیف "حملہ حیدری" میں اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

کشیدند صف اہلِ دین از قضا
دراں صف ہم استاد شیرِ خدا

یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جب اہلِ دین نے نماز کے لیے صف تیار کی تو اس صف میں حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ بھی شریک ہو کر

کھڑے ہوئے۔

(حملہ حیدری، جلد دوم، ص ۲۵٦۔
ذکر اغراء نمودن ابوبکر و عمر، خالد بن ولید را بر قصد قتل شاہ اولیاء، طبع قدیمی ایرانی)

گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی نے اپنی تصنیف "مرأۃ العقول شرح اصول" میں صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ "حضر المسجد و صلی خلف ابی بکر" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(مرأۃ العقول شرح اصول، ص ۳۸۸ طبع قدیمی ایرانی۔
بحث فی الاشارۃ الی بعض مناقب فاطمۃ وقصۃ فدک۔ سن طباعت ۱۳۲۱ھ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت اور میرے بعد خلافت کی خوشخبری سنا دو

رُوِی عن انس ان رسول اللّٰہ ﷺ امَرہ عند اقبال ابی بکر ان یبشرہ بالجنۃ و بالخلاف بعدہٗ و ان یبشّر عمر بالجنّۃ و بالخلافۃ بعد ابی بکر و روىَ عن جبیر بن مطعم انّ امرأۃ اتت رسول اللّٰہ ﷺ فکلّمتہ فی شیء فامر بھا ان ترجع الیہ فقالت یا رسول اللّٰہ ارایت ان رجعت فلم اجدک (تعنی الموت) قَالَ ان لّم تجدینی فاتِ ابابکرٍ۔

(تلخیص الشافی، جلد سوم، ص ۳۹ فصل فی ابطال قول من خالف فی امامۃ امیر المؤمنین بعد النبی علیھما السلام بلا فصل مطبوعہ قم، طبع جدید)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مجلس میں آنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ انہیں

(ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو) جنت میں اور میرے بعد خلافت کی خوشخبری سنا دو۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دو اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور کسی معاملہ میں آپ سے بات چیت کی۔ حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر میرے پاس آنا۔ عورت نے عرض کی کہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ (یعنی اس وقت تک اگر آپ وصال کر جائیں تو پھر کیا کروں؟) آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا (اور ان سے اپنا مسئلہ حل کروالینا۔)

نماز میں ابوبکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تو صدیق ہے:

فانّهٔ حدّثنی ابی عن بعض رجاله رفعه الیٰ ابی عبد اللّٰه قال لمّا کان رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله فی الغار قال لابی بکر کانّی انظر الیٰ سفینة جعفر فی اصحابه یقوم فی البحر و انظر الی الانصار محتبین فی افنیتهم فقال ابوبکر و تراهم یا رسول اللّٰه قال نعم قال فارونیهم فمسح علی عینه فراهم فقال له رسول اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) انت الصدّیق۔

(تفسیر قمی، ص ۲۶۵ تا ۲۶۶۔ مطبوعہ ایران طبع قدیم، بحار الانوار، ج۱۹، ص ۸۱)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت کی رات غار میں تھے۔ تو آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو اس کشتی میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار کو بھی اپنے گھروں کے صحنوں میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ازراہِ تعجب عرض کی۔ کیا آپ واقعی دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں: عرض کی مجھے بھی دکھلا دیجئے۔ تو آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر انہیں بھی یہ سب کچھ نظر آ گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو "صدیق" ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا کے حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ان کے گھر سے غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

پس پیغمبر (ص) شب پنج شنبہ در شر ملّہ امیر المؤمنین (ع) را بر جائے خود بخوابانید و خود را از خانہ ابوبکر برفاقت او بیروں آمدہ غار توجہ نمود و شب آنجا بیتوتہ فرمود۔۔۔۔ مجاہد گوید کہ رسول (ص) سہ شبانہ روز در غار بود۔ و از عروہ روایت است کہ ابوبکر را گوسفندی چند بود۔ نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں را بر در غار راندی و ایشاں از شیر گوسفنداں۔ خوردندی و قتادہ گوید کہ عبدالرحمٰن در خفیہ بامداد و شبان گاہ آمدی و برائے ایشاں طعام آوردی۔

(تفسیر منہج الصادقین، جلد چہارم، ص ۲۷۰)

شب جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا۔ اور خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں اِن کے گھر سے

''غارِ ثور'' کی طرف روانہ ہوئے۔ اور رات وہیں آرام فرمایا
(آگے چل کر اسی تفسیر میں لکھا ہے) مجاہد کہتا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ تین رات دن وہاں غار میں قیام پذیر رہے۔ عروۃ
سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند بھیڑ بکریاں تھیں۔
نمازِ مغرب کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام ''عامر بن فہیرہ'' ان بکریوں
کو غار کے دھانے پر لے آتے۔ اور یہ دونوں حضرات ان کا دودھ
نوش فرماتے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے
جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ خفیہ طور سے صبح و شام انہیں کھانا پہنچاتے
رہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مخلص احباب کے ساتھ جنت کے بلند ترین محلات میں ہوں گے۔

امرک ان تسصحب ابابکرٍ فانّه انسک و ساعدک
و وازرک و ثبت علٰی تعاهدک وتعاقدک کان فی
الجنة من رفقائک و فی غرفاتها من خلصائک.

(تفسیر حسن عسکری، ص ۲۴۱)

ترجمہ: ہجرت کی رات جبرائیل نے آپ کو اللہ کا پیغام دیا۔ کہ آپ
اپنے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے لیں۔ کیوں کہ اس نے آپ
سے محبت کی۔ آپ کی معاونت کی۔ آپ کا بوجھ اٹھایا اور آپ کے
ساتھ معاہدات و کاروبار میں ثابت قدم رہا۔ جنت میں آپ کے
رفقاء میں سے ہوگا۔ اور آپ کے مخلص احباب کے ساتھ جنت کے
بلند ترین محلات میں ہوگا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہنے والے کے حق میں امام باقر رضی اللہ عنہ کی بددعا

و عن عروۃ بن عبداللّٰہ قال سئلت ابا جعفر محمّد ابن علیّ علیہ السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا بأس بہٖ و قد حلّی ابوبکرٍ الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدّیق قال فوثب وثبۃً و استقبل القبلۃ و قال نعم الصدّیق فلا صدق اللّٰہ لہ قولًا فی الدُّنیا و الآخرۃ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ فی معاجز الامام ابی جعفر الباقر، جلد دوم، مطبوعہ تبریز، ص ۱۴۷)

"عروہ بن عبداللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے تلوار کے جڑاؤ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیورات سے آراستہ کیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ بھی ابوبکر کو "الصدیق" کہتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ ایک دم جذبات سے اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ یقیناً وہ صدیق ہیں۔ اور وہ بلاشک صدیق ہیں۔ اور سنو جو شخص انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات کو ہرگز سچا نہیں کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا مسجد میں تشریف لائے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں کھڑے ہو گئے:

جلاء العیون کا اردو ترجمہ جو شیعہ حضرات کا مترجم ہے، کی عبارت ملاحظہ

ہو، لکھا ہے:

"جناب امیر (علیہ السلام) نے وضو کیا۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ اس وقت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔"

(جلاء العیون اردو، ج۱، ص۲۱۳، مطبوعہ لاہور)

میرا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا اپنے لیے بیعت سے بہتر ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے لیے کمزور ہے یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس سے دلا نہ دوں، ہم اللہ کی رضا پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا۔ اے پوچھنے والے! تو سمجھتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا۔ خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے جھٹلانے والا بنوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لیے بیعت سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے۔

(نہج البلاغہ، حصہ اوّل، ص۸۸،۸۹۔ خطبہ نمبر ۳۷)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی، تو اس کے بعد میرے لیے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا:

اسی خطبہ کی تشریح کرتے ہوئے ابن میثم لکھتا ہے کہ:

. فقوله فنظرت فاذا اطاعتي قد سبقت بيعتي اى طاعتي لرسول الله ﷺ فيما امرني به من ترك القتال قد سبقت بيعتي للقوم فلا سبيل الى الامتناع منها وقوله و اذا الميثاق في عنقي لغيري اى ميثاق رسول الله ﷺ وعهده الى بعدم المشاقة و قيل الميثاق ما لزمه من بيعة ابي بكر بعد ايقاعها اى فاذا ميثاق القوم قد لزمني فلم يمكني المخالفة بعده.

(شرح نہج البلاغۃ، ج۲، ص۹۷ لابن میثم، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: (حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ پس میں نے غور و فکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیعت لینے سے اطاعت کرنا سبقت لے گیا ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ترک قتال کا مجھے حکم فرمایا تھا۔ وہ اس بات پر سبقت لے گیا ہے کہ میں قوم سے بیعت لوں۔ و اذا الميثاق في عنقي لغيري سے مراد رسول اللہ ﷺ کا مجھ سے وعدہ لینا ہے۔ مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے۔ جب لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کرلیں تو میں بھی بیعت کرلوں پس جب قوم کا عہد مجھ پر لازم ہوا یعنی ابوبکر کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے بعد میرے لیے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے بعد تم میں سے بہتر شخص پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آخری وقت عرض کیا گیا کہ آپ اپنے قائمقام کے لیے وصیت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا:

ما وصی رسول اللہ ﷺ فاوصی ولکن قال ان اراد اللہ خیرًا فیجمعھم علی خیرھم بعد نبیھم.

(تلخیص الشافی، ج۲، ص۳۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی تھی (تو میں کیسے کروں؟) البتہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے بعد تم میں سے بہتر شخص پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے گا۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں مجھے اپنی زندگی کی قسم اسلام میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مقام بہت عظیم ہے:

و کان افضلھم فی الاسلام کما زعمتَ وانصحھم للہ و لرسولہٖ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری و انّ مکانھما فی الاسلام لعظیم وانّ المصاب بھما لجرۃ فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ و جزاھما باحسنِ ما عملا.

(شرح نہج البلاغۃ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶، ج ۳۱۔

طبع قدیمی ایران وج ۴ ص ۳۶۲ مطبع حیدریہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ: "یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا

ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے "خلیفہ صدیق" تھے اور خلیفہ کے خلیفہ "فاروق" تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں (خلفاء) کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کو (موت کی) مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کی موافق جزائے خیر عطا فرمائے۔"

صدیق اکبر نے اپنی جان داؤ پر لگا دی

چنیں گفت راوی کہ سالارِ دین　　چو سالم بحفظ جہاں آفریں!

ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت　　بسوئے سرائے ابوبکر رفت

پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود　　کہ سابق رسولش خبر دادہ بود

نبی بود درِ خانہ اش چوں رسید　　بگوشش ندائے سفر در رسید

چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد!　　ز خانہ بیروں رفت و ہمراہ شد

چوں رفتند چندیں بداماں دشت　　قدوم فلک سائے مجروح گشت

ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت!　　ولے زیں حدیث است جائے شگفت

کہ درکس چناں قوت آمد پدید　　کہ بارِ نبوت تواند کشید

برفتند القصہ چندے دگر!　　چو گردید پیدا نشانِ سحر!

بدیدند غارے دراں تیرہ شب　　کہ خوانندے عرب غار ثورش لقب

گرفتند در جوف آں غار جائے　　ولے پیش ابوبکر بنہاد پائے

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید!　　قبارا بدرید آں رخنہ چید

بدیں گونہ تاشد تمام آں قبا　　یکے خنہ نگرفتہ ماند از قضاء!

برآں رخنۂ ماندہ آں یار غارا | کف پائے خود را نمود استوار
نیامد جزا و ایں شگرف از کسے | کہ دور از خرد می نمائد بسے!
نیامد چنیں کارے از غیر او | بدینساں چوپر داخت از رفت او
در آمد رسول خدا ہم بغارا! | نشستند یک جا بہم ہر دو یار
چوں شد کار پرداختہ ہم چناں | رسیدند کافر پیا پے ذکر آں
در آندم بکف پائے آں یار غار | کہ بروئے سوراخ بود استوار
رسیدش زونداں مار گزند!! | وز آں درد افغانِ او شد بلند
پیغمبر باو گفت آہستہ باش | رسیدند اعداء مکن راز فاش
مکن غم مگرداں صدا را بلند! | کہ از زخم افعی نیابی گزند!
بغار اندروں تا سہ روز و شب | بسر برد آں شاہ بفرمانِ رب
شدے پور بوبکر ہنگام شام! | بہ بردے در آن غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شر | حبیب خدائے جہاں را خبر
نبی گفت پس پور بوبکر را | کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جمازہ باید کنوں را ہموار! | کہ مارا رساند بہ یثرب بارا!
ہم از اہل دین آمد یکے جملہ وار | برو کر دراز نبی آشکارا!!
از و جملہ دار ایں سخن چوں شنود | دو جمازہ دردم مہیا نمود !
تہی شد آزاں قوم آں کوہ و دشت | رسولِ خدا عازمِ راہ گشت
بہ صبح چہارم برآمد ز غار | دو جمازہ آوردہ بد جملہ داد
نشست از شتر آں شاہ دیں | ابوبکر را کرد با خود قریں

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران، ص ۲۸)

ترجمہ: راوی روایت کرتا ہے کہ جب حضور ﷺ اللہ رب العزت

کی حفاظت کے ساتھ اس مکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو ہجرت کے لیے پیشگی اطلاع ملنے پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو ہجرت کے لیے پیشگی اطلاع ملنے پر ابو بکر تیار بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ابو بکر کے گھر تشریف لائے۔ تو انہیں سفیر ہجرت کی آواز سنائی دی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ اور چلتے چلتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ لیکن یہ بات بہت انوکھی معلوم ہوتی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے بظاہر کمزور انسان میں نبوت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت آ گئی۔ مختصر یہ کہ تھوڑا اور آگے بڑھے۔ جب وقتِ سحر ہوا تو اس پہاڑ میں ایک ثور نامی غار میں جا گزیں ہوئے۔ پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ اس کے تمام سوراخوں کو اپنی قبا کے ٹکڑوں سے بند کر دیا۔ اتفاقاً ایک سوراخ رہ گیا۔ تو اس پر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں رکھ کر بند کر دیا۔ یہ ایسا کام ہے۔ جو عقل میں نہیں آتا۔ کیوں کہ اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان داؤ پر لگا دی۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار میں تشریف لے آئے۔ دونوں دوست اکٹھے بیٹھ گئے۔ اُدھر کفار ان کے نشانات کے ذریعہ اس غار تک پہنچ چکے تھے۔ اور ادھر ایک زہریلے سانپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوراخ پر رکھے پاؤں کو کئی ایک مرتبہ ڈسا۔ جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ دشمن غار کے

اوپر پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا تمہیں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔
جس کے ذریعہ ان پر ہمارا راز فاش ہو جائے ۔ رہا سانپ کے
ڈسنے کا معاملہ تو فکر نہ کریں۔ اس کے زہر سے تمہیں کوئی نقصان
نہیں ہوگا۔ تین رات دن اللہ کے حکم سے اس غار میں بسر کیے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند روزانہ صبح و شام کھانا لے کر
حاضر ہوتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حالات کی بھی خبر
دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لڑکے کو فرمایا کہ
اپنے باپ کی طرح اے صاحب صدق و صفا! ہمیں دو تیز رفتار
اونٹ درکار ہیں۔ جو ہمیں مدینہ پہنچائیں۔ ابوبکر صدیق کے لڑکے
کے ہمراہ ایک چرواہا بھی تھا۔ اس کو بھی حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے آگاہ فرمادیا۔ وہ چرواہا دو اونٹ لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ جب
کفار وہاں سے ہٹ کر اِدھر اُدھر ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں
سے کوچ فرمایا۔ تین دن کے بعد چوتھے دن غار سے آپ باہر
نکلے۔ اونٹ لائے گئے اور ایک پر آپ کائنات کے بادشاہ خود سوار
ہوئے۔ اپنے پیچھے اپنے وزیر باتدبیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔
اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے کفار کو بے حد صدمہ ہوا:

نزد رسولِ خدا کرد جائے ابوبکر خواندش رسول خدائے
چو شد دین اسلام اورا قبول پذیرفت اسلام . نزد رسول
بقوم و قبائل در افتاد شور ! بر نگاہ برخواست شور نشورا

بہر برزے مرد و زن انجمن!	ز کفر ز اسلام او بد سخن !
ہمہ قوم کفار زار و نزار !	ز غیرت ہمہ دیدہا اشکبار
کہ چوں او بزرگی زبس ترس وبیم	شود بار ایں نورسیدہ یتیم!
ہمہ دین ما زیر پائے آورند	دہ بندگی را بجائے آورند
چو او با یتیمے بجاں گشت یار	بکارش شود گردش روزگار

(حملہ حیدری مطبوعہ ایران)

ترجمہ: ا۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔تو آپ نے انہیں ابوبکر کہہ کر پکارا۔

۲۔چوں کہ اسلام کو وہ پسند کر چکے تھے۔اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

۳۔اس سے قوم اور قبائل میں ایسا شور اٹھا۔جیسا کہ میدانِ حشر میں ہوگا۔

۴۔ ہر گلی کوچے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام و کفر کی باہم باتیں ہونے لگیں۔

۵۔تمام کفار غیرت سے زارو قطار رونے لگے۔اور ان کی آنکھیں پانی میں ڈبڈبا گئیں۔

۶۔ ایسی خطرناک حالت میں ایک یتیم کا ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھی بن گیا۔جو نہایت بزرگ آدمی ہے۔

۷۔ ہمارے سابقہ دین کو برباد کر ڈالیں گے۔اور بندگی خدا کا راستہ اپنائیں گے۔

۸۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ اس یتیم کا سچے دل سے دوست بن گیا۔تو زمانے کی گردش اس کے حق میں ہو جائے گی۔

حضور ﷺ نے ابوبکر کو تمام صحابہ کا امام بنایا:

فلما اشتدّ به المرض امر ابابکر ان یصلّی بالناس و قد اختلف فی صلوته بهم فالشیعة تزعم انه لم یصل بهم الّا صلٰوةً واحدةً و هی الصّلٰوة الّتی خرج رسول اللّٰه ﷺ منها یتهادٰی بین علیّ و الفضل فقام فی المحراب مقامه و تأخّر ابوبکر و الصحیح عندی و هو الاکثر الاشهر انّها لم تکن اٰخر الصّلٰوة و فی حیٰوته ﷺ بالنّاس جماعةً و انّ ابابکرٍ صلّٰی بالنّاس بعد ذٰلک یومین ثمّ مات.

(الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ، ص ۲۲۵، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: جب حضور ﷺ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ صرف ایک نماز پڑھائی۔ اور وہ بھی وہ جس میں شرکت کے لیے حضور ﷺ حضرت علی اور الفضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے۔ حضور ﷺ محراب میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور ابوبکر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے۔ اور یہی اکثر کا قول اور مشہور ہے۔ کہ مذکورہ نماز حضور ﷺ کی زندگی کی آخری نماز نہ تھی۔ اور یقیناً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دن کی نمازیں لوگوں کو پڑھائیں۔ پھر حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

امام جعفر صادق کے ہاں ابوبکر کا قول حجت ہے۔

هٰذہٖ احادیث رسول اللّٰه ﷺ یصدّقها الکتٰب و الکتٰب یصدّقه اهله من المؤمنین و قال ابوبکر عند موته حیث قیل له اوص فقال اوصِی بالخُمس و قد جعل اللّٰه له الثلث عند موتهٖ و لو علم انّ الثُلث خیر له اوصی به ثم من علمتم بعده فی فضلهٖ و زهدهٖ رضی الله عنه و هو ابو ذرّ رضی الله عنه فامّا سلمان فکان اذا اخذ اعطاه دفع منه قوته لسنة حتّٰی یحضر عطاء ہ من قابل فقیل له یا ابا عبداللّٰه انت فی زهدک تصنع هٰذا و انت لا تدری لعلّک تموت الیوم فکان جوابه ان قال مالکم لا ترجون لی البقاء کما خفتم علیّ الفناء اما علمتم یا جهلة انّ النفس قد تلتات علی صاحبها اذا لم یکن من العیش ما تعتمد علیه فاذا هی اجرز معیشتها اطمأنت و امّا ابو ذر رضی الله عنه فکان له نویقات و شویهات یحلّبها و یذبح منها اذا اشتهٰی اهله اللحم او نزل به ضیف او راٰی باهلهٖ الذی معه خصاصّة نحر لهم الجزور او من الشیلة علی قدر ما یذهب عنهم یقرم اللّحم و یاخذ هو نصیب واحد منهم لا یتفضل علیهم و من ازهد من هؤلاء و قد قال فیهم رسول اللّٰه ﷺ ما قال.

(فروع کافی، کتاب المعیشہ، جلد دوم، مطبوعہ نولکشور ص ۳،
فروع کافی، جلد نمبر ۵، کتاب المعیشۃ، ص ۶۸، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: یہ احادیث رسول ﷺ ہیں۔ جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے اور کتاب اللہ کی تصدیق ایمان والے کرتے ہیں۔ جو اس کے سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابوبکر کو جب بوقت وفات وصیت کرنے کو کہا گیا۔ تو فرمایا۔ میں مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ حالانکہ خدا نے انہیں تیسرے حصہ کی وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ اگر نہ جانتے کہ تیسرے حصہ کی وصیت کرنے میں ثواب زیادہ ہوگا۔ تو تیسرا حصہ وصیت کر دیتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد زہد و فضل میں تم ابوذر اور سلمان فارسی کو سمجھتے ہو۔ سلمان فارسی کو کوئی عطیہ دیتا۔ تو وہ پورے سال کی خوراک کا ذخیرہ کر لیتے۔ حتی کہ آئندہ سال پھر عطیہ ملے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ زاہد ہو کر ایسا کیوں کرتے ہو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اگر آج ہی فوت ہو جاؤ۔ جواب دیا۔ تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟ جیسا کہ میرے مرنے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نفس آدمی پر اس وقت سرکشی کرتا ہے جب تک آدمی اتنی قدر معیشت حاصل نہ کر لے، جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب اس قدر معیشت مل جاتی ہے تو نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں ہوتی تھیں۔ جو دودھ بھی دیتی تھیں۔ اور اگر انہیں گھر والوں کے لیے یا مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے گوشت درکار ہوتا یا اپنے متعلقین کو ضرورت مند دیکھتے۔ تو ان میں سے بکری یا اونٹ ذبح کر لیتے۔ اور سب میں تقسیم فرما دیتے اور اپنے لیے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زائد نہ

ہو۔تم جانتے ہو کہ ان تین زاہدوں سے بڑھ کر اور کون زاہد ہو سکتا ہے! حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے بارے فرمایا۔ جو کچھ فرمایا۔

اے پہاڑ! ٹھہر جا تجھ پر اس وقت ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید ہے۔

ایک یہودی سے جب حضرت علی کا مباحثہ ہوا۔ وہ یہودی موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، نبی پاک ﷺ کے فضائل بیان کرنے لگے۔ اس یہودی نے داؤد علیہ السلام کی جب یہ فضیلت بیان کی کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ کے خوف سے روتے۔ تو پہاڑ بھی حرکت میں آجاتے۔ تو اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد عمل بمحمّد ما هو افضل من هذا اذا كنّا معه على جبل حراء (اذ تحرّك الجبل فقال له قرّ فانّه ليس عليك الّا نبيّ و صديق و شهيد.

(احتجاج طبری، طبع جدید، جلد اوّل، ص ۳۲۶، مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: (حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت درست ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے اس سے بڑا اور افضل کام کر دکھایا۔ جب ہم آپ کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے تو اچانک پہاڑ نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا: ٹھہر جا۔ تجھ پر اس وقت ایک نبی، دوسرا صدیق اور تیسرا شہید ہی ہے۔

عشق رسول ﷺ میں ابوبکر نے ایک کافر کی انتہا درجہ مذمت کی۔

فقال عُروة عند ذالک ای محمد ارایت ان استاصلت قومک هل سمعت باحد من العرب اجتاح اصله قبلک و ان تکن للاخریٰ فو اللّٰه انّی لاریٰ وجوهاً و اریٰ شاباً من الناس خلقاء ان یفرّوا و یدعوک فقال له ابوبکرٍ امصص بظرف اللّات انحن نفرّ عنه و ندعه فقال من ذا قال ابوبکر قال اما و الّذی نفسی بیدہٖ لو لا ید کانت لک عندی لم اجزک بها لاجبتک۔

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، جز۹، ص۱۱۷)

ترجمہ: (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے جب حضور ﷺ کے ساتھ عروہ نے گفتگو کی) تو عروہ نے کہا کہ اے محمد! آپ اپنی قوم کی جڑ کو کاٹ دیں گے۔کیا آپ نے اپنے سے پہلے کسی عرب کے بارے میں سنا کہ اس نے اپنی قوم کی جڑ کاٹی ہو۔اگر آپ میدان جنگ میں فتح نہ حاصل کر سکے۔تو قسمیہ کہتا ہوں کہ آپ کے اردگرد ایسے کمزور لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔جو آپ کو اکیلا چھوڑ کر میدان سے بھاگ جائیں گے۔اس پر ابوبکر کو غصہ آیا۔اور انہوں نے عروہ کو لات کا فرج چومنے والا کہہ کر برا بھلا کیا۔اور کہا کہ ہم حضور ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اس پر عروہ بولا۔مجھے گالی دینے والا یہ کون ہے؟ کہا ابوبکر۔عروہ کہنے لگا۔اللہ کی قسم! اگر ابوبکر کے احسان تلے دبا نہ ہوتا۔جس کا

ئیں ابھی تک بدلہ نہیں دے سکا۔ تو میں اس کو اس کی گالی کی سزا ضرور دیتا۔

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔۔۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نظر میں

ذکر اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ در مبداء حال ایں نجستۂ مآں کہ آفتاب عنایت ازلی بر باطن او پرتو افگند اقوال متعددہ بنظر رسیدہ از آنجملہ یکی آنست کہ آن حمران در تاریخ خویش آوردہ کہ بعد از اسلام زید بن حارث۔ صدیق در راہ پیش رسول اللہ آمدہ پرسید کہ آیا راستست آنچہ از تو شنیدہ اند کہ نفی الہٰ با کردہ وعقلاء ما را از سفہاء شمردہ و بہ تکفیر آباء واجداد ما اشتغال نمودہ حضرت مقدس نبوی فرمود کہ یا ابا بکر من رسول خدائم و نبی او مرا فرستادہ تا تبلیغ رسالت کنم من ترا میخوانم بخدائی کہ یکیست و شریک ندارد و بخدا سوگند کہ ایں سخن حق است آنگاہ آیت چند از فرقان بزبان معجز بیان گزرانیدہ صدیق ایمان آوردہ و در مستقصے از قاسم بن محمد نقل کردہ اند کہ قال رسول اللہ ﷺ ما عرضت الاسلام علی احدٍ الا کانت لہ عندہ کبوۃ وتردد ونظرۃ الا ابا بکر فانہ لم یتلعثم ای بان یتوقف فی قبول ایمانہ چوں صدیق مکارم اخلاق ومحاسن اعمال وفضائل پسندیدہ وصفات ستودہ معروف بود بلوازم مہمانداری و شرائط ضیافت در مکہ عدیل و نظیر نداشت و قریش باو الفتی تمام داشتند و ہمت بمصاحبت او مصروف میداشتند و در عظائم امور از رائے صائب و فکر ثاقب او استعانت مینمودند و چوں اعلم ہمہ فن انساب و تاریخ بود ازمایانِ خلق بخدمت اور

مبادرت می نمودند و اخذ فوائد میکردند لا جرم بعد از شرف اسلام باہر کریارانِ سابق و دوستانِ موافق صحبت می داشت اورا براہِ راست و طریق صواب دلالت کرد۔ و بامارات واضحہ و علامات صدق لائحہ قول حضرت نبوی را برائے ایشاں جلوہ داد تا جمعے از اکابر قریش صنادید عرب بیمن ہمت مبارکش از بادیہ غوایت بسر چشمہ ہدایت رسیدند چنانچہ اسامی ایشاں دریں اوراق مثبت گشت۔

(تاریخ روضۃ الصفا، جلد دوم، ص ۲۷۷)

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر۔ وہ مبارک انجام ابوبکر جن کے قلب پر عنایاتِ الٰہی کا آفتاب عکس افگن ہوا۔ ان کے ابتدائی حالات کے متعلق بہت سے اقوال نظر سے گزرے۔ من جملہ ایک قول "ابن حمدان" نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ وہ یہ کہ زید بن حارث کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کسی راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ دوران ملاقات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا آپ کی طرف سے جو ہمیں اس قسم کی خبریں ملی ہیں۔ وہ درست ہیں۔ یعنی آپ کہتے ہیں کہ ہمارے خدا، خدا نہیں۔ اور ہمارے عقل مندوں کو آپ نے بے وقوف کہا۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کو آپ نے کافر کہا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ابوبکر! میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ اس نے مجھے اپنے احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ میں تجھے خدا وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں۔ اور سنو! اللہ کی قسم! یہ حق ہے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی چند آیات معجز بیان آپ

نے سنائیں۔ تو صدیق اکبر ایمان لے آئے۔ قاسم بن محمد سے "المستقصیٰ" میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جس کو بھی دعوتِ اسلام دی۔ اس نے فوری طور پر اسے قبول کرنے میں کچھ تردّد اور غور و فکر سے کام لیا۔ ہاں مگر ایک ابوبکر ایسا ہے۔ جس نے اسلام کے فوری قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا۔

جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق، نیک اعمال، پسندیدہ خصلتوں اور اچھی صفات کے ساتھ عوام میں معروف و مشہور تھے۔ اور مہمان نوازی اور مہمانداری کے اوصاف میں پورے مکہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اور قریش کو ان کے ساتھ بے پناہ لگاؤ تھا۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے اور بڑے بڑے اہم کاموں میں ان کی درست رائے اور روشن اندازِ فکر سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم انساب اور تاریخ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ جس کی بناء پر ہم جیسے لوگ ان کی خدمت کو قابل فخر سمجھتے تھے۔ اور ان سے فائدہ کی باتیں حاصل کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ اپنے قدیمی دوستوں اور دیرینہ ہمنشیوں کو سیدھی راہ اور اچھے طریقہ کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور واضحہ نشانات اور سچی علامات کے ساتھ حضور ﷺ کے ارشادات ان لوگوں تک پہنچاتے۔ یہاں تک کہ قریش کے بڑے اور عرب کے جانے پہچانے لوگ ان کی ہمت مبارکہ سے حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور گمراہی کے گڑھوں سے نکل کر ہدایت کے چشمہ تک جا

پہنچے۔ جیسا کہ ان صفحات میں ان لوگوں کے اسماء گرامی لکھے گئے ہیں۔ (یعنی عثمان بن عفان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن العوام، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اللہ رحم کرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خدا کی قسم وہ قرآن پڑھنے والے منکرات سے روکنے والے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ فرمایا: "اللہ رحم کرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خدا کی قسم! وہ قرآن پڑھنے والے، منکرات سے روکنے والے، اپنے گناہوں سے واقف رہنے والے، اللہ سے ڈرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے، تقویٰ میں اپنے ساتھیوں سے فوقیت رکھنے والے، زہد اور عفت کے سردار تھے۔ جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اللہ اس پر غضب نازل فرمائے۔

(مروج الذہب، ج۳، ص۵۵)

ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔"

(احتجاج طبرسی، ج۲، ص۴۷۹)

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ چار تکبیروں سے پڑھایا:

بلاشبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا اور چار تکبیریں کہیں۔

(شرح نہج البلاغۃ، ج ۴، ص ۱۰۰، لابن ابی حدید)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو اس وقت مغرب اور عشاء کا درمیانی حصہ تھا۔ اس انتقال کی خبر سن کر ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف حاضر ہوئے پھر جب نمازِ جنازہ کے لیے ان کی میت رکھی گئی تو حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے ابوبکر! آگے ہو کر ان کی نمازِ جنازہ پڑھایئے۔'' پوچھا کہ اے ابوالحسین! آپ اس وقت موجود تھے۔ فرمایا، ہاں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر چلو نماز پڑھاؤ۔ خدا کی قسم! فاطمہ کی نمازِ جنازہ تمہارے بغیر کوئی نہیں پڑھائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر انہیں رات کے وقت سپردِ خاک کر دیا گیا۔

(شرح نہج البلاغۃ، ج ۲، ص ۳۰۲۔ لابن ابی حدید)

حضور کے بعد تمام امت سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں:

حضرت علی کے ایک خطبہ کے متعلق اہل تشیع کی روایت ملاحظہ ہو:

ان علیا علیہ السلام قال فی خطبتہٖ خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر و فی بعض الاخبار انہ علیہ السلام خطب بذلک بعد ما انھی الیہ ان رجلا تناول ابابکر و عمر بالشتیمۃ فدعی بہ و تقدم بعقوبتہٖ بعد

ان شهدوا عليه بذٰلک.

(الشافی، ج ۲، ص ۴۲۸)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد تمام امت سے افضل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ بعض روایتوں میں واقعہ یوں ذکر ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی شان میں بدزبانی کی ہے جس کے بعد امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اس گالی بکنے والے کو بلایا اور شہادت کے بعد (جب گالی دینا ثابت ہو گیا تو) اسے سزا دی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے قیمتی چادر کا تحفہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک بیش قیمت طیلسان کپڑے کی چادر عنایت کی گئی۔ اس واقعہ کو فاضل بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ملاحظہ ہو:

"ووجّه (خالد بن ولید) الٰی ابی بکر بالطیلسان مع مال الحیوة و بالالف درهم فوهب الطیلسان للحسین بن علی رضی اللہ عنہما."

یعنی حیرہ کا مقام جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں مفتوح ہوا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں طیلسان

کی چادریں اور نقدی ہزار درہم ارسال کی۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عنایت فرمائی۔"

(فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری، متوفی ۲۷۷/۲۷۹ھ، ص ۲۵۴
تحت فتوح السواد فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماعی متفقہ فیصلہ ہو چکا:

کتاب الشافی میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں، میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور بخدا آپ کی حمایت میں اس علاقہ کو سواروں اور پیدل سپاہیوں سے بھر دوں گا۔ اگر آپ خوف کے باعث اعلانِ خلافت نہیں کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چہرہ پھیر لیا اور فرمایا:

ویحک یا ابا سفیان ھٰذہ من دواھیک قد اجتمع الناس علی ابی بکر مازلت تبتغی الاسلام عوجا فی الجاھلیۃ و الاسلام و اللّٰہ ما ضرّ الاسلام ذالک شیئًا مازلت صاحب الفتنۃ.

(الشافی، ج ۲، ص ۴۲۸)

ابوسفیان! تیرے لیے سخت افسوس ہے۔ یہ سب تیری چالوں اور مصیبتوں سے ہیں۔ حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماعی متفقہ فیصلہ ہو چکا۔ تو کفر اور اسلام میں ہمیشہ فتنہ اور کج روی کا متلاشی رہا ہے۔ بخدا اس سے اسلام کو کوئی گزند نہیں پہونچے گا۔ اور تو ہمیشہ فتنہ گر ہی رہے گا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم قیامت تک زندہ رہوں' آپ کے نام پر ہر دکھ کو کو ہنس کر سہتا رہوں گا

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت جب غار کی طرف تشریف فرما تھے تو آپ نے صحابہ اور امت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالٰی نے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ آپ پر (صلوٰۃ و) سلام بھیجتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور کفار قریش نے آپ کے خلاف منصوبہ بنایا ہے اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ آپ علی المرتضٰی کو اپنے بستر مبارک پر شب باشی کا حکم دیں۔ اور فرمایا کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا اسحٰق ذبیح کا مرتبہ، حضرت علی اپنی زندگی اور روح کو آپ پر فدا کریں گے۔ اور اللہ تعالٰی نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ ہجرت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا ساتھی مقرر فرمائیں۔ کیونکہ اگر وہ حضور کی اعانت و رفاقت اختیار کر لیں اور حضور ﷺ کے عہد و پیمان پر پختہ کار ہو کر ساتھ دیں تو آپ کے رفقاء جنت میں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین سے ہوں گے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے تو نہ پائے۔ اور تمہیں ڈھونڈے تو تم اسے مل جاؤ۔ اور شاید جلدی میں تیری طرف پہنچ کر بے خبر لوگ تجھے (شبہ میں) قتل کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی مقدس روح کے لیے سپر ثابت ہو۔ اور میری زندگی حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ کے ساتھی پر اور حضور ﷺ کے بعض حیوانات پر فدا ہو۔ حضور امتحان فرما لیں۔ میں زندگی کو پسند ہی اس لیے کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے دین کی تبلیغ کروں۔ اگر یہ نیت نہ

ہوتی تو میں دنیا میں ایک ساعت بھی زندگی پسند نہ کرتا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا: اے ابو الحسن! تیری یہی تقریر مجھے فرشتوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر سنائی ہے۔ اور اس تقریر کا جو اجر اللہ نے تیرے لیے آخرت میں تیار فرمایا ہے۔ وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے۔ وہ ثواب جسے نہ سننے والوں نے سنا، نہ دیکھنے والوں نے دیکھا اور نہ انسانی عقل و فہم میں آ سکتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ارضيت ان تكون معي يا ابابكر تطلب كما اطلب و تعرف بانک انت الذی تحملني على ما ادعيه فتحمل عني انو اع العذاب قال ابوبكر يا رسول الله اما انا لوعشت عمر الدنيا اعذب في جميعها اشد عذاب لا ينزل على موت صريح و لا فرح مسيح و كان ذالک في محتك لكان ذالک احب الي من ان اتنعم فيها و انا مالک لجميع ممالیک ملوكها في مخالفتک و هل انا و مالي و ولدی الا فداؤک فقال رسول الله ﷺ لا جرم ان اطلع الله على قلبک ووجد موافقالم جرىٰ على لسانک جعلک مني بمنزلة السمع و البصر والرأس من الجسد الٰى آخره. . .

(تفسیر حسن عسکری، ص ۱۶۴، ۱۶۵)

اے ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) تو میرے ہمراہ چلنے کے لیے تیار ہے؟ کہ تجھے بھی لوگ اسی طرح تلاش کریں جیسے مجھے۔ اور تیرے متعلق دشمنوں

کو یقین ہو جائے کہ تو نے مجھے ہجرت پر اور اعداء کے مکر وفریب سے بچ نکلنے پر آمادہ کیا۔کیا تجھے میری وجہ سے مصائب و آلام گوارہ ہیں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا یارسول اللہ! اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت عذاب اور مصائب میں مبتلا رہوں، جس مصیبت والم سے بچانے کے لیے نہ مجھے موت آئے اور نہ کوئی اور مجھے آرام دے سکے اور یہ تمام حضور کی محبت میں ہو تو مجھے بطیّب خاطر منظور ہے اور یہ مجھے منظور ہیں کہ لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بن کر رہوں اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔لیکن حضور کی معیت سے محرومی ہو اور میں اور میرا مال اور اولاد حضور پر فدا اور قربان ہیں۔پس حضور ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری دلی کیفیت کے مطابق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے کان اور میری آنکھ کی طرح کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و ابو ان یبایعوا حتّٰی جاؤوا بامیر المؤمنین علیه السلام مکرها فبایعَ.

(فروع کافی، ج ۳، ص ۱۱۵، کتاب الروضۃ طبع نول کشور لکھنؤ۔از محمد یعقوب کلینی رازی)

(کتاب الروضہ من الکافی۔ج ۲، ص ۸۵، طبع جدید تہرانی۔ مع شرح فارسی)

(رجال کشی ابوعمرو کشی مطبوعہ بمبئی، ص ۴، مطبوعہ تہران، ص ۱۲، تذکرہ سلمان فارسی)

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حمایت کرنے

والے لوگوں نے بیعت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا۔ حتی کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کر کے لائے۔ انہوں نے بیعت کی (تب ان لوگوں نے بھی بیعت کی)۔

☆

فلذالک کتم علیّ علیه السلام امره و بایع مکرها حیث لم یجد اعوانا.

(فروع کافی، جلد ۳، ص ۱۳۹۔ کتاب الروضہ طبع لکھنؤ)
(کتاب الروضہ من الکافی، ج ۲، ص ۱۷۹، طبع جدید تہرانی مع شرح فارسی)

اسی بناء پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے معاملہ کو چھپا رکھا تھا اور مجبور ہو کر بیعت کی جبکہ معاونین کو نہ پایا۔

قوله حیث لم یجد اعوانًا ۔ یہاں خواندہ حضرات کے لیے یہ اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا یہ فرمان کہاں تک صحیح ہے کہ جب کہ اعوان و مددگار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ پائے تو مجبور ہو کر بیعت کی تھی۔" الخ یاد رہے کہ ان کی تاریخ تراجم و رجال کی کتابوں میں تھوڑی سی فکر و نظر کی جائے تو مندرجہ ذیل حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص حمایتی اور طرف دار شمار کر کے دکھائے گئے ہیں۔

"ہاشمی حضرات" تو خود اپنے ہی ہیں۔ ان کی ایک اجمالی فہرست سامنے رکھ لیں۔

(۱) عقیل بن ابی طالب (۲) عباس بن عبدالمطلب (۳) فضل بن عباس بن عبدالمطلب (۴) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم (۵) ابو سفیان (مغیرہ) بن حارث بن عبدالمطلب ۔ (۶) نوفل بن الحارث بن عبد المطلب (۷) سعید بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

ان کے ماسوا بھی ہاشمی حضرات موجود تھے۔ یہ چند اسماء بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔

غیر ہاشمی حضرات:

(۱) ابوذر غفاری (۲) مقداد بن اسود (۳) عمار بن یاسر (۴) سلمان فارسی (۵) اسامہ بن زید (۶) ابو العاص بن ربیع (۷) خالد بن سعید بن العاص (اموی)۔ (۸) بریدہ بن حصیب اسلمی (۹) زبیر بن عوام (۱۰) براء بن عازب (۱۱) ابی بن کعب وغیرہ رضی اللہ عنہم

ان کی اپنی کتابوں کے بیانات کے مطابق اتنی ایک خاص جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہوا خواہ اور خیر خواہ موجود تھی۔ پھر یہ قول کہ حیث لم یجد اعوانًا (جبکہ اپنے امدادی لوگ نہ مل سکے) کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ جملہ تاریخی واقعات کے قطعاً برخلاف ہے۔ اہل علم "مجالس المؤمنین" مجلس سوم وغیرہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور "تاریخ یعقوبی" ج ۲ ص ۱۲۴ (بحث خبر سقیفہ بنی ساعدۃ وبیعۃ ابی بکر بھی قابل مطالعہ ہے۔

شیعہ مجتہد سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی ایک تصنیف کتاب الشافی لکھی ہے۔ پھر اس کی تلخیص شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر الطوسی نے کی ہے۔ تلخیص میں شیخ الطائفہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ثُمَّ مَدَّ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ

(ص ۳۹۸۔۳۹۹ کتاب تلخیص الشافی، طبع قدیم)

حاصل یہ ہے کہ (حالات سے مجبور ہو کر) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کی۔

☆

ان کے مشہور مجتہد شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی نے اپنی مسلمہ کتاب

"احتجاجِ طبرسیؒ" میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

فلمّا وردت الکتاب علی أسامة انصرف بمن معه حتّی دخل المدینة فلما رأی اجتماع الخلق علی ابی بکر انطلق الی علیّ بن ابی طالب فقال ما ھذا؟ قال له علیّ ھذا ما تریٰ قال اسامة فھل بایعتهٗ؟ فقال نعم.

(احتجاج للطبرسی، ص۵۰، مطبوعہ مشہد عراق، ۱۳۰۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس چٹھی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آ گئے اور دیکھا کہ بیعت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اُسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہی تو ہے۔ پھر اُسامہ نے پوچھا کہ کیا آپ نے ابوبکر (الصدّیق) رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں کر لی ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین مجلس سوم خالد بن سعید کے تذکرہ میں ذکر کرتا ہے کہ

"حضرت امیر و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ باابی بکر بظاہر بیعت کردند و دست بردست او زوند۔ خالد و برادر رانش بمتابعت ایشاں بیعت کردند۔

(کتاب مجالس المؤمنین، مجلس سوم، تذکرہ خالد بن سعید)

مجتہد اعظم شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور باقی تمام بنی ہاشم نے مجبور ہو کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بظاہر بیعت کر لی ہے اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے (اس وقت) خالد بن سعید بن العاص (اموی) اور اس کے بھائیوں نے بھی ان کی تابعداری میں بیعت کر دی۔

☆

ان کے مشہور و مسلم مجتہد سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی معتبر کتاب الشافی میں مسئلہ بیعت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"فالظاھر الذی لا اشکال فیه انه علیه السلام بایع مستدفعًا للشر و و فرارًا من الفتنة الخ"

(کتاب الشافی، للسید مرتضیٰ، ص ۴۰۹ (المتوفی ۴۳۶ھ) طبع قدیم مطبوعہ ۱۳۰۱ھ)

یعنی ظاہر بات جس میں کوئی اشکال نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شر کو دفع کرنے کے لیے اور فتنہ سے گریز کرنے کی خاطر بیعت کی تھی۔

☆

شیعہ احباب کا ایک مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک گزرا ہے اس نے اپنی مستند کتاب ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم (در وقائع اقالیم سبعہ) ص ۵۳۲ میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب نقل کیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"فمشیت عند ذالک الی ابی بکر فبایعته و نهضت فی تلک الاحداث حتّٰی زاغ الباطل و زهق و کان کلمة الله هی العلیا و لو کره الکافرون فتولّٰی ابوبکر

تلک الامور وسدّد و یسّر و قارب و اقتصد فصحبته مناصحًا و اطعته فیما اطاع اللّٰه فیه جاهدًا۔

ترجمہ: (از کتاب مذکور) لا جرم نزدیک ابوبکر رفتم و با او بیعت کردم و در رفع ایں احداث او را نصرت فرمودم و باطل را از بیخ بزدم" الخ

(ناسخ التواریخ، جلد سوم، کتاب دوم، ص۵۳۲، طبع قدیم ایران)

(منار الہدیٰ للشیخ علی البحرانی، ص۳۷۳، طویل خطبہ امیر المومنین علیہ السلام)

(خلاصہ یہ ہے کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان مصائب کے وقت) میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی اور ان حوادثات کے دفع کرنے کی خاطر میں ان کی نصرت کے لیے اٹھا حتّٰی کہ باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا۔ اگرچہ یہ کفار کو ناپسند تھا۔ پس ابوبکر امور (خلافت) کا متولّی ہوا۔ اس نے ان حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کر دی اور حق بات کے قریب ہوا اور اس نے میانہ روی اختیار کی پس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ان مسائل میں) مصاحب و ہم نشین رہا اور میں نے کوشش سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جن امور میں اس نے خدا کی فرماں برداری کی۔

☆

نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کلام اس مسئلہ کو واضح کرتا ہے۔ اب وہ درج کیا جاتا ہے۔ پہلے اصل عبارت و ترجمہ ملاحظہ فرماویں۔ پھر فوائدِ کلام پیش خدمت کیے جائیں گے۔

رَضِینَا عن اللّٰہ قضاءہ و سلّمنا للّٰہ امرہ اترانی اکذّب علی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اللّٰہ لانا اوّل من صدّقہ فلا اکون اوّل من کذب علیہ فنظرت فی

امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی و اذا المیثاق فی عنقی لغیری.

(نہج البلاغہ مصری طبع، ج ۱، ص ۸۹، من کلام لہ علیہ السلام یجری مجری الخطبۃ، خطبہ ۳۶)
(شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم بحرانی، طبع جدید، ج ۲، ص ۹۳ وج ۱۰ ص ۱۵۶، جزء عاشر طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور)
(درّہ نجفیہ، شرح نہج البلاغہ، ص ۹۹ طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور)

حاصل کلام یہ ہے کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لیے راضی ہو گئے۔ اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امر کو تسلیم کر لیا۔ (اے مخاطب) تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ مَیں رسول اللہ کے خلاف کہہ دوں گا حالانکہ مَیں پہلے پہل تصدیق کنندگان میں سے ہوں۔ پس رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف مَیں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا۔ پس مَیں نے اپنے معاملہ (خلافت) میں نظر و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا۔

مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لیے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو آمادہ کرنا

مُلّا محمد باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" (باب تزویج فاطمہؓ رضی اللہ عنہا با امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ) میں ذکر کیا ہے:

روایت کردہ اند روزے ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم در مسجد

حضرت رسول نشستہ بودند و سخن مراو بجہ حضرت فاطمہ ﷺ درمیان آوردند۔ پس ابوبکر ﷺ گفت کہ اشراف قریش خواستگاری او ازاں حضرت نمودند۔ حضرت در جواب ایشاں فرمود کہ امر او ب سوئے پروردگار اوست اگر خواہد کہ اورا تزویج نماید خواہد نمود و علی بن ابی طالب ﷺ دریں باب با حضرت سخن نگفت و کسی نیز برائے آں حضرت سخن نگفت و گماں ندارم کہ چیزے مانع شدہ باشد اورا مگر تنگدستی و آنچہ میدانم آنست کہ خدا و رسول فاطمہ را نگاہ نداشتہ اند مگر از برائے او پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی ﷺ بردیم و اورا تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی اورا مانع شدہ باشد ما اورا دریں باب مدد کنیم۔ سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدۂ و برخاستند بخانۂ امیر المؤمنین رفتند۔ آنجناب را درخانہ نیافتند۔ در آں وقت حضرت شتر خود را بردہ بود در باغ یکے از انصار آب میکشید باجرت پس متوجہ آں باغ شدند چوں بخدمت آں حضرت رسیدند فرمود کہ برائے چہ حاجت آمدہ آید۔ ابوبکر گفت (اے علی) ہیچ خصلے از خصالِ خیر نیست مگر آنکہ تو بر دیگراں در آں خصلت سبق گرفتہ و رابطہ میانِ تو و حضرت رسول از جہت خویشی و مصاحبت دائی ۔۔۔ پس چہ مانع است ترا؟ کہ خواستگاری نمی نمائی اورا زیرا کہ مرا گمان است کہ خدا و رسول اورا برائے تو نگاہداشتہ اند و از دیگراں منع میکنند۔ چوں حضرت امیر المؤمنین ایں سخناں را از ابوبکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فرو ریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی و آرزوئے کہ در سینۂ من پنہاں بود ہیجان آوردی۔ کہ

باشد کہ فاطمہ رانخواہد؟ ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم از آنکہ ایں معنی را اظہار نمائیم۔ پس ایشاں بہر نحویکہ بود آں حضرت را راضی کردند کہ بخدمت حضرت رسول رَوَد و فاطمہ را ازاں حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شترِ خود را کشود و بخانہ خود آورد و بست و نعلین خود را پوشید و متوجہ خانہ حضرت رسالت شد۔"

(جلاء العیون، ملا باقر مجلسی، ص ۱۲۱، ۱۲۲۔ باب تزویج فاطمہ با امیر المؤمنین۔ طبع تہران، سن طباعت ۱۳۳۴ھ)

(بحار الانوار، ملا باقر، جلد عاشر، بحث تزویجہما علی، ص ۳۷، ۳۸۔ ج ۱۰، طبع ایران)

"حاصل یہ ہے کہ ایک روز ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہ کی شادی و نکاح کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ سے قریش کے شرفاء نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے۔ جس کو چاہے گا اس کو تزویج کر دے گا اور علی بن ابی طالب نے اس معاملہ میں نہ خود حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی بات کی ہے نہ اس کے لیے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تنگدستی کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرت رسول نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ پھر ابوبکر نے عمر اور سعد کو کہا کہ اٹھو! علی بن ابی طالب کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے

تیار کریں۔ اگر ان کو تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعد نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے۔ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین کے گھر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت کیے ہوئے ہیں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کون سا امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ خدا اور رسول نے یہ رشتہ آپ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے: اے ابوبکر! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لیے خواہاں نہ ہو؟ لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ پس ان تینوں (ابوبکر، عمر و سعد) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لیے رضامند کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا۔ باغ سے واپس گھر تشریف لائے۔ اونٹ باندھ دیا اور

پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآب ﷺ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے اور سیدہ فاطمہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا۔

شیخ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی (المتوفّٰی ۴۶۰ھ) کی معروف اور بڑی معتبر و مستند کتاب امالی کی روایت:

قال (الضحاک بن مزاحم) سمعتُ علیّ بن ابی طالب یقول اتانی ابوبکرِ و عمر فقالا لو اتیتَ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیک و سلم فذکرت له فاطمةَ قال فاتیتهُ فلمّا رانی رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیه و آله ضحکَ ثُمّ قال ما جاء بکِ یا علیّ و ما حاجتک قال فذکرت له قرابتی و قدمی فی الاسلام و نصرتی له و جهادی فقال یا علیّ صدقت فانت افضل ممّا تذکر فقلت یا رسول اللّٰہ فاطمة تزوّجنیها ....

(قال) علٰی رسلک حتّٰی اخرج الیک فدخل علیها فقامت الیه فاخذت رداء ہ و نزعت نعلیه و اتته بالوضوء فوضّأته بیدها و غسلت رجلیه ثم قعدت فقال لها یا فاطمة فقالت لبّیک حاجتک یا رسول اللّٰہ؟ فقال علیّ بن ابی طالب .... قد ذکر من امرک شیئًا فما ترین فسکتت و لم تولّ وجهها و لم یر فیه

رسول اللّٰہ کراھۃً فقام و ھو یقول اللّٰہ اکبر و سکوتھا اقرارھا.

(کتاب الامالی، للشیخ ابی جعفر الطوسی، ص ۳۸، ج اوّل)

ترجمہ: دوسری روایت جو امالی طوسی میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے۔ یہ بات بڑی عمدہ تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی کس طرح آنا ہوا؟ مَیں نے اپنی قرابت نسبی اور دیرینہ قبولیتِ اسلام اور نصرت و دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسولِ خدا نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا تو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ کر دیں تو بہتر ہو گا۔ ۔۔ فرمایا: اے علی! یہاں ٹھہریے۔ مَیں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے ۔ حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی چادر مبارک اور نعلین شریف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتار کر رکھیں۔ پھر وضو کے لیے پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں سے رسولِ خدا کو وضو کرایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک دھوئے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "اے فاطمہ! انہوں نے عرض کیا: "لبیک یا رسول اللہ، فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا علی بن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے۔ تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت فاطمہ ؓ خاموش رہیں۔ لیکن چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی رُخ پھیرا۔ رسولِ خدا "اللہ اکبر" فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا فاطمہ! کا خاموش ہو جانا ہی اقرار اور رضامندی کی علامت ہے۔

مخدومہ کائنات ؓ کی شادی کی تیاری میں حضرت صدیق و عثمان غنی ؓ کا کردار:

اس سے قبل خواستگاری و طلبِ نکاح کی آمادگی کا عنوان زیرِ بحث تھا۔ اس میں صدّیق اکبر و فاروقِ اعظم ؓ کے خیر خواہانہ کردار و ہمدردانہ طرزِ عمل کو مدلّل طریق سے پیش کیا گیا۔ اب اس بابرکت نکاح و شادی کے لیے سامان خریدنے اور جہیز تیار کرنے کی تفصیلات کا عنوان پیش نظر ہے۔

اس ضمن میں صدّیقی خدمات و عثمانی عطیات کا بیان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ (۱) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی۔ (۲) مناقب خوارزمی (۳) مناقب ابن شہر آشوب (۴) کشف الغمہ علی بن عیسیٰ اربلی (۵) بحار الانوار باقر مجلسی (۶) جلاء العیون مجلسی وغیرہ کتبِ شیعہ میں یہ بیان تفصیلاً مندرج ہے۔

مندرجہ کتب میں سے زیادہ معتبر کتاب "امالی" ہے۔ پہلے ہم اسی کو زیر بحث لاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الطائفہ (الطوسی) امام معصوم علی المرتضیٰ ؓ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(۱)

"قال علیؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ قم فبع الدرع فقمت فبعته و اخذت الثمن و دخلت علیٰ رسول اللّٰہ فسکبت الدراهم فی حجرہٖ فلم یسالنی کم ھی؟ و لا انا اخبرته ثم قبض قبضةً و دعا بلالًا فاعطاہ و قال ابتع لفاطمة طیبًا ثمّ قبض رسول اللّٰہ من الدراهم بکلتا یدیه فاعطاها ابابکر و قال ابتع لفاطمة ما یصلحها من ثیاب و اثاث البیت. اردفه بعمّار بن یاسر و بعدّة من اصحابه فحضروا السّوق فکانوا یعرضون الشیءَ ممّا یصلح فلا یشترونه حتّٰی یعرضوہ علی ابی بکر فان استصلحه اشتروہ فکان مما اشتروہ قمیص بسبعة دراهم وخمار باربعة دراهم و قطیفة سوداء خیبریّة.. سریر مزمّل بشریطة و فراشین من خیس مصر حشو احدهما لیف و حشو الأخر من جزّ الغنم و اربع مرافق من اُدَم الطائف حشوها اذخر و ستر صوف سقی من ادم قعب للبن و جرّة خضراء و کیزان خزف حتّٰی اذا استکمل الشراء حمل ابوبکر بعض المتاع و حمل اصحاب رسول اللّٰہ (ﷺ) الذین کانوا معه الباقی فلمّا عرضوا المتاع علیٰ رسول اللّٰہ (ﷺ) جعل یقلّبه بیدہٖ و یقول بارک اللّٰہ لاهل البیت ...."

(کتاب الامالی، للشیخ ابی جعفر الطوسی، ص۳۹، ج۱، مطبوعہ جدید نجف الاشرف عراق)

روایت بالا کا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" میں مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے۔ اس فارسی ترجمہ کو ہم اس مقام میں بطور تائید نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس روایت کا خلاصہ اُردو میں پیش کیا جائے گا تا کہ قارئین صدیقی و مرتضوی مراسم و تعلقات سے روشناس ہو سکیں۔

(۲)

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است ۔۔۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرمود کہ حضرت رسول مرا امر فرمود کہ یا علی برخیز وزرہ را بفروش۔ پس برخاستم وزرہ را فروختم و قیمت آن گرفتم و بخدمت آنحضرت ﷺ آوردم۔ درمہارا درو امن آنحضرت ریختم۔ آنحضرت از من نہ پرسید کہ چند ست۔ من نیز نگفتم۔ پس یک کف ازاں زر گرفت۔ بلال را طلبید۔ باو داد و گفت از برائے فاطمہ بوئے خوش بگیر۔ پس دو کف ازاں دراہم برگرفت با ابوبکر داد فرمود برو بازار و از برائے فاطمہ بگیر آنچہ اورا در کار ست از جامہ و اثاث البیت۔ عمار بن یاسر و جمعی از صحابہ را از پئے او فرستاد۔ ہمگی بازار درآمدند ہر یک از یشاں چیزے را اختیار کردند با ابوبکر می نمودند و بمصلحت او می خریدند۔ پس پیراہنے خریدند بہفت درہم۔۔۔ و مقنعہ بچہار درہم ۔۔۔ و حصیرے دوست آسیائے و ظرفے برائے آب خوردن از پوست ۔۔۔ و کاسۂ چوبیں از برائے شیر و مشکے از برائے آب و سبوئے سبزے و کوزہا از سفال۔ چوں ہمہ اسباب خریدند بعضے را ابوبکر برداشت و ہر یک از صحابہ بعضے

را برداشتند بخدمت حضرت رسول آوردند۔ حضرت ہر یک از انہار
بدست میگرفت و ملاحظہ مے نمود و مے فرمود خداوندا مبارک گرداں
ایں را بر اہل بیت من"

(جلاء العیون، فارسی، ص۱۲۶، بحث تزویج سیدہ فاطمہ با علی المرتضی)

(۳)

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ امالی شیخ طوسی کی روایت
مندرجہ بالا کو شیعوں کے مشہور فاضل محمد بن علی بن شہر آشوب مروی ما زندرانی
(متوفی ۵۸۸ھ) نے بھی اپنی مشہور تصنیف "مناقب ابن شہر آشوب" میں
بالاختصار درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"و انفذ عمّارًا و ابابکر وبلالا لابتیاع ما یصلحها و
کان ممّا اشتروہ قمیصه بسبعة دراهم و خمار باربعة
دراهم و قطیفة سوداء خیبریّة.

(مناقب ابن شہر آشوب، ص۲۰، ج۴۔ طبع ہند، فصل فی تزویجہا اعلیٰ رضی اللہ عنہ)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف شادی کے لیے اپنی
زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور دام لا کر حضور (علیہ السلام) کے دامن
میں ڈال دیئے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے ہیں؟ اور نہ مَیں نے
خود بتلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک مٹھی بھر
کر دی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے خوشبو خرید کر لائے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں
ہاتھ بھر کر ابوبکر کو دام دیئے کہ فاطمہ کے لیے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو
درکار ہے، وہ خرید کر لائیں۔ عمار بن یاسر اور دیگر احباب کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ

روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار میں پہنچے۔ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے، پہلے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اُسے خرید لیتے۔ پس انہوں نے جو چیزیں اس وقت خریدیں وہ مندرجہ ذیل تھیں:

سات درہم کا ایک قمیص۔ چار درہم کی ایک اوڑھنی۔ ایک خیبری سیاہ چادر۔ ایک بُنی ہوئی چارپائی۔ بستر کے دو گدّے۔ ایک گدّا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرے گدّے کی بھرائی بھیڑ کی اون سے کی گئی تھی۔ ایک بالین تھا جس کی بھرائی اذخر (گھاس) سے کی ہوئی تھی۔ ایک صوف کا کپڑا تھا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ تھا۔ دودھ کے لیے ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ سبز قسم کا ایک گھڑا تھا۔ مٹی کے کوزے تھے۔ جب یہ تمام سامان خریدا گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابوبکر نے اٹھایا۔ باقی چیزیں دوسرے احباب نے اٹھالیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ سامان لا کر پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور دعا کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ "اللہ تعالیٰ اس میں اہلِ بیت کے لیے برکت عطا فرمائے۔"

اسی مضمون کی مزید وضاحت کے لیے ان حضرات کی کتب سے ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں اس چیز کی تفصیل آ رہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامان جہیز کی خاطر اپنی زرہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ زرہ خرید کر قیمت ادا کر دی اور پھر یہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس کر دی۔ اس ہمدردانہ طرزِ عمل پر حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔

مخدومۂ کائنات کے نکاح و رخصتی میں اصحابِ رسول کا کردار

ہم یہ روایت اخلب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کے "مناقب" سے درج کرتے ہیں۔ اسی روایت کو "کشف الغمہ" میں علی بن عیسٰی اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) نے پوری تفصیل سے من و عن نقل کیا ہے۔ پھر گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" جلد دہم باب تزویج سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اس کا اندراج کیا ہے۔ ان ہر سہ حوالہ جات کو ہم یہاں ثبت کرتے ہیں۔ ہم نے براہِ راست کتبِ مذکورہ سے یہ حوالہ جات اخذ کیے ہیں۔ ان اقتباسات میں نقل در نقل کا شبہ نہ کیا جائے۔ صحتِ حوالہ کے ہم ذمہ دار ہیں۔

مناقبِ خوارزمی

قال علیّ علیه السلام و اقبل علیّ رسول الله (ﷺ) فقال یا ابا الحسن انطلق الأن فبع درعک و ائتنی بثمنها حتّٰی احیّ ء لک ولابنتی فاطمة ما یصلحکما قال علی (رضی اللہ عنہ) فاخذت درعی فانطلقت به الی السّوء. فبعته باربع مائة درهم سود هجریّة من عثمان بن عفّان فلمّا قبضت الدّراهم منه و قبض الدرع منی قال یا ابا الحسن الست اولٰی بالدّرع منک و انت اولٰی بالدراهم منی فقلت نعم قال فانّ هذا الدرع هدیّة منی الیک قال فاخذت الدّرع و الدراهم و اقبلت الی رسول الله (ﷺ) فطرحت الدرع و الدراهم بین یدیه و اخبرته بما کان من امر عثمان

فدعا له النبی (ﷺ) بحصیر ثم قبض رسول اللّٰه (ﷺ) قبضة و دعا بابی بکر فدفعها الیه و قال یا ابابکر اشتر بهذه الدّراهم لابنتی ما یصلح لها فی بیتها و بعث معه سلمان الفارسیّ و بلال (بن رباح) لیعیناه علی حمل ما یشتری به قال ابوبکر و کانت الدّراهم الّتی دفعها الیّ ثلاثة و ستّین درهما قال فانطلقت الی السّوق فاشتریت فراشًا من خیش مصر محشوّا بالصّوف و نطعاً من اَدم و وسادة من ادم حشوها لیف النخل و عباءة خیبریّة و قربة للماء ... و کیزانًا وّ جدارًا و مطهرة للماء و سترصوف رقیق و حملت انا بعضه و سلمان بعضه و بلال بعضه و اقبلنا به فوضعناه بین یدی رسول اللّٰه (ﷺ).

(مناقب الاخطب خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ) الفصل العشرون، فی تزویج رسول اللہ ﷺ فاطمۃ، ص ۲۵۲ و ص ۲۵۳۔ مطبع حیدریہ نجف اشرف، عراق، سن طباعت ہذا ۱۹۶۵ء / ۱۳۸۵ھ)

"کشف الغمہ"

(۲) بعینہٖ و بلفظہٖ یہی روایت "کشف الغمّہ فی معرفة الائمّہ" باب ذکر تزویجہ بسیدۃ النساء جلد اوّل ص ۴۸۵ و ص ۴۸۶ طبع جدید تہران میں منقول و مندرج ہے۔ یہ علی بن عیسٰی اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) کی تصنیف ہے۔ تین جلدیں بمع ترجمہ فارسی ۱۳۸۱ھ میں طبع ہوکر ایران سے آئی ہے" بحار الانوار"

(۳) نیز یہی روایت ٹھیک طریقہ سے ملا محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار

جلد عاشر باب تزویجہا بعلی رضی اللہ عنہ ص ۳۹، ۴۰ قدیم طبع ایران میں نقل کی ہے۔
بحث مذکور ملاحظہ فرما کر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مفہوم روایت ہذا:

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور دام (جو حاصل ہوں) وہ میرے پاس لائیے تا کہ تمہارے اور فاطمہ کے لیے جو ضرورت کی چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے زرہ اٹھالی اور بازار (مدینہ میں) چلا گیا۔ یہ زرہ مَیں نے عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے ہاتھ چار صد درہم میں فروخت کر دی۔ جب مَیں نے یہ دام لے لیے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا مَیں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے۔ مَیں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ بولے تو لیجئے یہ زرّہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ دونوں چیزیں (زرہ اور دراہم) آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان دراہم سے ایک مٹھی بھر کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ان داموں کے عوض فاطمہ کے لیے خانگی ضرورت کی اشیاء خرید کر لاؤ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا کہ خرید شدہ چیزوں کو اٹھا کر لانے میں ان کی مدد کریں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے جو دام مجھے عنایت فرمائے وہ ۶۳ تھے۔ پھر مَیں نے بازار جا کر مندرجہ اشیاء خرید کیں۔ ایک مصری بچھونا، ایک چمڑے کا گدا، ایک

چمڑے کا بالین جو کھجور کی چھال سے پُر تھا۔ایک خیبری قسم کی چادر۔ پانی کے لیے ایک مشکیزہ۔ کوزے۔ گھڑے وضو کے پانی کے لیے ایک برتن۔ صوف کا ایک باریک کپڑا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ یہ سامان کچھ مَیں نے خود اٹھا لیا۔ کچھ سلمان رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔اور سب لا کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

یہاں چند چیزیں توجہ کے قابل ہیں۔ناظرین کرام التفات فرمائیں:

(۱)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز سیّدہ رضی اللہ عنہا کے جو سامان خریدا گیا، اس کی قیمت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطورِ ہدیہ وتحفہ پیش کر دی تھی۔اس ایثار و ہمدردی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دعا دی۔ اور ان کے حق میں برکت کے کلمات فرمائے۔ اس رقم سے شادی کے تمام اخراجات پورے ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مابین اُلفت ومحبت کا یہ زبردست ثبوت ہے۔ جہاں باہم کدورت ونفرت ہو۔ وہاں ایسی قربانی نہیں ہو سکتی۔ نیز ان روایات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات خریداریٔ سامان کے سلسلہ میں اظہر من الشمس ہیں۔ان سے کون انکار کر سکتا ہے؟

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ جن کتابوں سے ہم نے حوالہ جاتا نقل کیے ہیں۔ وہ سب شیعہ علماء ومعتبر ومتداول ہیں۔ان کے اعتماد میں کچھ شبہ نہیں۔البتہ ”مناقب اخطب خوارزم“ کی روایت میں اگر یہ حضرات کلام کریں تو شاید عوام اور ناواقف

لوگوں کے سامنے ایسی بات کہہ دیں جس میں اشتباہ ہونے لگے۔ ورنہ اہلِ سنّت کے واقف کار علماء کے ہاں اخطب خوارزم کا تشیّع مسلّمات میں سے ہے۔ نیز صاحب کشف الغمہ وصاحب بحار الانوار جیسے جید شیعہ علماء کا بغیر کسی نقد و جرح کے ان واقعات کو قبول کر لینا اور اپنی تصنیفات میں بغیر ردّ و کد کے درج کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ شیعہ دنیا میں یہ روایت درست تصور ہوتی ہیں۔ عوام کے لیے یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ البتہ ان اہلِ علم حضرات کی توجہ کے لیے جن کو ادھر التفات نہیں اس مقام پر ایک حاشیہ پیش کرنا مناسب ہے۔ اس حاشیہ میں اخطب خوارزم کی وہ پوزیشن ذکر ہوگی جو اہلسنّت کے ہاں معتبر ہے۔

نکاحِ مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بطور گواہ شریک ہونا

(۱)

مناقب خوارزمی باب تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا بعلیّ رضی اللہ عنہ ص ۲۵۱، ۲۵۲ میں روایت مذکور ہے کہ:

قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ فخرجت من عند رسول اللّٰہ (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) وَ انا لا اعقل فرحًا وّ سرورا فاستقبلنی ابوبکر و عمر و قالا لی ماوراءک؟ فقلت زوّجنی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ فاطمۃ و اخبرنی انّ اللّٰہ عزّوجلّ زوّجنیھا من السماءِ و ھٰذا رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خارج فی الرّی لیظھر ذالک بحضرۃ من الناس ففرحا

بـذٰلک فـرحًـا شـديدًا و رجعا معی الی المسجد فلما
تـوسّـطناه حتّٰی لحق بنا رسول اللّٰه و انّ وجهه ليتهلّل
سـرورًا و فـرحًـا. فـقـال يـا بـلال فـاجابه فقال لبيّـک
يـارسـول الـلّٰـه . قال اجمع الیّ المهاجرين والانصار
فـجـمـعهـم ثم رقی درجة من المنبر فحمد اللّٰه و اثنٰی
عـليـه و قـال مـعـاشـر المسلمين انّ جبريل اتانی اٰنفا
فاخبـرنـی عـن ربـی عـزّوجلّ انّه جمع الملائكة عند
البيـت الـمـعـمـور و انّه اشهدهم جميعًا انّه زوّج امته
فـاطمة بنت رسول اللّٰه (ﷺ) مـن عبدهٖ عليّ بن ابی
طـالب و امرنی ان ازوّجه فی الارض و اشهد كم علٰی
ذالک.

(۱) المناقب للخوارزمی، ص۲۵۱، ۲۵۲۔ (۲) کشف الغمہ لاربلی، طبع جدید، ص۴۸۳، ۴۸۴۔ جلد اوّل ، باب تزویجہ لسیدۃ النساء۔ (۳) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی، جلد عاشر، ص۳۸، ۳۹۔ ج۱۰ باب تزویجہا

ان تین کتابوں کے باب تزویج سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں روایت ہٰذا کو شیعہ
علماء نے من وعن درج کیا ہے۔ اس کا حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے۔ حضرت
علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا
کی گفتگو کرنے کے بعد) میں جب حضور علیہ السلام کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و
مسرّت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آ
رہے تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو
مَیں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا

نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا ہے۔ اور اب حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لا کر
تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ یہ خبر سن کر
ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد
نبوی میں آ گئے۔ ابھی درمیانِ مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی انبساط و
نشاط کی حالت میں پیچھے سے آ پہنچے۔ حضور ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا
تھا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کر لاؤ۔ بلال رضی اللہ عنہ نے
اس پر عمل کیا۔ یہ حضرات جب جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے۔
حمد و ثنا کے بعد فرمایا اُے مسلمانو! جبریل میرے پاس ابھی آئے ہیں۔ انہوں نے
اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس
بات کا شاہد و گواہ بنایا ہے کہ مَیں نے فاطمہ بنتِ رسول کا اپنے بندے علی بن ابی
طالب کے ساتھ نکاح کر دیا ہے۔ اور اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں اپنی
بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا علی کے ساتھ زمین میں نکاح کر دُوں اور اس نکاح پر تم سب کو
شاہد اور گواہ بناؤں۔

(۴)

اسی روایت کو ملا باقر نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" بحث تزویج
فاطمہ با علی المرتضیٰ میں چیز چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے۔
اضافہ جات ساتھ ملانے کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ ہذا سے جو ان حضرات کا باہمی
اخلاص اور دوستی اور آشنائی ثابت ہو رہی ہے، وہ داغدار ہو جائے تاہم اس روایت
کو ناظرینِ کرام کے ملاحظہ کے لیے ملا باقر کے الفاظ میں فارسی ترجمہ کی صورت
میں پیش کیا جاتا ہے:

"در سائر کتب عامہ و خاصہ روایت کردہ اند (نبی کریم فرمود) اُے

ابوالحسن! بیروں رو کہ من از عقب تو ے آیم بسُوئے مسجد در حضور مردم فاطمہ را بتو بتزویج می نمایم واز فضیلت تو ذکر خواہم کرد۔ آنچہ باعثِ روشنی دیدۂ تو و دوستانِ تو گردو در دُنیا و آخرت حضرت امیر المؤمنین فرمود کہ من از خدمتِ حضرت بیروں آمدہ بسُرعت متوجہ مسجد شدم و مرا چنداں فرح و شادی او دادہ بود کہ وصف نتوانم کرد۔ چوں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آں حضرت را برائے امتحان فرستادہ بودند و انتظار بیروں آمدنِ آں حضرت را میکشیدند سر راہ بر آں حضرت گرفتہ پُرسیدند کہ چہ خبرداری۔ حضرت فرمود کہ حضرت رسول دخترِ خود فاطمہ را بمن تزویج کرد۔ مرا خبر داد کہ حق تعالٰی در آسمان فاطمہ بمن تزویج نمودہ است اینک حضرتِ رسول علیہ السلام بیروں می آید کہ در حضور ﷺ مردم فاطمہ را بمن تزویج کند۔ چوں ایشاں آن خبر را شنیدند بظاہر فرح و شادی کردند و بہ مسجد برگشتند و حضرت امیر فرمود کہ ماہنوز بمیانِ مسجد نرسیدہ بودیم کہ حضرت رسول بما ملحق شد و از روئے مبارکش اثر خرمی و شادی ظاہر بود و بلال را امر فرمود کہ ندا کند مہاجر و انصار را کہ جمع شوند، چوں جمع شدند بر یک پایۂ منبر بالا رفت حمد و ثناءِ حق ادا کرد و فرمود کہ اے گروہ مسلمانان در ایں زُودی جبریل نزد من آمد و خبر داد مرا کہ پروردگار من ملائکہ را نزد بیت المعمور جمع کرد و ہمہ را گواہ گرفت بر آنکہ تزویج کرد کنیز خود فاطمہ رضی اللہ عنہا دختر رسول را بہ بندۂ علی بن ابی طالب و مرا پروردگار امر کرد کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا را باو تزویج نمائیم در زمین و شمارا گواہ می گیریم برین۔"

(جلاء العیون، ص ۱۲۵، باب تزویج سیدہ با علی المرتضیٰ طبع ایران، از ملا محمد باقر مجلسی، مجتہد العصر، یعنی مجتہد صدی یازدہم۔)

قسم دوم:

عنوانِ بالا کے اثبات کے لیے چار عدد مشہور شیعہ تصانیف سے مذکورہ روایت پیش کی گئی ہے۔ اب اس عنوان کے ثابت کرنے کی خاطر دوسری قسم کی روایت شیعہ احباب کی مُسلّمہ تصانیف سے نقل کی جاتی ہے۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ الاربلی (متوفّی ۶۸۷ھ) فصل ذکر تزویجہ بسیدۃ النساء ﷺ میں لکھا ہے کہ:

عن انس قال کنت عند النبیّ ﷺ فغشیه الوحی فلمّا افاق قیل یا انس اتدری ما جاء نی به جبریل من عند صاحب العرش؟ قال قلت اللّٰه و رسوله اعلم قال امرنی ان ازوّج فاطمة من علیّ فانطلق فادعُ لی ابابکر و عمر و عثمان و علیًّا و طلحة و الزبیر و بعددهم من الانصار قال فانطلقت فدعوتهم له فلمّا ان اخذوا مجالسهم قال رسول اللّٰه ﷺ الحمد للّٰه الخ (یہ خطبہ طویل چلا گیا ہے) .... ثُمّ انّی اشهدکم انّی قد زوّجت فاطمة من علیّ علٰی اربع مائة مثقالِ فضّةٍ . الخ "

(کتاب، کشف الغمہ للاربلی، ص ۴۷۱، ۴۷۲۔ جلد اوّل، طبع جدید، باب ذکر تزویج فاطمہ ؓ، تہران)

(۲) یہی روایت کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی باب تزویجہا ص ۳۷، ۳۸ جلد عاشر میں بغیر کسی نقد و جرح کے مندرج ہے۔

(۳) یہ روایت مناقب خوارزمی ص ۲۴۲ الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ ﷺ میں بھی با سند درج ہے۔

روایت ہذا کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں موجود تھا۔ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ نزولِ وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے اُنس تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبریل کیا پیغام لایا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی بن ابی طالب کے ساتھ تزویج کر دوں۔ پس جاؤ میرے پاس ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کو بلا کر لاؤ۔ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بھی بلا لاؤ۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضور علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ الخ (اس خطبہ میں حمد و ثناء اور نکاح کی اہمیت بیان فرمائی) پھر فرمایا کہ مَیں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ مَیں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا علی بن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے۔

مخدومۂ کائنات رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ کا مخلصانہ کردار:

علامہ خوارزمی کی روایت:

اُمّ ایمن روایت کرتی ہیں کہ مَیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لائی۔ وہ تشریف لائے۔ پھر فرمایا:

فدخلتُ علیه وهو فی حجرة عائشة فقمن ازواجه و

دخلن البیت و اقبلت و جلست بین یدیه مطرقًا الی الارض حیاءً منه الخ

(یعنی جب مَیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اُس وقت آنجناب ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر) ازواجِ مطہرات اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ مَیں حضور علیہ السلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ (سیّدہ فاطمہ ؓ) کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں؟ تو مَیں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں "درست ہے" بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اسی فرحت و سرور میں حضرت رسولِ کریم ﷺ کی خدمت سے مَیں واپس آنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتیٔ فاطمہ ؓ کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگوائیں۔ فاطمہ ؓ کے لیے ان کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں۔ پس ازواجِ مطہرات نے اس فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق عمل درآمد کر دیا۔"

(کتاب مناقب خوارزمی، ص ۲۵۴۔ الفصل العشرون فی التزویج)

اس عنوان کی مزید تشریح شیخ ابوجعفر طوسی کی "امالی" میں پائی جاتی ہے۔

روایت کی عبارت اس طرح ہے:

فـالتفت رسول اللّٰه (ﷺ) الی النّساء فقال من ههنا

فقالت امّ سلمة انا امّ سلمة و هٰذهٖ زینب و هٰذهٖ فلانة و فلانة فقال رسول اللّٰه هیّئوا لابنتی و ابن عمّی فی حجرة لی بیتًا فقال امّ سلمة فی ایّ حجرة یا رسول اللّٰه (ﷺ) قال فی حجرتک و امر نساءهٗ ان یزیّن و یصلحن من شانها. الخ

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ص ۴۰، ج ۱، مطبوعہ عراق)

یعنی نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ مَیں امِ سلمہ رضی اللہ عنہا موجود ہوں، یہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں، یہ فلاں وفلاں (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا وحفصہ رضی اللہ عنہا) بیٹھی ہیں (جو ارشاد ہو؟) فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور چچازاد برادر علی رضی اللہ عنہ کے لیے تیاری کریں۔ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کون سے حجرہ میں (رخصتی کی تیاری کریں) ؟ فرمایا تیرے مکان میں (یہ رخصتی کا انتظام ہو) پھر ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ جگہ مزیّن کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔

اب ان ہر دو شیعہ روایات کے بعد اہل السنّت کی کتاب ابن ماجہ "کتاب النکاح" باب الولیمہ والی روایت کو سامنے رکھیں تو عنوان بالا کا نقشہ پوری طرح واضح ہو جائے گا۔

"عن الشعبی عن مسروقٍ عن عائشة و امّ سلمة قالتا امرنا رسول اللّٰه ﷺ ان نجهزّ فاطمة حتّٰی ندخلها علٰی علیّ فعمدنا الی البیت ففرشناه ترابًا لیّنا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقین لیفا فنفشناه بایدینا ثم اطعمنا تمرًا و زبیبًا و سقینا ماءً عذبًا و

عمدنا الی عود فعرضناه فی البیت لیلقٰی علیه الثّوب و یعلّق علیه السقاء فما رأینا عرسا احسن من عرس فاطمة. (ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الولیمة)

اس کا ترجمہ یہ ہے:

جناب شعبی جناب مسروق رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عائشہ و امّ سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین عائشہ و امّ سلمہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ علی کی طرف فاطمہ کی رخصتی کی تم تیاری کرو۔ تو ہم نے وادیٔ بطحاء سے مٹی منگا کر (رخصتی کے) مکان کو لیپا پوچا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدّے تیار کیے۔ پھر کھجور اور منقّٰی سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کے لیے مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونہ میں لکڑی گاڑ دی تا کہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا و امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔"

اس عنوان کے آخر میں امامی طوسی کی وہ روایت درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس میں اس نکاح کی تاریخ اور سن دریافت ہو سکے۔ طوسی لکھتے ہیں کہ:

روی ان امیر المؤمنین علیه السلام دخل بفاطمة علیها السلام بعد وفاة اختها رقیّة زوجة عثمان بستة عشر یومًا و ذالک بعد رجوعه من بدر و ذالک لایّام خلت من شوال.

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ج ۱، ص ۴۲، طبع نجف اشرف عراق)

یعنی حضرت علی کے ہاں حضرت فاطمہ کی رخصتی ان کی بہن رقیہ (جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں) کی وفات کے ۱۶ یوم بعد ہوئی۔ یہ رخصتی کا واقعہ جنگِ بدر کے بعد ہوا تھا اور شوال کے کچھ ایام گزر چکے تھے۔ (جنگ بدر ۲ھ میں پیش آئی تھی۔)

شیخ ابی جعفر الطوسی شیخ الطائفہ کی روایت ہذا نے مسئلہ واضح کر دیا کہ حضرت رقیہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، ان کا انتقال جنگِ بدر کے اختتام پر ہوا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا نام مولیٰ علی کی اولادیں

(۱) ارشاد" شیخ مفید میں جناب موسیٰ کاظم کی اولاد ذکر کی ہے۔ انیس عدد لڑکے اور اٹھارہ عدد لڑکیاں شمار کی ہیں۔ یہاں لڑکیوں میں پندرہ نمبر پر عائشہ بنت موسیٰ کاظم مذکور ہے۔

(کتاب الارشاد للشیخ المفید، ص ۲۸۳، طبع جدید طہرانی باب ذکر عدد اولادہ وطرف من اخبارہم)

(۲) اسی طرح فاضل اربلی نے کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۹ باب ذکر اولاد موسیٰ کاظم میں موسیٰ کاظم کی انیس عدد لڑکیاں نام بنام شمار کی ہیں۔ یہاں سولہ نمبر پر عائشہ دختر موسیٰ کاظم کا اندراج کیا ہے۔

(کشف الغمہ، ص ۳۹، جلد ثالث، طبع جدید طہرانی)

(۳) اور فاضل اربلی علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں امام علی الرضاء کی اولاد درج کی ہے۔ وہاں پانچ عدد بیٹے ذکر کیے ہیں اور صرف ایک عدد لڑکی لکھی ہے جس کا نام عائشہ دختر علی رضا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ہے:

" و اما اولاده فكانوا ستة خمسة ذكورٍ و بنت

واحدة و اسماء اولادہ محمد القانع، الحسن، جعفر،
ابراهيم، الحسين وعائشة ."

(کشف الغمہ، ج ۳، ص ۸۹۔ ذکر اولاد علی الرضا طبع جدید طہرانی، سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

مخدومہ کائنات سیدہ خاتون جنت ؓ کی تعریف ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ ؓ کی زبانی:

پہلے اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ دختر صدیق اکبر ؓ کی طرف سے حضرتِ سیّدہ خاتونِ جنت جناب فاطمہ ؓ کی عظیم مدح اور عمدہ تعریف ذکر کی جاتی ہے۔ یہ منقبت حضرت عائشہ ؓ کی زبانی متعدد روایات میں موجود ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف چند ایک درج کرتے ہیں۔ صاحب "المستدرک" اور صاحب "الاستیعاب" لکھتے ہیں:

.... "عن عائشة امّ المؤمنين ؓ انّها قالت ما رايت احدًا كان اشبه كلامًا وحديثًا برسول الله ﷺ من فاطمة و كانت اذا دخلت عليه اليها فقبّلها ورحب بها كما كانت فصنع هى به صلّى الله عليه وسلم .

.... عن عائشة ؓ قالت ما رأيت احدًا كان اصدق لهجة من فاطمة الّا ان يكون الذى ولدها صلى الله عليه وسلم.

(المستدرک للحاکم نیشاپوری، ج ۳، ص ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۶۱)

(الاستیعاب لابن عبدالبرّ مع اصابہ لابن حجر، تذکرہ فاطمہ ؓ)

"یعنی امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ ؓ ذکر کرتی ہیں کہ کلام و گفتگو

کرنے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہ
مَیں نے کوئی نہیں دیکھا۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف
لائیں تو آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کھڑے ہو جاتے، اس کو بوسہ
دیتے اور مرحبا کہتے۔ اسی طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی نبی کریم ﷺ
کے ساتھ انہی آداب سے پیش آتی تھیں۔"

۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ
راست گو مَیں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ مگر ان کے والد شریف اس
بات سے مستثنیٰ ہیں۔

اِس روایت کے مطابق شیعہ علماء نے بھی ایک روایت درج کی ہے جو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور شیخ عباس قمی نے "منتہی الآمال" جلد اوّل،
در بیان فضائلِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں تحریر کی ہے، کہتے ہیں:

"شیخ طوسی از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کردہ است کہ می گفت ندیدم
احدے را کہ در گفتار و سخن شبیہ تر باشد از فاطمہ رضی اللہ عنہا برسول اللہ
ﷺ۔ چوں فاطمہ رضی اللہ عنہا بہ نزد آنحضرت می آمد اورا مرحبا میگفت و
دستہائے اورا می بوسید و در جائے خود می نشاند۔ چوں حضرت بخانۂ
فاطمہ رضی اللہ عنہا مے رفت بر میخاست و استقبال آنحضرت میکرد و مرحبا می
گفت و دستہائے آں حضرت را مے بوسید۔"

(منتہی الآمال، جلد اوّل، باب فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا، ص ۱۳۲، طبع تہران، شیخ عباس قمی، تختی خورد)

اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" جلد ثانی، تذکرہ سیّدہ
فاطمی رضی اللہ عنہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول درج کیا ہے "قالت عائشۃ ما رأیتُ
احدًا قطُّ اصدقَ من فاطمۃ غیر ابیھا." (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۔ تذکرۃ

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سچا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں۔“

”مجمع الزوائد“ جلد تاسع، باب مناقبِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نور الدین ہیثمی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اِصابہ (تذکرۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا) جلد رابع میں عمرو بن دینار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے۔

قَالَتْ عائشةُ رضی اللہ عنہا ما رأيتُ قطُّ احدًا افضل من فاطمة غير ابيها. اخرجه الطبراني في ترجمة ابراهيم بن هاشم من معجم الاوسط وسندهٔ صحيح على شرط الشيخين. الخ

”یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہتر اور افضل مَیں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔“

(مجمع الزوائد، نور الدین ہیثمی، ج۹، ص۲۰۱)

(اصابہ لابن حجر مع استیعاب، ج۴، ص۳۶۶، تذکرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اِن اقوال پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات اور دخترانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں قدر دانی کے جذبات موجود تھے اور باہمی احترام اور عقیدت پوری طرح موجود تھی۔

خاتونِ اوّل زوجہ صدیق اکبر اسماء بنت عمیس کی دختر رسول کی خدمت گزاری

مخدومہ کائنات کے لیے حضرت اسماء کی آخری خدمات

صدیق اکبر کی زوجۂ محترمہ اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ دریافت خیریت و مزاج پرسی کیا کرتی تھیں۔ آخری اوقات میں اور مشکل ترین ایام میں بھی اسماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پوری پوری خدمت کی۔ جب سیّدہ خاتونِ جنت بیمار ہوئیں، اس وقت کا واقعہ امام زین العابدین نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہو گئیں (اسماء ابوبکر الصدیق کی زوجہ تیمار دار تھیں) اَسماء کو فرمانے لگیں کہ تم معلوم کر رہی ہو کہ یہ میرے آخری اوقات ہیں، میرے جنازہ کو اس طرح بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ تو اَسما بولیں کہ بالکل نہیں! لیکن آپ کے لیے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جیسا کہ حبشہ کے علاقہ میں مَیں نے طریقہ دیکھا ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اس طرح بنا کر دکھاؤ تو اَسماء نے کھجور کی تازہ چھڑیاں اسواف (یعنی حرمِ مدینہ) سے کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی۔ وہ پہلی باپردہ چارپائی تیار ہوئی تھی۔ دیکھ کر حضرت فاطمہ متبسم ہوئیں۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف اس دن آپ نے تبسّم فرمایا۔ (اس سے قبل اس طرح نہیں دیکھا گیا)

پھر ان کی وفات کے بعد ان کو ہم نے (اسی طرح باپردہ) اٹھایا اور

رات کو دفن کر دیا۔

(مستدرک للحاکم، جلد ثالث، ج ۳، ص ۱۶۲، طبع دکن)

(طبقات ابن سعد، تذکرہ اسماء، ج ۸، ص ۱۸، طبع لیدن یورپ)

شیعہ مصنفین نے بھی اسماء رضی اللہ عنہا (زوجہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ) کا تیمارداری کرنا اور علالتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دوران شریکِ خدمت رہنا بڑی صراحت سے ذکر کیا ہے۔ عباراتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلّی کر لیں۔ امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی، ج ۱، ص ۱۰۷ پر درج ہے۔

و کان (علیّ رضی اللہ عنہ) یمرّضها بنفسہٖ و تعینه علی ذالک اسماء بنت عمیس رحمهما اللّٰہ علی استمرار بذالک الخ

ملّا باقر مجلسی نے بھی جلاء العیون میں اسی چیز کو بالفاظ ذیل بیان کیا ہے:

پس حضرت بوصیت او عمل نمودہ خود متوجہ تیمارداری او بود اسماء بنت عُمیس آں حضرت را درایں امور معاونت می کرد۔

(جلاء العیون، ص ۱۷۲، طبع جدید، دربیان پیغام عباس با امیر المؤمنین)

نیز واضح ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چارپائی کو باپردہ بنانے کا واقعہ جو ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ یہی واقعہ ذرا مفصل انداز میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت سے شیعہ علماء نے بھی عبارت ذیل میں لکھا ہے۔ ہم اصل مسئلہ کی تائید کی خاطر یہ واقعات شیعہ حوالہ جات کے ذریعہ بھی درج کر رہے ہیں۔ صرف اردو میں ترجمہ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ واقعہ وہی ہے جو مستدرک حاکم سے نقل کیا گیا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"شیخ طوسی بسند معتبر از آں حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است۔ اوّل نعشے کہ در اسلام ساختند نعشِ فاطمہ رضی اللہ عنہا بود۔ سببش آں بود کہ چوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار شد باآں بیماری کہ از دنیا رحلت کرد، باسماء بنت عُمیس گفت ای اسماء من ضعیف ونحیف شدہ ام وگوشت از بدن از مرداں پوشاند اسماء گفت کہ من چوں در بلاد حبشہ بودم۔ دیدم کہ ایشاں کارے می کردند اگر خواہی برائے تو بکنم فرمود کہ بلے۔ پس اسماء تختے آورد وسرنگوں گذاشت و جرید ہائے خرما طلبید و برپا ہائے آں بست پس جامہ بر روئے آں۔ کشید و گفت کہ ایں روش دیدم کہ می کردند حضرت فرمود کہ چنیں چیزے از برائے من بساز و بدن مرا از مردان پوشاں تا کدا بدن ترا از آتش دوزخ پوشاند۔"

(۱) جلاء العیون، ملّا باقر، ص۱۷۵، طبع جدید ایرانی، در بیان ساختن اسماء صورت نعش برائے فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۲) کتاب ترجمہ جعفریات اوالاشعثیات، باب ابتداء النعش کیف کان الخ ص۲۰۵، طبع ایران، مطبوعہ بمع قرب الاسناد، عبداللہ بن جعفر الحمیری

اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عین وفات کے وقت کا ایک اہم واقعہ جس میں جنت کی کافور کا تین حصوں میں منقسم ہونا درج ہے۔ اس میں بھی اسماء رضی اللہ عنہا (زوجۂ ابی بکر الصدیق) کے ساتھ آخری کلام کرنا و وصیّت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا اس کے بعد حسنین شریفین کا گھر آنا اور اسماء رضی اللہ عنہا کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا اطلاع کرنا۔ یہ سب حالات و واقعات آخری ٹائم میں پیش آئے ہیں۔ ان کو صاحب "اخبار ماتم" شیعوں کے معتبر عالم نے دوسری مجلس وفات بتول علیہا السلام، ص ۱۰۱ (مطبوعہ مطبع حسینی

رامپور) اور کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۲ طبع جدید ایرانی، پر درج کیا ہے۔

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد غسلِ سیّدہ کا مسئلہ پیش آیا، جیسا کہ اسلامی شریعت کا حکم ہے کہ میت کو پہلے غسل دیا جائے، پھر جنازہ پڑھا جائے، پھر دفن کیا جائے۔ اس مرحلہ میں بھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء رضی اللہ عنہا بنت عُمیس ان خدمات میں برابر شریک تھیں۔ ان مواقع میں میت کے خاص تعلقات والے خاندان اور افراد شریکِ کار رہا کرتے ہیں۔

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نہلانے اور آخری غسل دینے کا انتظام تین افراد نے کیا۔ ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ دو عورتیں ان کے ساتھ اس سعادت میں شریکِ کار تھیں۔ ایک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس تھیں۔ دوسری عورت سلمٰی تھی (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع کی بیوی تھی) ان حضرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غسل تمام کیا۔ ملاحظہ ہو:

(۱) الاستیعاب، لابن عبدالبر مع اصابہ ج ۴، ص ۳۲۲، تذکرہ سلمٰی

(۲) اسد الغابہ لابن اثیر جزری، ج ۵، ص ۴۷۸، تذکرہ سلمٰی

(۳) المصنف لعبدالرزاق، ج ۳، ص ۴۱۰، طبع مجلسِ علمی کراچی

علمائے شیعہ نے اپنی معتبر کتابوں میں اسماء مذکورہ کا غسلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شریک ہونا درج کیا ہے ملاحظہ ہو (۱) کتاب ''مناقب'' ابن شہر آشوب جلد رابع فصل فی وفاتہا۔ (۲) اور کتاب کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۱ طبع جدید ایرانی

مخدومۂ کائنات رضی اللہ عنہا کی آخری لمحات میں مولیٰ علی کو وصیت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد اگر آپ نکاح کرنا چاہیں تو میری

خواہر زادی یعنی زینب کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کرنا، کیونکہ یہ میری اولاد کے حق میں میری طرح (معاون وخیر خواہ) ہوگی۔

الاصابہ لابن حجر والاستیعاب لابن عبدالبرؒ (تذکرہ امامہ بنت ابی العاص)

اس وصیت کو شیعہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ چنانچہ یہاں صرف ایک کتاب کا حوالہ ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بایں الفاظ مذکور ہے:

وَ اَنَـا اُوْصِیْکَ اَنْ تَتَـزَوَّجَ بِـنْـتَ اُخْتِـیْ زَیْـنَبَ تَکُوْنُ لِوَلَدِیْ مِثْلِیْ .

"یعنی مَیں آپ سے وصیت کرتی ہوں کہ میری بہن زینب کی لڑکی کو نکاح میں لانا، یہ میری اولاد کے حق میں میری مثل ہوگی۔"

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی، ص ۲۲۶، مطبوعہ مطبعہ حیدریہ نجفِ اشرف، عراق)

نوٹ:

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا، حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بڑی بہن ہیں اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی سالی ہیں۔ زینب رضی اللہ عنہا ابو العاص بن ربیع کی زوجہ تھیں۔ ابوالعاص کا نسب چوتھی پشت میں حضور علیہ السلام سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا کر مل جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ابو العاص بن ربیع بن عبدالعزٰی بن عبد شمس بن عبد مناف۔

اور مادری تعلق اس طرح ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خُویلد کا ابوالعاص حقیقی بیٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کا خواہر زادہ ہے اور زینب رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے خالہ زاد بھائی ہے۔ ابو العاص مذکور کو اللہ کریم نے یہ عزت بخشی ہے کہ دامادِ نبی اور ہمزلفِ علی

ہے۔ پھر بعد از وفات فاطمہ ﷞ خسر علی بھی ہے اور علی ﷛ اس کے داماد بھی ہوئے ہیں۔ یہ سب شرافتیں ان کو نصیب ہوئی ہیں۔

(اسد الغابہ، الاستیعاب)

(۲) اور علماء نے لکھا ہے کہ "وسار مع علیّ ﷛ الی الیمن فاستخلفه علیّ ﷛ علی الیمن لما رجع ثم کان ابو العاص مع علی یوم بویع ابو بکر. یعنی حضرت علی ﷛ جس وقت یمن کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ ابو العاص ساتھ گیا تھا اور جب واپس ہوئے ہیں تو ابو العاص کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے تھے اور جس روز ابو بکر الصدیق ﷛ کی حضرت علی ﷛ نے بیعت کی ہے، اس روز ابو العاص حضرت علی ﷛ کے ساتھ تھے۔

(الاصابہ مع استیعاب باب کنیۃ ابی العاص، ج ۴، ص ۱۲۲، تذکرہ ابی العاص)

(۳) علماء فرماتے ہیں کہ ابو العاص کا نام لقیط ہے۔ بعض نے کہا مقسم ہے وغیرہ۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷛ وقرابتِ رسول وآل رسول ﷺ

بنتِ صدیق اکبر ﷛ صدیقۂ کائنات سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ حضور ﷺ کے حرم میں

شیعہ حضرات کی مستند کتاب منتخب التواریخ میں ہے کہ

"عائشہ ﷞ دختر ابا بکر ﷛ و مادر عائشہ و عبدالرحمٰن بن ابی بکر ام رومان بنت عامر بن عمیر بود پیغمبر ﷺ در مکہ معظمہ بعد از رحلت خدیجہ کبریٰ و قبل از تزویج سودہ در ماہ شوال اورا تزویج فرمود و زفافش بعد از شوال سال اوّل ہجرت در مدینہ طیبہ واقع شد درحالیکہ عائشہ

دہ سالہ بود پیغمبر پنجاہ و سہ سالہ بودند۔

"عائشہ (صدیقہ ﷠) ابوبکر صدیق ﷛ کی صاحبزادی تھیں۔ عائشہ ﷠ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی والدہ امّ رومان بنت عامر بن عمیر تھیں۔ پیغمبر ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ﷠ کی رحلت کے بعد مکّہ مکرمہ میں حضرت سودہ ﷠ کے نکاح سے پہلے ماہِ شوال میں ان سے نکاح فرمایا۔ اور زفاف سودہ کے نکاح کے بعد ماہِ شوال میں ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں فرمایا۔ اس وقت حضرت عائشہ ﷠ کی عمر دس سال تھی۔ اور نبی پاک ﷺ کی عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔ (منتخب التواریخ، فارسی، ص۲۴، مطبوعہ ایران)

حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ ﷛ کی بہو اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی بہو سگی بہنیں تھیں۔

سیّدنا علی المرتضیٰ ﷛ کے صاحبزادہ سیّدنا امام حسین ﷛ کی زوجۂ محترمہ شہربانو ﷠ اور سیّدنا ابوبکر صدیق ﷛ کے صاحبزادہ محمد بن ابوبکر ﷛ کی بیوی دونوں سگی بہنیں تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت امام حسین ﷛ اور حضرت محمد بن ابوبکر ﷛ ہم زلف تھے۔ شیعہ مسلک کی مستند کتب میں درج ہے۔ یہاں پر منتہی الآمال مصنفہ عباس قمی کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

شیخ مفید روایت کردہ است کہ حضرت امیر المؤمنین (ع) حریث بن جابر والی کرد در یکے از بلادِ مشرق داد دو دختر یزدجر را برائے حضرت فرستاد حضرت یکے را کہ شاہ زناں نام داشت بحضرت امام حسین (ع) داد و حضرت امام زین العابدین "ع" از او بہم رسید و

دیگر یرا محمد بن ابی بکر داد و قاسم جد مادرے حضرت صادق علیہ السلام از اوبہم رسید پس قاسم یا امام زین العابدین علیہ السلام خالہ زداد بودند۔

ترجمہ: شیخ مفید نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے حریث بن جابر کو بلادِ مشرق میں سے کسی شہر کا والی مقرر فرمایا اور اس نے یزدجر کی دو لڑکیوں کو حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک لڑکی جس کا نام شاہِ زناں تھا، امام حسین علیہ السلام کو دے دی۔ جس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ اور دوسری محمد بن ابوبکر کو دے دی۔ جس سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے نانا قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پس قاسم اور امام زین العابدین آپس میں خالہ زاد بھائی ہوئے۔

(کشف الغمہ، ص۸۳، ج۲۔ منتہی الآمال، ص۴، جلد دوم مطبوعہ ایران)

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب، ص۴۹، جلد۴)

حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے داماد تھے۔

شیعہ مسلک کی کتاب نہج البلاغۃ کی شرح ابن حدید میں ہے کہ:

رَوَی الْمَدَائِنِی قَالَ تَزَوَّجَ الْحَسَنُ حَفْصَۃَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ.

ترجمہ: مدائنی نے روایت کی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا نکاح عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

(ابن حدید، شرح نہج البلاغۃ، ص۵، جلد۴، مطبوعہ بیروت)

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

تَزَوَّجَ هِنْدَ ابْنَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ.

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی بیٹی سے نکاح کیا۔

(ابن حدید، شرح نہج البلاغۃ، ج۴، ص۸)

حضرتؓ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے کا عقدِ مبارک

شیعہ مسلک کی مستند تاریخ ''ناسخ التواریخ'' میں ہے کہ:

حضرت زید بن حسن، پسر نخستیں حسن علیہ السلام است ۔۔۔ بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام گاہیکے عبداللہ بن زبیر بن عوام دعویٰ دار خلافت ست با و بیعت کرد۔ بنز داو شتافت از بہر آنکہ خواہرش ام الحسن کہ از جانب مادر نیز با او برادر بود بعبد اللہ زبیر شوی کرد چوں عبداللہ زبیر را کشتند خواہر لیش را برداشتہ از مکہ بمدینہ آورد۔

ترجمہ: حضرت زید بن حسن جو کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے سب سے پہلا بیٹا ہے۔۔۔۔ جبکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلافت کے دعویدار ہوئے تو زید بھاگ کر ان کے پاس گئے اور ان کی بیعت کر لی۔ کیونکہ زید کی بہن ام الحسن جو ماں کی طرف سے بھی زید اس کے بھی تھے، عبداللہ بن زبیر کی بیوی تھیں۔ جب عبداللہ بن زبیر کو قتل کر دیا گیا۔ تو زید اپنی بہن کو لے کر مکہ سے مدینہ آ گئے۔

(ناسخ التواریخ، ج۲، ص۲۷۱)

فضائلِ خلیفۂ دوم سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرماتے

و من کلام لہ علیہ السلام و قد استشارہ عمر بن الخطّاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسہٖ انّ ھٰذا الامر لم یکن نصرہ و لا خذ لانہ بکثرۃ و لا بقلّۃ و ھو دین اللّٰہ الذی اظھرہ و جندہ الذی اعدّہ و امّدہ حتّٰی بلغ ما بلغ و طلع حیث طلع و نحن علی موعود من اللّٰہ و اللّٰہ منجز وعدہ و ناصر جندہ و مکان القیم بالامر مکان النّظام من الخرز یجمعہ و یضمّہ فان انقطع النّظام تفرّق الخرز و ذھب ثم لم یجتمع بحذافیرہٖ ابدًا و العرب الیوم و ان کانوا قلیلًا فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبًا و استدر الرّحا بالعرب و اصلھم دونک نار الحرب فانّک ان شخصت من ھٰذہ الارض انتقضت علیک العرب من اطرافھا و اقطارھا حتّٰی یکون ما تدع ورائک من العورات اھمّ الیک ممّا بین یدیک ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدًا یقولوا ھٰذا اصل

العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فيكون ذالک اشد لکلبهم علیک و طمعهم فیک فامّا ما ذکرت من میسر القوم الیٰ قتال المسلمین فانّ اللّٰه سبحانه هو اکره لمیسرهم منک و هو اقدر علیٰ تغییر ما یکره و امّا ما ذکرتَ من عدوّهم فانّا لم نکن نقاتل فیما مضیٰ بالکثرة و انّما کنّا نقاتل بالنّصر و المعونة.

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۶، ص ۲۰۳، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلے میں بنفس خود جانا چاہا۔ اور اس امر سے حضرت سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا: دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے۔ جس نے اس کی ہر جگہ مدد واعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں طلوع ہو گیا۔ جہاں طلوع ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں۔ جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے جو رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر کہیں کہیں بکھر جائیں گے۔ پھر اجتماع کامل نصیب نہ ہوگا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ

اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا۔ اور آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دے۔ اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر۔ کیوں کہ اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا تو عرب کے تمام قبیلے اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورت، سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شے سے مقدم ہو جائے گی۔ جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔ اور دوم یہ امر ہے کہ جب ایرانی کل کو تجھے دیکھیں گے۔ تو آپس میں یہی کہیں گے کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر تم نے اسے کانٹ چھانٹ دیا۔ تو پھر راحت ہی راحت ہے۔ بے شک یہ اقوال تیری لڑائی پر انہیں حریص کریں گے۔ وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کریں گے۔ اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ تو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تجھ سے بھی زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور بے شک وہ جس امر سے کراہت رکھتا ہے، اس کے تغیر پر پورا پورا قادر ہے۔ رہا تیرا یہ قول کہ حملہ آور قوم کا شمار بہت بڑھا ہوا ہے۔ ان کی تعداد بے اندازہ ہے، تو یوں خیال کر کہ ہم گروہ صحابہ نے عہدِ پیغمبر ﷺ میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد سپاہی لے کر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی اعانت اور اس کی نصرت کے بھروسے پر کفار سے قتل وقتال کرتے رہے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت، ص۲۰۰، ۲۰۱۔ مطبوعہ یوسفی، دہلی)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا:

و قد شاور عمر بن الخطاب فی الخروج الٰی غزوة الرّوم و قد توکّل اللّٰہ لاھل ھٰذا الدّین باعزاز الحوزة و ستر العورة والذی نصرھم و ھم قلیل لا ینتصرون و منعھم و ھم قلیل لا یمتنعون حیٌّ لا یموت انک متٰی تسر الٰی ھٰذہ العدوّ بنفسک فتلقھم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفة دون اقصٰی بلادھم لیس ب عدک مرجع یرجعون الیه فابعث الیھم رجلًا محربًا و احفر معه اھل البلاد و النّصیحة فان اظھر اللّٰہ فذاک ما تحبّ و ان تکن الاخرٰی کنت رداً للنّاس و مثابة للمسلمین.

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۳۴، ص ۱۹۳، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور آپ سے بھی مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا" نواحِ اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے، جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے۔ جب ان کی مقدار نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہ جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم حی لا یموت ہے۔ (جیسے اس وقت

موجود تھا ویسے ہی اب بھی قائم ہے) اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے۔ اور منکوب و مخذول ہو جائے۔ تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد ایسا کوئی مرجع نہ ہوگا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو آزمودہ کار ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا۔ تب تو یہ وہی چیز ہے۔ جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اس نے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائے گا۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت، ص ۱۹۰، مطبوعہ یوسفی دہلی)

جب ایران فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب کر کے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کنگن پہنائے۔

و نظر علیہ السلام الٰی ذراعی سراقۃ بن مالک دقیقین اشعرین فقال کیف بک یا سراقۃ اذا لبست بعدی سوارٰی کسرٰی فلمّا فتحت فارس دعاہ عمر و انبسہ سوارٰی کسرٰی.

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد اوّل، ص ۱۰۹، فی معجزات اقوالہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مطبوعہ قم طبع جدید)

(حیات القلوب، جلد دوم، ص ۴۷۷، باب بست ودوم در بیان اخبار از مغیبات، مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سراقہ بن مالک کی پتلی اور بالوں سے بھری ہوئی کلائیوں کو دیکھا تو فرمایا اے سراقہ! تیری کیا شان

ہوگی جب تجھے میرے بعد کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے لہٰذا
جب ایران فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا
اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو پورا کرتے ہوئے سراقہ بن
مالک کے ہاتھوں میں کنگن پہنا دیئے۔

جب فارس فتح ہوا تو سرکار کی پیشین گوئی کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کا تاج سلمان رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا۔

و قوله عليه السلام لسلمان رضی اللہ عنہ ان سيوضع علىٰ
راسک تاج کسرٰی فوضع التّاج على راسه عند
الفتح.

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد اول، ص۱۰۹، فی معجزات اقوالہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب فارس فتح ہوگا تو تیرے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔
چنانچہ جب فارس فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر
(کسریٰ کا) تاج رکھ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے لیے دعا کرتے رہے۔ یا اللہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔

ثمّ قال هذا عمر اللّٰهم اعزّ الاسلام بعمر فقال اشهد
ان لا اله الا اللّٰه و اشهد انک رسول الله فکبّر اهل
الدار و من کان على الباب تکبيرة سمعها من کان فی

المسجد من المشرکین.

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید، جلد سوم، ص ۱۲۳، فی کیفیۃ اسلام عمر)

ترجمہ: (جب عمر بن الخطاب برہنہ تلوار لیے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے) تو حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ عمر ہے۔ اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت بخش۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس پر گھر میں موجود تمام لوگوں نے اور دروازے پر کھڑے لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ جس کو مسجد میں موجود مشرکین نے بھی سنا۔

عمر اہل جنت کا چراغ ہے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"عمر (رضی اللہ عنہ) اہل جنت کا چراغ ہے، اور سکینہ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔"

(احتجاج طبرسی، ص ۲۴۷)

مزید فرمایا:

"عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق بولتا ہے اور فرشتہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے۔"

(تلخیص الشافی، ج ۲، ص ۲۴۷)

اگر آسمان سے اللہ کا غضب نازل ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی نہ بچتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر آسمان سے اللہ کا آج غضب و عذاب نازل ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی نہ بچ سکتا۔“

(تفسیر مجمع البیان، ج۲، ص۵۵۹، جزء نمبر۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو آپ سے عرض کی گئی کہ قصرِ امارت میں قیام فرمائیں گے تو فرمایا ”نہیں“۔ کیونکہ ایسی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرنا ناپسند فرماتے تھے۔ اس لیے عام مکان میں قیام کروں گا پھر آپ نے جامع مسجد کوفہ میں تشریف لا کر دوگانہ پڑھا، پھر ایک مکان میں قیام فرمایا۔

(اخبار الطوال، ص۱۵۲)

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کریں گے، اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی ۔۔۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر کے سوا کسی کی اطاعت نہیں کریں گے، خدا کی قسم! اس گراں بوجھ (خلافت) کو عمر کے بغیر کوئی بھی اٹھانے والا ہمیں نظر نہیں آیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ کی پسند ہماری پسند ہے اور ہماری خوشی

آپ کی خوشی سے وابستہ ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تمام زندگی آپ نے بروجہ احسن بسر فرمائی اور ہمیشہ اُمت کی بھلائی اور خیر خواہی فرمائی۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے اور اپنی عنایت و بخشش سے مخصوص فرمائے۔

(تاریخ روضۃ الصفاء، ج۲، ص۳۴۲)

حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں پوری ہوئی

و بروایت دیگر مشت خاک از برائے آنحضرت فرستاد حضرت فرمود کہ امت بزودی مالک زمین او خواہد شد۔ چنانچہ خاک از برائے من فرستاد۔

(حیات القلوب، جلد دوم، ص۷۸۹، نولکشور طبع قدیم، باب چہلم، در بیان نوشتن نامہ ہا بپادشاہ و سائر وقائع)

ایک دوسری روایت کے مطابق کسریٰ (شاہ ایران) نے خاک کی ایک مٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجی۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت بہت جلد اس کی زمین (ملک) کی مالک بن جائے گی۔ جیسا کہ اس نے خود اپنی زمین کی مٹی مجھے بھیج دی ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہوگیا

در روایتی آنست کہ حضرت مقدس نبوی بازوئے فاروق را گرفتہ بیفشرد۔ و فرمود اے عمر! اگر بصلح آمدہ بگو تا دست از تو بردارم و اگر بجنگ آمدۂ ماراز از نہادت برآرم عمر ترساں و لرزاں گفت مسلمان شدم حضرت فرمود کہ بگو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ چوں عمر عرض کلمہ طیبہ کرد حضرت تکبیر گفت و یاراں از شوق و بشاشت بآواز بلند تکبیر

گفتند چنانچہ غلغلہ تکبیر ایشاں بمحافل قریش رسید۔ بعد ازاں عمر
گفت۔ یارسول اللہ مناسب نمی نماید کہ مشرکاں لات وعزی دین حق
وملت صدق بفرمائی۔ ایں سخن گفتہ بیروں آمدند وبطواف خانہ کعبہ
رواں شدند۔ وبر جانب راست حضرت پیغمبر صدیق بود وبر یسار حمزہ
وعلی پیش پیش حمزہ شمشیر حمائل کردہ عمر پیش پیش علی می رفت وسائر
اصحاب رسول در عقب قدم میر دند۔ ورؤسائے قریش در حجرہ نشستہ
انتظار عمر داشتند کہ کرناگاہ اورا از دور دیدند۔ کہ فرحناک با رسول
خدا ویاراں می آید۔ کفار گفتند بعمر در عقب تو کیست گفت لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ ہر کس از شما کہ حرکت کند بغرب شمشیر آبدار سرش از
تن بردشتہ بدار البوادر سانم۔ مشرکان تعجب نمودہ گفتند۔ کہ عمر را
فرستادیم کہ مہم محمد ﷺ کفایت کند۔ اکنوں می بینم کہ متابعت او
کردہ معاونت می نماید امرے عظیم وحادثۂ قوی پیش آمدہ است کفار
متوجہ عمر شدند۔ عمر بدفع ایشاں مشغول شدہ جملہ را از حوالی کعبہ
دور ساخت وحضرت رسول بہ بیت اللہ در آمدہ با اصحاب کرام
باوائے صلوٰۃ قیام نمودند وآیہ کریمہ یا ایھا النبی حسبک اللہ
ومن اتبعک من المؤمنین فرود آمدہ پوشیدہ نماند کہ در کیفیت
اسلام عمر اقوال دیگر آمدہ وچوں اشارت بعدم انکار صادر شدہ۔
بہمیں روایت اکتفا نمودہ آمد۔ وبعضے از مؤرخان گفتند۔ کہ فاروق
بعد از سی ونہ مرد شرف اسلام دریافت وبرخی بعد از چہل کس گویند۔
وبعد از چہل وپنج نیز گفتہ اند۔ بالجملہ بازوئے ملت بمعاونت او
تقویت یافت۔ واہل توحید بموافقت اوقوی خاطر ومستظہر گشتند۔

(تاریخ روضۃ الخلفاء، جلد دوم، ص ۲۸۴)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے عمر کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے فرمایا۔ اگر صلح صفائی کے طور پر تو آیا ہے۔ تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں۔ اور اگر جنگ کے ارادے سے آیا ہے۔ تو میں ابھی تیرا کام تمام کیے دیتا ہوں۔ عمر کہنے لگا۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: لا الـٰـه الا اللّٰـه محمد رسول اللّٰه پڑھو۔ جب عمر نے کلمہ پڑھا۔ تو حضور ﷺ نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے انتہائی خوشی اور مسرت میں آ کر اتنے زور سے تکبیر کہی۔ کہ قریش کی محفلوں تک اس کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین لات و منات کی کھلے بندوں پوجا کریں اور ہم مسلمان چھپ کر اللہ کی عبادت کریں۔ یہ مناسب نہیں۔ آپ دینِ حق اور ملتِ صدیق کے اظہار کا ارشاد فرمائیں۔ یہ کہہ کر سب صحابہ کرام باہر نکلے۔ اور طوافِ کعبہ کے لیے چل پڑے۔ حضور ﷺ کے دائیں طرف ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے آگے جا رہے تھے۔ باقی صحابہ کرام حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ قریش کے بڑے اپنے گھروں میں بیٹھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ دُور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ ہنسی خوشی چلے آ رہے ہیں۔ کافروں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ تیرے پیچھے کون ہے؟ کہا محمد رسول اللہ ہیں۔ خبردار! تم

میں سے جس نے بھی کوئی غلط حرکت کی۔ تلوار آبدار سے اس کا سر
قلم کر کے جہنم پہنچا دوں گا، مشرکین حیران رہ گئے۔ اور سوچنے
لگے۔ ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس لیے تھا کہ حضور (ﷺ) کا
کام تمام کر دے۔ لیکن ہوا الٹ۔ وہ تو ان کی فرمانبرداری میں چلا
آ رہا ہے اور ان کی معاونت کے لیے کمر بستہ ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت
بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ کافر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام کو کعبہ کے اردگرد سے بھگا دیا۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ صحابہ کرام کعبہ میں تشریف لائے۔ اور
باجماعت نماز پڑھی۔ اور آیت یا ایھا النّبیّ حسبک اللہ و
من اتبعک من المؤمنین نازل ہوئی۔

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے متعلق اور بھی
کئی اقوال آئے ہیں۔ لیکن جب میرا قصد اقتصار کا ہے۔ تو اسی لیے اسی پر اکتفاء
کرتا ہوں۔ بعض مؤرخین نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۹ مردوں کے بعد
ایمان لائے۔ بعض نے چالیس اور بعض نے ۴۵ بھی کہا ہے۔ مختصر یہ کہ
ملتِ اسلامیہ کو ان کے ایمان لانے سے بہت تقویت ہوئی اور اہلِ توحید ان کی
موافقت کی وجہ سے مضبوط دل ہو گئے اور غالب آ گئے۔

عمر رضی اللہ عنہ مسلمان کے حامی بنے، دین کو قائم کیا، یہاں تک کہ دین اپنی بنیاد پر مضبوطی سے قائم ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ ”عمر مسلمانوں
کے حامی بنے، پس آپ نے دین کو قائم کیا اور خود سیدھے چلے، یہاں تک کہ
دین اپنی بنیاد پر مضبوطی سے قائم ہو گیا۔“

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں میں برکت دے۔

مزید فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں میں برکت دے۔ بے شک انہوں نے کجی کو سیدھا کیا۔ گمراہوں کو راہِ راست پر لائے اور بیماری کی دوا کی اور فتنوں سے پہلے چلے گئے اور سنت کو قائم کیا۔ فتنہ و تباہ کاری اور فساد کے امور کو پس پشت ڈال دیا۔ بالکل صاف اور بے عیب دنیا سے چلے گئے، خلافت کی خوبیاں حاصل کر گئے اور اس کے فتنہ اور فساد سے پہلے ہی چلے گئے۔ اور خلافت کو منظم طور پر سرانجام دیا۔ اور اس میں کوئی خرابی اور خلل نہ آنے دیا۔ اللہ کی فرمانبرداری کا حق ادا کیا اور اللہ سے پوری طرح ڈرتے رہے۔

(نہج البلاغہ، حصہ اوّل، خطبہ نمبر ۲۱۹، فیض الاسلام، ج ۴، ص ۷۱۱، ۷۱۲)

تمہارا اسلام عزت والا، تمہاری ہجرت فتح کی پیش خیمہ اور تمہاری ولایت سراسر عدل تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان پر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! تمہارا اسلام عزت والا، تمہاری ہجرت فتح کی پیش خیمہ اور تمہاری ولایت سراسر عدل تھی۔ آقا کے وصال تک تمہیں آپ کی صحبت نصیب رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے راضی ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے تو وہ بھی خوشی راضی تم سے الوداع ہوئے۔ تم جب خلیفہ بنے تو پوری خلافت میں دو آدمی بھی آپ سے ناراض نہ ہوئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اس کی

گواہی دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس ﷠ خاموش ہوئے تو حضرت علی ﷛ نے فرمایا: ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔"

(شرح نہج البلاغۃ، ج ۳، ص ۴۲۶۔ علامہ ابن حدید)

حضرت علی ﷛ کا فاروق اعظم ﷛ کے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی تمنا کرنا۔

عن محمّد بن سنان عن مفضّل بن عمر قال سألت ابا عبداللّٰہ علیہ السّلام عن معنی قولِ امیر المؤمنین صلواتُ اللّٰہ علیہ لمّا نظر الی الثّانی و ھو مسجّی بثوبہٖ ما احدٌ احبُّ الیّ ان القی اللّٰہ بصحیفۃ من ھذا المسجّی.

(معانی الاخبار للشیخ الصدوق، ص ۴۱۲۔ طبع جدید بیروت)

ترجمہ: شیخ صدوق نے باسند ایک حدیث ذکر کی۔ جس میں ذکر کیا گیا۔ کہ ایک مرتبہ فضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق ﷛ سے پوچھا کہ جب حضرت عمر بن خطاب ﷛ کو کفن دیا جا چکا تھا۔ اس وقت حضرت علی ﷛ نے ارشاد فرمایا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ﷛ کا یہ مطلب تھا کہ میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ تو اس کفن پہنے ہوئے یعنی عمر بن خطاب ﷛ کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں۔

حضور ﷺ نے حضرت عمر کے بارے میں دعائے خیر فرمائی:

چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنشت　　بکیفیتے شد عداوت سرشت
کہ خبر قتل پیغمبر ذوالجلال　　بخودش دیگر ہیچ فکر وخیال
یکے روز میگفت با اشقیاء　　کہ آرد کسی گر سرِ مصطفیٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو　　دو کوہاں سیہ دیدہ و سرخ مو
ز دیبائے مصری و برد و یمن　　و گر سیم و زر بخششش چند من
عمر چوں شنید ایں سخن گفتش　　بجنید عرق طمع بر تنش
با و گفت سرگند اگر می خواری　　کہ از گفتہ خویشتن نگندی
من امروز خدمت رسانم بجا　　بیارم بپشیت سرِ مصطفیٰ
گرفت از ابوجہل چوں آں قسم　　پس آنگاہ زد بر دردین قدم
بآں کار چوں رفت بیروں عمر　　یکے گفت باو نداری خبر
کہ ہمشیرہ ات نیز باجفت خویش　　گرفتند دین محمد بپیش!
بر آشفت ابا حفص ازیں گفتگو　　بگفتا بریزم کنوں خون او
سوئے خانہ خواہر خویش رفت　　چہ آمد بنزدیک در پیشرفت
بیآمد بہ پیش در او ایستاد　　صدائی شنید و با و گوش داد
شنید آنکہ می خواند مرد نکو!　　کلامیکہ نہ نشنیدۂ بد مثل او
نہاد او قدم پیش و در باز کرد　　چوں آمد دروں شور آغاز کرد
در افتاد بہ جفت خواہر بجنگ　　گرفتش ز حلق بیفشرد تنگ
گلوئش بہ تنگی فشرد آنچناں　　کہ نزدیک شد تاشود قبض جاں
بیاید دروں دخترش نوحہ گر　　بگفتش چہ خواہی زما اے عمر
اگر شاد گردی زما ور ملول　　نمودیم دین محمد ﷺ قبول
کنوں گر کشی سربداریم پیش　　ولی برنگر دیم از دین خویش

چوں بشنید از وے ایں حکایت عمر ۔۔۔ بدانست کو برنگر و دِگرا
بگفتش چه دیدی تو از مصطفےٰ ۔۔۔ که گشتی بدینش چنیں مبتلا
بگفتا کلام خدائے جلیل ۔۔۔ که آرد باو حضرت جبرئیل
شنیدیم گردید بر ما یقیں ۔۔۔ که ہست آں کلام جہاں آفریں
عمر گفت ازاں حول معجز اساس ۔۔۔ اگر یاد داری بخواں بے ہراس
برا و خواہرش آیۂ چند خواند ۔۔۔ عمر گوش چوں کرد حیراں بماند
دلش زاں شنیدن بسے نرم شد ۔۔۔ ز سود اے اسلام سرگرم شد
و زاں پس مکشیر باہم رواں ۔۔۔ بنزد رسول خدائے جہاں
بدولت سرائے محمد شدند ۔۔۔ چه در بستہ بد حلقه بردرز دند
یکے آمد و دید در پشت در ۔۔۔ که ایستادہ با تیغ بر وے عمر
بنزد نبی رفتا و احوال گفت ۔۔۔ بماندند اصحاب اندر شگفت
چنیں گفت پس عم خیر البشر ۔۔۔ که غم نیست بروئے کشاید در
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا ۔۔۔ دگر باشد اورا بخاطر دغا
بہ تیغے که دارد حمائل عمر ۔۔۔ تنش را سبکبار سازم ز سر
چو درباز کردند روئے او ۔۔۔ در آمد عمر لب عذر گو!
گرفتش ببر سرور انبیاء ۔۔۔ نشاندش بجائے که بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت ۔۔۔ وزاں پیشتر یافت دیں تقویت
پس اصحاب دیں راشد ایں مدعا ۔۔۔ که از خدمت سرور انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند ۔۔۔ نماز جماعت بجا آورند
رسید ایں سخن چوں بعرض رسول ۔۔۔ ز خیر البشر یافت عزد قبول

(حملہ حیدری، مطبوعہ تہران، ص ۱۴)

ترجمہ: حضور ﷺ کی سرزنش سے ابوجہل عداوت پر اتر آیا۔ اب اُسے ایک ہی خیال رہتا۔ کہ کس طرح حضور ﷺ کو قتل کر

دیا جائے۔ ایک دن بدبختوں سے اس نے کہا کہ جو بھی تم میں سے
محمد (ﷺ) کی گردن مارے گا۔ میں اسے ایک سو اونٹ دوں گا۔
جن کی دو کوہانیں، آنکھیں سیاہ اور بال سرخ ہوں گے۔ اس کے
علاوہ مصری اور یمنی شالیں اور کئی سیر سونا چاندی بھی اسے دوں گا۔
یہ سن کر عمر نے ازروئے طمع ابوجہل کو کہا کہ اگر مقررہ انعام کی یقین
دہانی کراؤ۔ تو میں یہ کام انجام دینے کو تیار ہوں۔ میں آج ہی یہ
کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے جب یہ یقین دلایا۔ تو عمر اپنے ارادہ
کو پورا کرنے کے لیے نکلے۔ راستہ میں کسی نے کہا کہ تمہاری بہن
اور بہنوئی نے بھی نیا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر ابوحفص عمر بن
خطاب کا خون کھولا۔ اور کہا۔ میں پہلے ان کی خبر لیتا ہوں۔ چنانچہ
وہ ان کے گھر گیا۔ دروازہ پر دستک دی۔ اور اندر سے بے مثل کلام
سننے میں آیا۔ دروازہ کھولا اور اندر شور وغوغا سے داخل ہوا۔ اپنے
بہنوئی کا اس قدر سختی سے گلا دبایا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اتنے
میں ان کی ہمشیرہ فریاد کرتی آئی۔ اور پوچھا۔ عمر! آپ کیا چاہتے
ہیں؟ تم خوش ہو یا ناراض۔ اچھی طرح جان لو۔ ہم دین محمدی کو اب
کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اگرچہ اس کی خاطر ہمیں اپنے سر قربان کیوں
نہ کرنے پڑیں۔ عمر نے جب ان کا یہ عزم دیکھا۔ تو پوچھا۔ چلو یہ
بتاؤ تمہیں محمد (ﷺ) سے کیا نظر آیا۔ جس کی وجہ سے اُن کے
دین پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہو۔ کہا۔ وہ ایک کلام ہے جسے جبریل
اللہ کی طرف سے ان کے پاس لائے ہیں۔ جسے سُن کر ہمیں یقین
ہو گیا کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ عمر نے کہا۔ اچھا۔ اگر اس کا
کچھ حصہ یاد ہو۔ تو مجھے بھی سناؤ۔ بہن نے چند آیات پڑھیں۔

انہیں سن کر دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ پھر سب اکٹھے ہو کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت کچھ لوگ حضور کی خدمت میں تھے۔ایک نے دیکھا کہ عمر تلوار لیے دروازہ پر کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حضور کے پاس گیا۔اور حالات سے آگاہی کی۔ یہ سن کر حضور ﷺ کے چچا نے کہا۔فکر نہ کرو۔دروازہ کھول دو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے۔تو بہتر۔ ورنہ اس کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا۔ اور عمر عذر خواہی کرتے ہوئے داخل ہوئے۔حضور ﷺ نے انہیں باؤں میں لے کر ان کی شایانِ شان جگہ بٹھایا۔تمام موجود صحابہ کرام نے مبارک باد دی۔ ان کے ذریعہ اللہ نے دین کو مضبوطی عطا کی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ سے آپ کے ساتھی مسجد الحرام کی طرف گئے۔اور وہاں نماز باجماعت ادا کی۔حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعائے خیر فرمائی۔

مسلمان بہت سے فتنوں اور سازشوں کے بعد سکون پذیر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احسان ہوئے

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے انتظامات اور کارکردگی کی تعریف فرماتے ہیں اور ان کے لیے دعا خیر و برکت بھی فرماتے ہیں۔بطورِ امثال یہ جملہ ملاحظہ ہو:

و قال علیہ السلام فی کلام لہ و لیھم و ال فاقام واستقام حتّٰی ضرب الدین بجیرانہ.

یہ نہج البلاغۃ کی عبارت ہے۔اس کی شرح کرتے ہوئے فیض الاسلام علی

نقی نے لکھا ہے۔

امام علیہ السلام درسخنی (درباره عمر بن خطاب) فرموده است و (بعد از ابوبکر) فرماں روا شد برمردم فرماندہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امر خلافت را) برپاداشت واپشادگی نمود (برہم تسلط یافت) تا آنکہ دین قرار گرفت (ہم چنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردن خودرا برزمین نہاد اشارۂ باینکہ اسلام پس از فتنہ و (فساد) بسیار ازاو تمکین نموده زیر بارش رفتند۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بعد لوگوں پر ایک ایسا فرمانروا خلافت پر مسند نشین ہوا، جس نے امر خلافت کو قائم کیا اور اس پر ثابت قدمی دکھائی۔ یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا۔ یہاں تک کہ دین مضبوط و مستحکم ہوگیا۔ جیسا کہ اونٹ آرام کرنے کے لیے اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے اور خود زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح دین اسلام زمین پر مستحکم طریقہ سے متمکن ہوگیا۔ پس مسلمان بہت سے فتنوں اور سازشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے احسان مند ہوئے۔

(فیض الاسلام، شرح نہج البلاغہ، ص ۱۲۹۰، مطبوعہ ایران)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گمراہوں کو درست کیا، سنت طریقہ کو جاری کیا:

اسی طرح نہج البلاغۃ کا خطبہ نمبر ۲۲۸ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لــلّـه بــلاد فــلان فــلقد قوم الا ودو داوی العمد و اقام السـنـة و خـلـف الـفـتـنـة ذهـب نقی الثوب قليل الغيب

اصاب خیرها و سبق شرها ادی الی اللّٰہ طاعته و اتقاه بحقه.

اہل تشیع کے معروف مجتہد فیض الاسلام علی نقی اس خطبہ کی شرح فارسی میں کرتے ہوئے لکھا ہے:

خدا شہر ہائے فلاں (عمر بن خطاب) را برکت دید نگاہ دارد کہ کجی را راست (گمراہاں را براہ آورد) نمود و بیماری را معالجہ کرد (مردم شہر ہائے رابدین اسلام گرداند) و سنّت را برپاداشت (احکام پیغمبر را اجر نموذ) و تباہ کاری را پشت سرانداخت (در زمان او فتنہ رونداد) پاک جامہ وکم عیب از دنیا رفت نیکوئی خلافت را دریافت واز شرآں پیشی گرفت (تابود او خلافت منظّم بودہ و اختلافی درآں راہ نیافت) طاعت خدارا جا آوردہ از نافرمانی او پرہیز کردہ حقّشی را ادا نمودہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فلاں شخص یعنی عمر بن خطاب کے شہروں میں برکت دے اور ان کو محفوظ رکھے، جس نے کجی کو درست فرمایا۔ گمراہوں کو راہِ راست پر لائے، بیماری کا علاج کیا، شہر کے رہنے والوں کو مسلمان کیا، سنت طریقہ کو جاری فرمایا۔ یعنی احکام پیغمبر کو جاری فرمایا۔ فتنہ و تباہ کاری اور فساد کی امور کو پس پشت ڈال دیا۔ اس دریا سے پاک دامن اور کم عیب ہو کر رخصت ہوئے۔ اس نے خلافت کی خوبیوں کو پایا۔ اس کے سر سے پہلے ہی رخصت ہو گئے اور خلافت کو منظم طور پر سرانجام دیا۔ اور اس میں کوئی خرابی اور اختلال نہ آنے دیا۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت بجالائے، اس کی نافرمانی سے دور رہے اور اس کے حق کو ادا فرمایا۔

(فیض الاسلام، شرح نہج البلاغۃ، ج ۴ ص ۷۱۱، ۷۱۲۔ مطبوعہ ایران)

ابو حفص عمر پر خدا کی رحمت ہو۔ اللہ کی قسم وہ اسلام کے سچے خیر خواہ تھے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ فرمایا: "ابو حفص! عمر رضی اللہ عنہ پر خدا کی رحمت ہو، اللہ کی قسم وہ اسلام کے سچے خیر خواہ، یتیموں کے ماویٰ، احسان کے منتہیٰ، ایمان کے محل، ضعیفوں کی جائے پناہ اور سچے لوگوں کی پناہ گاہ تھے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر، صبر اور استقامت سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ دین واضح ہوا، شہر فتح کیے، بندوں کو چین نصیب ہوا جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں نقص وخرابی نکالے، اس پر اللہ تعالیٰ کی قیامت تک لعنت ہو۔

(مروج الذہب للمسعودی، ج ۳، ص ۵۱)

ادبِ مصطفیٰ ﷺ سکھانے کے لیے حضرت عمر نے اپنی بیٹی کو مارا

عن ابن عباسٍ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ جالسًا مع حفصة. فتشاجر بینهما فقال لها هل لکِ ان اجعل بینی و بینک رجلًا قالت نعم فارسل الٰی عمر فلمّا ان دخل علیهما قال لها تکلّمنی فقالت یا رسول اللّٰہ تکلّم ولا تقل الّا حقًا فرفع عمر یدهٔ فوجا وجهها ثمّ رفع یدهٔ فوجا و جهها فقال له النبی ﷺ کفِّ فقال عمر یا عدوّة اللّٰہ النّبیُّ لا یقول الّا حقًّا والّذی بعثه بالحقّ لو لا مجلسه ما رفعت یدیّ حتّٰی تموتی.

(تفسیر مجمع البیان، جلد ۴، ج ۸، ص ۳۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو دونوں میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ کیا میں اپنے اور تیرے درمیان بطور ثالث کسی شخص کا تقرر کروں۔ حفصہ کہنے لگیں۔ جی کیجئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آ گئے۔ حضور نے غصہ سے فرمایا۔ اب بات کرو۔ حفصہ نے عرض کی۔ آپ ارشاد فرمائیں۔ لیکن بات سچی ہو (یہ سن کر) حضرت عمر نے حفصہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر دوسرا طمانچہ مارا۔ حضور نے فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ رک جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے اللہ کی دشمن! پیغمبر جو کہتا ہے حق ہے۔ اُس اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ انہیں بھیجا۔ اگر حضور کا گھر نہ ہوتا۔ تو تیری جان لیے بغیر میں ہاتھ نہ روکتا۔

اے عبداللہ! اسامہ بن زید کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے

روایت نمودہ اند کہ عمر ابن خطاب بجہت اسامہ بن زید پنج ہزار دینار از بیت المال مقرر کردہ و از برائے پسر خود عبداللہ دو ہزار دینار۔ عبداللہ گفت اسامہ را برمن ترجیح دادی۔ و حال آنکہ من از غزوات حضرت پیغمبر دیدہ ام آنچہ را کہ او ندیدہ۔ عمر گفت بجہت آں کہ پیغمبر ﷺ اورا از پدر تو پیشتر دوست میداشت۔

(منتخب التواریخ، مطبوعہ تہران، فصل ہفتم، ص ۹۶)

روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے پانچ ہزار دینار بیت المال سے مقرر فرمائے۔ اور

اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے صرف دو ہزار دینار۔ عبداللہ نے کہا۔ اباجان! آپ نے اُسامہ رضی اللہ عنہ کو مجھ پر فوقیت دی۔ حالانکہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اور میں نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اسامہ نے نہیں دیکھا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔

ہمیں رشتہ دار عزیز نہیں احمد مختار عزیز ہیں:

فقال یا رسول اللّٰہ ھٰذا اوّل حرب لقینا فیہ المشرکین و الاثخان فی القتل احبُّ الیّ من استبقاء الرجال و قال عمر بن الخطاب یا رسول اللّٰہ کذّبوک و اخرجوک فقدّمھم و اضرب اعناقھم و مکّن علیًّا من عقیل فیضرب عنقہ و مکّنی من فلان اضرب عنقہ فانّ ھؤلاء ائمّة الکفر و قال ابوبکر اھلک و قومک استأمن بھم و استبق بھم و خذ منھم فدیة فیکون لنا قوة علی الکفار قال ابوزید فقال رسول اللّٰہ ﷺ لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر و سعد ابنُ معاذٍ.

(تفسیر مجمع البیان، جلد دوم، جز چہارم، ص ۵۵۹)

ترجمہ: بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب حضور ﷺ نے احباب سے مشورہ طلب فرمایا۔ تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

کہ حضور! مشرکین سے ہمارا پہلا مسلح مقابلہ ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ان کے قتل و ضرب میں شدت اختیار کرنی چاہیے اور ان کو چھوڑ دینا میں پسند نہیں کرتا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ گھر سے ہجرت پر مجبور کیا۔ لہٰذا انہیں تہہ تیغ کریں۔ علی رضی اللہ عنہ کو فرمائیں کہ وہ عقیل کی گردن اڑائے۔ مجھے فلاں رشتہ دار دے دیں۔ میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رشتہ دار اور خاندان والے ہیں، انہیں کچھ نہ کہیں اور ان کی جان معافی کر دیں۔ اور ان سے فدیہ لے لیں۔ جس سے کفار کے مقابلہ میں ہماری قوت بڑھ سکتی ہے۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آسمان سے اللہ کا آج غضب و عذاب نازل ہوتا۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بغیر کر سکتا۔

جو جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں، علی رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں رکھتا

قالوا و كان مقدمه الكوفة يوم الاثنين لاثنتى عشرة ليلةً خلت من رّجب سنة ستٍ و ثلاثين فقيل له يا امير المؤمنين اتنزّل القصر قال لا حاجة لى فى نزوله لانّ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ كان يبغضه و لٰكنّى نازل الرّاحبة ثم اقبل حتّٰى دخل المسجد الاعظم فصلّٰى

ركعتين ثم نزل الرّحبة.

(اخبار الطوال، ص۱۵۲۔ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری، مطبوعہ بغداد طبع جدید)

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں تشریف لانا بارہ رجب بروز پیر ۳۶ھ کو ہوا۔ تو آپ سے عرض کی گئی کہ قصر امارت میں قیام فرمائیں گے۔ فرمایا۔ نہیں ۔کیوں کہ ایسی جگہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرنا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے عام مکان میں قیام کروں گا۔ پھر آپ نے جامع مسجد کوفہ میں تشریف لا کر دوگانہ پڑھا۔ پھر ایک عام مکان میں قیام فرمایا۔

اے عبداللہ ! حسنین رضی اللہ عنہما کے بابا جیسا تیرا بابا نہیں ، ان کی ماں جیسی تیری ماں نہیں۔

عن ابن عباس لمّا فتح اللّٰه المدائن علٰى اصحاب رسول اللّٰه ﷺ فى ايّام عمر امر عمرُ بالانقطاع فبسط فى المسجد فاوّل من بدأ اليه الحسن عليه السلام فقال يا امير المؤمنين اعطنى حقِى ممّا افاء اللّٰه على المسلمين فقال عمر بالحبّ و الكرامة فامر له بالفِ درهم ثمّ انصرف فبدء اليه عبد اللّٰه بن عمر فامر له بخمس مائة درهم فقال له يا امير المؤمنين انا رجل مشتدّ الضرب بالسيف بين يدى رسول اللّٰه ﷺ و الحسنُ والحسين عليهما السلام طفلان يدرجانِ فى سكّ المدينة تعطيهم الف الف درهم و

تعطینی خمس مائة قال عمر نعم اذهب فاتنی باَبٍ کابیهما و امٍّ کامّهما وجدٍّ کجدّهما و جدّةٍ کجدّتهما و عمّ کعمّها و عمة کعمّتهما و خالة کخالتهما و خال کخالهما فانّک لا تاتینی بهم امّا ابوهما فعلیّ المرتضٰی علیه السلام و امهما فاطمة الزهراء و جدّهما محمد ن المصطفٰی وجدّتهما خدیجة الکبریٰ و عمّهما جعفر بن ابی طالب و عمّتهما امّ هانی بنتُ ابی طالب و خالتهما رقیّة و امّ کلثوم بنتا رسول اللّٰه (ﷺ) و خالهما ابراهیم بن رسول اللّٰه (ﷺ).

(ذبح عظیم، ص ۵۷ تا ۵۸۔ مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی، مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری، لاہور)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو "مدائن" کی فتح عطا کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ مال مسجد میں بکھیر دیا گیا۔ سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور کہا امیر المؤمنین! اللہ نے مسلمانوں کو مالِ غنیمت عطا کیا، اس میں سے مجھے میرا حق عطا کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بڑی محبت اور عزت سے ادا کرتا ہوں۔ تو ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ تشریف لے گئے۔ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے "عبداللہ" آئے۔ تو انہیں پانچ سو درہم دینے کو کہا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ امیر المؤمنین! میں

تلوار کا بہت ماہر بہادر مجاہد ہوں۔ اور حضور ﷺ کے سامنے میں تلوار بازی کی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔ حالانکہ اس وقت حسن و حسین بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں تو ایک ایک ہزار درہم عطا فرمائے اور مجھے صرف پانچ سو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو۔ جاؤ ان دونوں کے باپ جیسا کہیں باپ، ماں جیسی ماں، نانے جیسا نانا، نانی جیسی نانی، چچا جیسا چچا، پھوپھی جیسی پھوپھی، خالہ جیسی خالہ اور ماموں جیسا ماموں تو لا کر دکھاؤ۔ تم یہ ہرگز نہیں لا سکتے۔ دیکھو ان کا باپ علی المرتضیٰ، ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء ان کے نانا محمد مصطفیٰ، ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ، ان کا چچا جعفر بن ابی ابوطالب، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، ان کی خالہ رقیہ اور ام کلثوم اور ان کے ماموں ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ و رضی اللہ عنہم ہیں۔

پیکر خلوص مجسم عجز و نیاز:

معروف شیعہ عالم احمد بن داؤد دینوری لکھتے ہیں:

و کتب سعد الی عمر رضی اللہ عنہ بالفتح و کان عمر یخرج فی کل یوم ماشیا وحده کا یدع احدا یخرج معه فیمشی علی طریق العراق میلین او ثلاثة فلا یطلع علیه راکب من جهة العراق الّا ساله عن الخبر فبین هو ذالک یومًا طلع علیه البشیر بالفتح فلمّا راٰه عمر رضی اللہ عنہ ناداه من بعید ما الخبر قال فتح اللّٰه علی

المسلمين و انهزمت العجم و جعل الرسول يخب ناقته و عمر يعدو معه و يسأله و يستخيره والرسوول لا يعرفه حتّٰى دخل المدينة كذالک فاسقبل الناس عمر رضی اللہ عنہ يسلّمون عليه بالخلافة و امير المؤمنين فقال الرسول و قد تحيّر سبحان اللّٰه يا امير المؤمنين الّا اعلمتني فقال عمر لا عليک ثم اخذ الكتاب فقراء ه على الناس.

(الاخبار الطوال، ص ۱۲۳ تا ۱۲۴، مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو فتح کا پیغام تحریر کیا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ بلاناغہ اکیلے ہی عراق کی طرف جاتے، راستہ پر دو دو تین تین میل نکل جاتے۔ اور عراق کی طرف سے جب کوئی سوار آتا نظر پڑتا تو اُسے جنگ کے بارے میں پوچھتے۔ اتفاقاً ایک دن عراق کی جانب سے فتح کی خوشخبری دینے والا بھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور سے اسے آواز دی۔ کوئی خبر لائے ہو؟ کہنے لگا۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کفار (عجم) شکست کھا گئے۔ یہ کہا اور اس پیغامبر نے اونٹنی دوڑائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیدل اس کے ساتھ دوڑتے چلے آ رہے تھے اور جنگ کے واقعات پوچھ رہے تھے۔ لیکن اس ایلچی کو اس بات کا قطعاً علم نہ تھا کہ یہی خلیفہ وقت ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑھ کر سلام کرنے لگے، کیوں کہ آپ خلیفہ تھے۔ ایلچی نے حیران ہوتے ہوئے کہا

سبحان اللہ! امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے متعلق بتایا ہی نہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہیں کوئی سزا نہیں۔ یہ کہہ کر رقعہ لیا اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔

اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تمہارے بعد مجھے زندہ نہ رکھے۔

و فی روایة یحیی بن عقیل انّ عمر رضی اللہ عنہ قال لا ابقانی اللّٰہ بعدک یا علیّ رضی اللہ عنہ .

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد دوم، ص ۲۶۰، مطبوعہ قم، طبع جدید، باب فی قضایاہ علیہ السلام فی عہد الثانی)

''یحییٰ بن عقیل کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تمہارے بعد مجھے زندہ نہ رکھے۔''

دشمن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بددعا:

حدّثنا عبد اللّٰہ بن لھیعة عن محمّد بن عبد الرحمٰن بن عروة بن الزبیر عن ابیه عن جدّہٖ قال وقع رجلٌ فی علیّ بن ابی طالب علیه السلام بمحضر بن عمر ابن الخطاب فقال له عمر رضی اللہ عنہ تعرف صاحب ھٰذا القبر اما تعلم انّه محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب وعلیّ بن ابی طالب بن عبد المطلّب ، ویلک لا تذکرنّ علیًّا الّا بخیر فانّک ان تنقصه اذیت ھٰذا فی قبرہٖ.

(امالی شیخ طوسی، ص ۴۵، ۴۶، مصنفہ ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی مطبوعہ ایران)
(امالی شیخ صدوق المجلس الحادی والتسعون، ص ۲۳۴)

ترجمہ: سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر اُسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تو اس قبر والے کو نہیں جانتا۔ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور جس کو تو نے بُرا بھلا کہا۔ وہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ تیری تباہی ہو۔ علی رضی اللہ عنہ کا بجز خیر ہرگز نام نہ لو۔ اگر تو نے ان کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ تو یقیناً صاحب قبر کو تکلیف پہنچائی۔

مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا پسند نہیں جس میں علی رضی اللہ عنہ نہ ہو:

فقال عمرُ رضی اللہ عنہ لا عشتُ فی امّة لست فیها یا ابا الحسن.

(امالی طوسی، جلد سوم، ص ۹۲، مطبوعہ قم، طبع جدید، الجزالسابع عشر)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوالحسن! مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں ہے جس میں تم نہ ہو۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوتے تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی سلام کہتے۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انہ کان یتولّاهما و یأتی القبر فیسلم علیهما مع تسلیمه علی رسول الله .(الشافی، ص ۲۳۸)

ترجمہ: حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) حضرت ابوبکر، حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتے تھے۔ آپ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضری دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کے ساتھ (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) دونوں کو بھی سلام کہتے تھے۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب رجال کشی میں ہے کہ:

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے۔

(رجال الکشی، ص ۳۳۸)

جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے، میں اُسے اسی کوڑے ماروں گا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میرے پاس کوئی آدمی آئے اور مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے تو میں اسے ضرور مفتری (بہتان تراشی) کی سزا (80 کوڑے) ماروں گا۔

(رجال الکشی، ج ۲، ص ۶۹۵)

بنی ہاشم کی بیمار پرسی کرنا سنت اور ان سے ملاقات کرنا کارِ خیر ہے:

"امالی" شیخ ابی جعفر الطوسی میں ہے کہ:

"عن علیّ بن الحسین عن ابیه علیهم السلام قال قالَ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب عیادةُ بنی هاشم سُنّة و زیارتهم نافلة."

مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ بنی ہاشم کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنا سنت ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارِ خیر ہے۔

(امالی، شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی، ج ۱۲، ص ۳۴۵، جلد اوّل، طبع نجف اشرف، عراق)

اے علی! مبارک ہو آج سے آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے مولیٰ ہیں:

"امالی" شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لـمّـا اخذ رسول اللّٰه ﷺ بیدِ علیّ بن ابی طالب و قالَ الستُ اولٰی بالمؤمنین قالوا نعم یا رسول اللّٰه قال مـن کنتُ مو لاهُ فعلیٌّ مولاه فقال له عمر بخ بخ یا ابن ابی طالبِ اصبحت مولایَ و مولا کُلِّ مُسْلِمٍ۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے)

جب حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر (اعلانِ مودّت کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا مومنوں کے متعلق میں زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں۔ یہ فرمانِ نبوت سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔ شاد باغ خوش رہیے۔ آپ ہمارے اوور ہر مسلمان کے

مولیٰ ٹھہرے۔

(امالی الشیخ الصدوق۔طبع قدیم ایران،ص۳،المجلس الاوّل فی الحدیث الاوّل)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زندگی کے آخری لمحے بھی نماز کی فکر

اینوقت ابولؤلؤ از صف جدا شد و بر عمر درآمد و اورا از چپ و راست شش ضربت بزد بر باز و شکم و ازاں زخمہا زخمے گراں برزیر ناف آمد و از پائے درآفتاد و بانگ درد او کہ عبدالرحمٰن کجاست گفتند حاضر است گفت از پیش روئے صف شود و نماز را پائے برد عبدالرحمٰن پیش شد و در رکعت اول فاتحہ و قل یا ایها الکافرون قرأت کرد و در رکعت ثانی قل ھو اللہ احد بخواند۔

(ناسخ التواریخ خلفاء،جلد سوم،ص ۴۹،طبع جدید)

ترجمہ: اس وقت (جب نماز شروع ہوگئی) ابولؤلؤ صف میں سے آگے نکلا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ (امام) پر حملہ آور ہوا اور دائیں بائیں سے بازو اور پیٹ پر چھ زخم لگائی۔ان میں سے زیادہ گہرا زخم ناف کے نیچے آیا۔اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ گر پڑے۔اور بآواز بلند کہا۔عبدالرحمٰن کہاں ہے۔کہا گیا حاضر ہے۔فرمایا صف سے آگے آئے اور نماز مکمل کروائے۔عبدالرحمٰن آگے آئے اور پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی۔

حضرت عمر فاروق داماد مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

”عن ھشام ابن سالم بن ابی عبداللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المؤمنین انھا صبیۃ قال

فلقي العباس فقال له الي باس؟ فقال و ما ذاك؟ قال خطبت الي ابن اخيك فردني اما والله لاعودن زمزم ولا ادع لكم مكرمة الا هدمتها ولا قيمن عليه شاهدين بانه سرق و لاقطعن يسينه فاتاه العباس فاخبره و سأله ان يجعل الامر اليه فجعله اليه."

(لوفروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱، طبع نول کشور لکھنو، کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم)
(الجعفریات والاسعثیات مع قرب الاسناد للحمیری ص ۱۰۹، طبع تہران)

"یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی لڑکی کا خطبہ کیا (اور رشتہ طلب کیا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ابھی چھوٹی بچی ہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب عباس بن عبدالمطلب کو ملے، ان کو کہا کہ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے، اس نے میری بات کو لوٹا دیا اور رد کر دیا ہے۔
خبردار بطور قسم کہتا ہوں کہ ماءِ زمزم کا عہدہ تم سے لے لوں گا۔ تمہاری ہر عزت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے ان کے ہاتھوں کو کٹوا دوں گا۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اس عزیز کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا تا کہ وہ سرانجام دے دیں۔"

"حماد عن زرارة عن ابی عبداللّٰہ علیه السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالک."

(فروع کافی، ج۱ص۱۴۱، کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم طبع نول کشور لکھنو)

(خیال یہ ہے کہ روایت ہذا کا ترجمہ نہ دیا جائے، صرف عربی عبارت کافی ہے)

"امام جعفر صادق نے (جبکہ تزویج امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کلام ہوئی) تو کہا کہ............"

"عن عبداللّٰہ بن سنان و معاویة بن عمار عن ابی عبداللّٰہ علیه السلام قال سألته عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها؟ او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت، ان علیا رضی اللہ عنہ صلوات اللّٰہ علیه لما توفی عمر رضی اللہ عنہ اتی ام کلثوم فاطلق بها الیه بیته."

(فروع کافی، جلد ثانی، ص ۳۱۱، باب التوفی عنها زوجها، طبع نول کشور لکھنو)

"عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبداللّٰہ علیه السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد؟ فی بیت زوجها او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت. ثم قال ان علیا صلوات اللّٰہ علیه لما مات عمر اعلی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته."

(فروع کافی، ج ۲، ص ۳۱۱، باب المتوفی عنها زوجها المدخول بها این تعتد و مایجب علیها. طبع نولکشور لکھنو)

ان دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے:

"روایت کرنے والا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہوجائے تو وہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے؟ فوت شدہ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے تو امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے (خاوند متوفی کے گھر میں مقیم رہنا ضروری نہیں ہے) اس لیے کہ عمر بن الخطاب جب فوت ہوگئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی دختر ام کلثوم کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھر لے گئے۔"

"عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنھا زوجھا تعتدنی بیتھا او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت ان علیا علیہ السلام لما توفی عمر رضی اللہ عنہ اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیتہ."

(الاستبصار، جزء ثالث ابواب العدۃ، ص ۱۸۵ مطبع جعفریہ، نخاس جدید، لکھنو، طبع قدیم)

"عن سلیمان بن خالد رضی اللہ عنہ قال سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفی عنھا زوجھا این تعتد فی بیت زوجھا او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت ثم قال ان علیا علیہ السلام لما مات عمر رضی اللہ عنہ اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ."

(الاستبصار، جز ثالث، ص ۱۸۶، ابواب العدۃ طبع مطبع جعفریہ، نخاس جدید، لکھنو، طبع قدیم)

استبصار کی ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ "امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے ان کے شاگردوں (عبداللہ بن سنان، معاویہ بن عمار، سلیمان خالد) نے دریافت کیا کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ بیوہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے، متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ مقیم رہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے اس لیے کہ جس وقت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنی لڑکی ام کلثوم کے پاس تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر لے گئے۔"

تہذیب الاحکام:

"عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال سألته عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بها الی بیته."

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸، کتاب الطلاق باب عدة النساء طبع ایرانی قدیم (سن طباعت ہذا ۱۳۱۶ھ)

تہذیب الاحکام:

"سألت ابا عبداللّٰہ علیہ السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاء ت؟ قال بل حیث شاء ت ثم قال ان علیا لما توفی عمر رضی اللہ عنہ اتی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته."

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸ کتاب الطلاق باب عدة النساء، طبع قدیم ایرانی (سن طباعت ۱۳۱۶ھ)

''تہذیب'' کی ان ہر دو روایات کا مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان کے شاگردوں نے مسئلہ عدت دریافت کیا کہ جس بیاہ شدہ عورت کا زوج فوت ہوجائے وہ عدت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر یا کسی دوسری جگہ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ چاہے عدت گزار سکتی ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب فوت ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی دختر ام کلثوم کے ہاں تشریف لائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولکدہ کی طرف لے گئے۔''

تہذیب الاحکام:

''عن جعفر عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علی و ابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحد لایدری ایهما هداک قبل فلم یورث احدهما من الاخر و صلی علیهما جمیعا۔''

(تہذیب الاحکام آخری جلد، کتاب المیراث ص ۳۸۰۔طبع قدیم ایرانی باب میراث الغرقی والمهدوم علیهم فی وقت واحد)

''تہذیب کی اس تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر امّ کلثوم اور انکے لڑکے زید ولد عمر بن الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جاسکا۔ اوران دونوں پر نماز جنازہ ایک ہی وقت میں یکجا ادا کی گئی۔''

نوٹ:

اہل تشیع کے نزدیک چار کتب (جن کو "اصول اربعہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں) تمام کتب سے زیادہ معتمد و معتبر و مستند کی جاتی ہیں۔

(۱) "الکافی" از محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی ۳۲۹ھ۔

(۲) "من لایحضرہ الفقیہ" از الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ۔

(۳) "الاستبصار" از ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی "شیخ الطائفہ"، المتوفی ۴۶۰ھ۔

(۴) "تہذیب الاحکام" از ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی "شیخ الطائفہ"، المتوفی ۴۶۰ھ۔

ان اصول اربعہ میں "من لایحضرہ الفقیہ" کے علاوہ باقی تینوں کتب میں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے اور "ائمہ معصومین" کے باسند اقوال کے ساتھ مذکور ہے۔

"اصولِ اربعہ" کی ان ہر سہ کتب کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشیاء ثابت ہیں:

(۱) ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق کے نکاح میں تھیں۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وساطت سے یہ نکاح کیا تھا۔

(۳) ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی ہوئی۔

(۴) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی

عزیزہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔
(۵) جس روز ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اسی روز ان کے لڑکے زید بن عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا بھی انتقال ہوا اور ماں بیٹے کا جنازہ بہ یک وقت اٹھایا گیا اور یکجا پڑھا گیا۔"

اس کے بعد شیعہ حضرات کے باقی اکابر علماء و مجتہدین کی معتبر تصانیف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیش خدمت کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے شیعہ علماء کرام نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاویل ذکر کردی ہے کہ یہ رشتہ مجبوراً و مغلوباً ہوا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے بارے مزید تحقیق:

(۱) کتاب "الشافی" (جو قاضی عبدالجبار کی کتاب "المغنی" کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی) میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتے ہیں:

"فاما تزويجة بنته فلم يكن ذالک عن اختيار و الخلاف فيه مشهور فان الرواية وردت عمر بن الخطاب خطبها الى امير المؤمنين فدافعه و ما طله فاستدعى عمر العباس فقال مالى ابى باس؟ فقال ماحملک على هذا الكلام فقال خطبت الى ابن اخيک فمنعني.

فقال العباس رد امرها الى ففعل فزوجه العباس اياها الخ."

(کتاب ''الشافی''، ص ۱۱۶، بمع تلخیص الشافی، قدیم طبع ایرانی، سن طباعت ۱۳۰۱ھ)

''حاصل یہ ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹال دیا اور ڈھیل کی تو عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے سے نکاح طلب کیا ہے اس نے مجھے منع کردیا ہے۔

(آخرکار) عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے سپرد کردیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ اختیار دے دیا پس عباس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے یہ رشتہ کردیا۔''

(۲) کتاب ''تنزیہ الانبیاء'' میں سید مرتضیٰ علی الھدیٰ نے نکاح ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے مسئلہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:

''فاما انکاحه علیه السلام فقد ذکرنا فی کتابنا الشافی الجواب عن هذا الباب مشروحا و بینا انه علیه السلام ما اجاب عمر الی انکاح علیها السلام الا بعد توعد و مراجعة و منازعة الخ.''

(کتاب تنزیہ الانبیاء للسید الشریف المرتضیٰ علم الھدیٰ، ص ۱۴۱، ۱۳۸، طبع ایران)

''یعنی جب علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی لڑکی کا نکاح کردینا اس مسئلہ کا جواب ہم نے کتاب ''شافی'' میں پورے بسط و تفصیل سے تحریر کردیا ہے اور ہم نے واضح کردیا ہے کہ حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کے
ڈرانے دھمکانے اور بار بار مراجعت و منازعت کے بعد کیا تھا۔"

شارح نہج البلاغہ ابی الحدید معتزلی المتوفی ۶۵۶ھ نے اپنی شرح حدیدی میں "نعم الطیب المسک محمله عطر ریحه" متن کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہونا اظہر من الشمس ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"وجه عمر رضی اللہ عنہ الی ملک الروم بریدا فاشترت ام کلثوم امراة عمر رضی اللہ عنہ طیبا بدنا نیر و جعلته فی قا رو تین و اهدتهما الی امراة ملک الروم فرجع البرید الیها و معه ملا القا رور تین جواهر . فدخل علیهما عمر و قد صبت الجواهر فی حجرها فقال من این لک هذا؟ فاخبرته فقبض علیه و قال هذا للمسلمین قالت کیف و هو عوض هدیتی قال بینی و بینک ابوک. فقال علی علیه السلام لک منه بقیمة دینارک و الباقی للمسلمین جملة لان برید المسلمین حمله."

(شرح نہج البلاغہ حدید، ص ۵۷۵۔۵۷۶۔ج ۴ طبع بیروت، سن طباعت ۱۹۵۶ء، ۱۳۷۵ھ)

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی ام کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی اور بادشاہ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں رضی اللہ عنہ کے بدست تحفۃً ارسال کر دی۔ جب پیغام رساں واپس

آیا تو اس خوشبو کے دونوں شیشیاں جواہر سے پر شدہ لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچادیں۔

اب عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب گھر داخل ہوئے تو ان کی زوجہ (ام کلثوم) جواہر کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ عمر نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ ام کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اہم کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ (علی بن ابی طالب) فیصلہ کردے وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ اسے ام کلثوم اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار خرچ ہوئے تھے جواہر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں اس لیے کہ عامة المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔"

علامہ محقق الحلی کے متن مذکور کی دلیل بیان کرتے ہوئے "الشہید الثانی" تحریر کرتے ہیں:

" و زوج النبی ابنته عثمان ، و زوج ابنته زینب بابی العاص بن الربیع و لیسا من بنی هاشم و کذالک زوج علی ابنته ام کلثوم من عمر و تزوج عبدالله بن عمر بن عثمان فاطمة بنت الحسین و تزوج مصعب بن الزبیر اختها سکینة و کلهم من غیر بنی هاشم."

("مسالک الافہام" شرح "شرائع الاسلام" جلد اول مطبوعہ ایران، سن طباعت ۱۲۷۳ھ)

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے کردیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے کردیا تھا، حالانکہ دونوں بنی ہاشم سے نہ تھے۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے کردیا تھا اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی بہن سکینہ بنت الحسین کی شادی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ بنی ہاشم کے یہ سب رشتے غیر بنی ہاشم کے ساتھ ہوئے اور خانہ آبادیاں ہوئیں۔"

یہ پانچ عدد رشتے یہاں بطور فقہی استدلال کے ذکر کیے۔ان میں ایک رشتہ ام کلثوم بنت علی کا بھی ہے۔کسی باشعور منصف مزاج آدمی کے لیے اب اس رشتہ کی صحت میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔باقی لانسلم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اہل تشیع حضرات کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نور اللہ شوستری "شہید ثالث" المتوفی ۱۰۱۹ھ نے مسئلہ نکاح ام کلثوم کو متعدد تصانیف میں درج کیا ہے۔ اس کی تصریحات ملاحظہ فرماویں۔

(۱) کتاب مجالس المومنین میں تذکرہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے:

"چوں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرت امیر نمود و آں حضرت جہت اقامت حجج مکرر اظہار ابا وامتناع نمود آخر عمر عباس رانزد طلبید و سوگند خوردہ

گفت اگر علی را بدامادی من راضی نمی سازی آنچہ در دفع او کن باشد خواہم کرد۔

چوں مبالغہ عباس درآں باب از حد گزشت آنحضرت از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیش خود ارتکاب تزویج او نمود۔"

("مجالس المومنین" تذکرہ عباس بن عبدالمطلب ص ۷۶ طبع قدیم ایرانی مختی کلاں)

مندرجہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

"جب عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے اپنی خلافت فاسدہ کی ترویج کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کی ترویج کو ذریعہ بنانا چاہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیام دلائل کی بنا پر بار باراس کا انکار کیا تو آخر کار عمر بن الخطاب نے عباس کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم میری دامادی پر علی بن ابی طالب کو راضی نہیں کرو گے تو میں اس کی مدافعت میں امکانی کوشش کر گزاروں گا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا (نکاح ہذا کے سلسلہ میں) مبالغہ بے حد ہو گیا تو مجبوری کی بنا پر حضرت علی خاموش ہو گئے، حتی کہ حضرت عباس نے از راہ خود اس رشتہ کو انجام دیا۔"

(۲) پھر محمد بن جعفر طیار کے تذکرہ میں تحریر کیا ہے کہ:

"محمد بن جعفر طیار بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ با عدم کفات از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود۔"

(مجالس المومنین، ص ۸۲ تذکرہ محمد بن جعفر، طبع قدیم ایرانی)

مطلب یہ ہے کہ "عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کی وفات کے بعد محمد بن

جعفر طیار نے ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا۔ام کلثوم غیر کفو ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔"

(۳) پھر اسی کتاب میں مقداد بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظ ذیل اس مسئلہ کو لکھا ہے:

"اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد۔"

(مجالس المومنین،ص ۸۵ تذکرہ مقداد بن اسود طبع قدیم ایرانی تختی کلاں)

"یعنی اگر نبی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عثمان رضی اللہ عنہ کو نکاح کر دی تو ولی (یعنی علی المرتضیٰ) نے اپنی لڑکی عمر کی طرف بھیج دی۔"

(۴) قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف مصائب النواصب" میں نکاح ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ پر مفصل بحث کی ہے۔اصل نکاح ہذا کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی کئی توجیہات بیان کر دی ہیں۔وہاں لکھا ہے کہ:

"تزویج ام کلثوم با عمر رضی اللہ عنہ در مقام ضرورت و ناچاری از راہ رخصت است۔"

(ترجمہ مصائب النواصب فارسی از آقا مرزا محمد علی مدرس رشتی چہاردہی نجفی،ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ تختی خورد مطبوعہ تہران،سن طباعت ۱۳۶۹ھ)

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تزویج ضرورت و ناچارگی کی صورت میں ہوئی جو (خاص حالات میں رخصت ہے)

گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی نے بھی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کے مسئلہ کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے:

چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مراۃ العقول جلد سوم صفحہ ۴۴۸۔ ۴۴۹ باب تزویج ام کلثوم طبع قدیم ایرانی میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ ہذا

کے منکرین کے جوابات دیے ہیں۔ آخر بحث میں چل کر نکاح ہذا کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"والاصل فی الجواب ان ذالک وقع علی سبیل التقیة والاضطرار."

"یعنی ام کلثوم بنت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے مجبوری اور تقیہ کی بنا پر واقع ہوا تھا۔ اصل جواب یہ ہے۔"

تیرھویں صدی کے مشہور شیعہ مورخ مرزا عباس علی قلی خاں (جو دولت ایران کے بادشاہ قاچار کا وزیر اعظم تھا) نے اپنی تصنیف "تاریخ طراز مذہب مظفری" میں ایک مستقل باب (حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن الخطاب) مفصل بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:

"جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہرا اور سرائے عمر بن الخطاب بود واز وے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت وچوں عمر مقتول شد، محمد بن جعفر بن ابی طالب اورا در حبالہ نکاح در آورد۔"

"یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ ان سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب ام کلثوم کو نکاح میں لائے۔"

(تاریخ طراز مذہب مظفری باب حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن الخطاب، طبع ایران)

چودھویں صدی کے مشہور شیعہ فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف منتہی الآمال (جو ۱۳۵۰ھ میں لکھی گئی تھی) میں درج کیا ہے کہ:

"واما کلثوم حکایت تزویج او با عمر بن الخطاب در کتب مسطور ست و

بعد از وے ضجیع عون بن جعفر واز پس او زوجہ محمد بن جعفر گشت۔"

(منتہی الامال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام، ص ۱۸۶ طبع ایران تحتی خورد)

"یعنی عمر بن الخطاب کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی محمد بن جعفر ہیں۔"

مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں عمر رضی اللہ عنہ نام پسندیدہ:

اوّل:

مشہور شیعہ مورخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفی ۲۵۸ھ یا ۲۵۹ھ میں اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارھویں نمبر پر عمر بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

".... و کان له من الولد الذّکور اربعة عشر ذکرًا الحسن والحسین و محسن مات صغیرا اُمّهم فاطمة بنت رسول اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) و عمرُ امّه امّ حبیب بنت ربیعة البکریة ..... الخ

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۱۳۔ تحت حالات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، طبع جدید طبروت)

دوم:

شیعہ کے مسلّم علامہ "الشیخ المفید" (محمد بن محمد بن النعمان) متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف "الارشاد" باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذکر و مؤنث اولاد ستائیس عدد نام بنام درج کی ہیں۔

الحسن والحسین ۔۔۔۔۔اور چھٹے وساتویں نمبر پر عمر اور اس کی بہن رُقیہ کو جو اس کی توأم ہے (یعنی جڑویں جنی ہوئی ہے) لکھا ہے و عمر و رقیۃ کانا توامین .... الخ

(ارشاد شیخ مفید، ص ۱۶۷-۱۶۸- طبع جدید طہرانی، باب ذکر اولاد علی علیہ السلام)

سوم:

شیعہ حضرات کے مشہور و معروف منقبت گو و تراجم نویس فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمّہ فی معرفۃ الائمّہ" (جو ۶۸۷ھ کی تصنیف ہے) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد شریف کے ذکر میں چودہ عدد صاحبزادے اور انیس عدد لڑکیاں تحریر کی ہیں، وہاں شمار میں تیرہویں نمبر پر عمر بن علی رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

".... الذکور الحسن والحسین و محمد الاکبر. عبید اللّٰہ و ابوبکر و العباس وعثمان و جعفر و عبد اللّٰہ و محمد الاصغر و یحیٰی و عون و عمر و محمد الاوسط علیہم السلام."

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد اوّل، ص ۵۹۰، مع ترجمۃ المناقب فارسی، طبع جدید تبریز طہران)

چہارم:

سیّد جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی تصنیف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب الفصل الخامس میں تحریر کیا ہے۔

" ذکر عقب عمر رضی اللہ عنہ الاطرف بن امیر المؤمنین علیہ السلام امّہ الصہباء الثعلبیّۃ ... من سبی الیمامۃ ... الخ

(عمدۃ الطالب، ص ۳۶۱، الفصل الخامس، مطبوعہ نجف اشرف عراق، طبع جدید، مطبع حیدریہ)

پنجم:

گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ/۱۱۱۰ھ) نے اپنی معتبر کتاب ''جلاء العیون'' فارسی باب عدد شہداء اہل البیت (جو عاشوراء کے روز شہید ہوئے تھے) میں لکھا ہے کہ:

''نو نفر از فرزندان امیر المؤمنین ۔ حضرت سیّد الشہداء، وعباس و پسر او محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبداللہ اصغر و محمد اصغر پسرانِ امیر المؤمنین علیہ السلام ۔ الخ

(جلاء العیون، ص۴۶۴، ۴۶۵۔ فارسی ملا باقر، تحت ذکر شہداء کربلا از امیر المومنین، طبع تہران، سن طباعت ۱۳۳۴ھ)

ششم:

کتاب منتہی الآمال (از علامہ شیخ عباس القمی مجتہد صدی چہاردہم) فصل ششم میں امیر المؤمنین علی ﷛ کی اولاد کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''۔۔۔عمر و رقیہ کبریٰ ست کہ ہر دو تن تو اُم از مادر متولد شدند و مادر ایشاں اُمِ حبیب دختر ربیعہ است ۔۔۔ الخ

(اہل علم پر واضح رہے کہ اسی اُمِ حبیب کو الصہباء الثعلبیہ بھی کہتے ہیں)۔

(منتہی الآمال، ص۱۹۲۔۱۸۷۔ ج۱، تحتی خورد، فصل مذکور)

ہفتم:

شیخ عباس قمی چودھویں صدی کے مجتہد مذکور نے اپنی کتاب ''تحفۃ الاحباب'' میں حضرت علی المرتضیٰ ﷛ کے اس صاحبزادہ کا تذکرہ لکھا ہے:

"عمر بن علی بن ابی طالب کنیت اش ابوالقاسم مادرش صہباء است و
با رقیہ توأم بدنیا آمدہ و آنجناب بفصاحتِ زبان و سماحتِ طبع
معروف بود ۔۔۔۔و او آخر کس ست از پسرانِ امیر المؤمنین کہ و
فات کردہ ۔۔۔۔الخ

(تحفۃ الاحباب، ص ۲۵۱۔۲۵۲۔تحت عمر بن علی)

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی پسندیدہ نام: عمر رضی اللہ عنہ

اوّل:

شیعہ کے معتبر مورخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور تیسرے لڑکے کا نام عُمر ہے۔

عبارت یعقوبی یہ ہے:

"...... و کان للحسن من الولد ثمانیة ذکورٍ و هم
الحسن بن الحسن (المثنّٰی) و امّهٗ خولة بنت منظور
الفزاریة . و زید بن الحسن و امّه ام بشر بنت ابی
مسعود الانصاری الخزرجی . و عمرو و القاسم و
ابوبکر و عبدالرحمٰن لامهات اولاد شتّٰی و طلحة و
عبید اللّٰه ."

(تاریخ یعقوبی، جلد ثانی، ص ۲۲۸، طبع جدید بیروت، ذکر اولاد امام حسن بن علی بن ابی طالب)

دوم:

شیخ مفید نے اور اسی طرح شیعہ فاضل اربلی نے "کشف الغمہ فی معرفۃ

الائمہ" میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں حضرت حسن (مثنّٰی) بن امام حسن کے حالات کے لیے الگ فصل قائم کیا ہے۔ وہاں امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن درج کیا ہے۔ اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی لکھا ہے۔

(۱) ارشاد شیخ مفید، ص ۱۷۶، باب ذکر ولد الحسن بن علی علیہم السلام۔

(۲) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۵۸۔ طبع تبریزی ایرانی بمع ترجمۃ المناقب فارسی

سوم:

اور سیّد جمال الدین ابن عنبہ شیعہ بزرگ نے اپنی کتاب عمدۃ المطالب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں زید۔ حسن مثنّٰی ۔ عبداللہ (اس کی کنیت ابوبکر ہے) وعمر وغیرہ ذکر کیے ہیں۔

(عمدۃ المطالب فی أنساب آلِ ابی طالب، ص ۸۱، بیان اولاد امام حسن، طبع مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق)

چہارم:

شیعہ حضرات کے مسلّم رہنما ملّا باقر مجلسی نے "جلاء العیون" میں اہلِ بیت کے شہداء کربلا کی تعداد ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

"............ و چہار نفر از فرزندانِ امام حسن ابوبکر و عبداللہ و قاسم و بشر و بعضی بجائے بشر عمر گفتہ اند۔

و از فرزندانِ امام حسین رضی اللہ عنہ آنچہ مشہور است علی اکبر و عبداللہ کہ در کنار حضرت شہید شُد و بعضی ابراہیم و محمد و حمزہ و علی دیگر و جعفر و عمر و زید گفتہ اند۔"

(کتاب "جلاء العیون" فارسی ملّا باقر مجلسی، ص ۴۶۴۔۴۶۵، باب در بیان عدد شہداء اہل البیت کہ در روز عاشورہ شہید شدند۔)

پنجم:

شیخ عباس قمی مجتہد صدی چہاردہم نے اپنی مشہور کتاب منتہی الآمال باب چہارم، فصل ششم امام حسن کی اولاد کے ذکر میں درج کیا ہے کہ

"۔۔۔۔عمر بن الحسن و دو برادر اعیانی او قاسم و عبداللہ و مادر ایشاں ام ولد ست۔۔۔۔الخ"

(منتہی الآمال، ج۱، ص۲۴۰۔ باب مذکور و فصل مذکور۔ طبع تہران، تختی خورد)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں عمر نام پسندیدہ

اوّل:

اصول کافی کتاب الحجۃ باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ میں محمد یعقوب کلینی رازی نے ایک تعزیت کا واقعہ درج کیا ہے۔ اس میں عمر بن علی بن الحسین کا ذکر موجود ہے۔ عبارت ذیل ملاحظہ فرما کر تسلّی کر لیں۔

عن عبد اللّٰہ بن ابراھیم بن محمد الجعفریِ قال اتینا خدیجۃ بنت عمر بن علیّ بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السّلام نعذیھا بابن بنتھا فوجدنا عندھا موسٰی بن عبد اللّٰہ بن الحسن فاذا ھی فی ناحیۃ قریبًا من النساء فعزّیناھا .... الخ

(اصول کافی، کتاب الحجۃ، ص۲۲۵۔ طبع لکھنؤ نول کشور، باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ)

یعنی عبداللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عُمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی

دوہتے کی تعزیت کرنے کے لیے آئے۔ خدیجہ کے پاس عبداللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے۔ اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں بیٹھی تھیں، اس وقت ہم نے تعزیت کی۔۔۔ الخ"

دوم:

"ارشاد شیخ مفید" میں باب ذکر ولد علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہا السلام میں پندرہ عدد اولاد ذکر کی ہے۔ محمد باقر، عبداللہ، الحسن والحسین، وزید و عمر والحسین الاصغر وعبدالرحمٰن وسلیمان وعلی۔۔۔ الخ"

یعنی یہاں چھٹے نمبر پر عمر کا نام مذکور ہے۔ اس کے بعد لڑکیاں درج کی ہیں۔

(ارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۴۔ باب اولاد زین العابدین، طبع جدید تہران، سن طباعت ۱۳۷۷ھ)

سوم:

علی بن عیسیٰ فاضل اربلی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۴ بمع ترجمۃ المناقب فارسی، باب ذکر ولد علی بن الحسین علیہم السّلام میں زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد شمار کی ہے، وہاں پہلے نمبر پر محمد باقر، دوسرے نمبر پر زید، تیسرے نمبر پر "عمر" ہے۔ (زید اور عمر دونوں کی ماں اُم ولد ہے)

چہارم:

عمدۃ المطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں زین العابدین کی اولاد میں ص ۱۹۴ آخر الفصل الثانی اور ص ۳۰۵۔ المقصد الرابع میں عمر بن زین العابدین کا ذکر خیر موجود ہے۔

(عمدۃ المطالب، ص ۱۹۴۔ ۳۰۵۔ طبع حیدریہ، نجف اشرف عراق)

پنجم:

چودھویں صدی کے مشہور و معروف مجتہد شیخ عبّاس قمی نے اپنی معتبر و مستند کتاب منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل ہفتم میں امام زین العابدین کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ:

”۔۔۔۔۔زید و عمر از ام ولد دیگر۔۔۔الخ“

یعنی زین العابدین رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے زید و عمر اُمّ ولد سے تھے۔الخ

(کتاب منتہی الآمال، ج۲، ص۴۳، ۴۵، ۴۶۔ ذکر اولاد زین العابدین)

ششم:

اور شیخ عباس قمی موصوف نے اپنی تصنیف ”تحفۃ الاحباب“ میں عُمر نامی اسماء کے تحت زین العابدین کے لڑکے عمر الاشرف کا ذکرِ خیر کیا ہے۔اور بڑی مدح و ثناء کے ساتھ تذکرہ لکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ ”(عُمر) از فضلائے تابعین و جلیل القدر صاحبِ ورع و والی صدقاتِ پیغمبر و امیر المؤمنین بودہ۔۔۔الخ“

(تحفۃ الاحباب، ص۲۵۷۔ تحت اسماء عُمر۔ طبع طہران)

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بنت فاروق سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں:

منتخب التواریخ میں ہے کہ:

حفصہ دختر عمر بن الخطاب بود و مادر حفصہ و عبداللہ بن عمر و عبدالرحمٰن بن عمر زینب بنت مظعون خواہر جناب عثمان بن مظعون بود پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) او را در سال سوم از ہجرت در مدینہ تزویج فرمود و قبل از حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حفصہ زوجہ خنیس بن عبداللہ بن السہمی بود

وحفصہ در سنہ چہل و پنج ہجری در مدینہ طیبہ از دنیا رفت۔

"حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت حفصہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہم کی والدہ زینب بنت مظعون تھیں، جو کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ میں ان سے نکاح فرمایا۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حنیس بن عبداللہ بن سہی کی بیوی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ طیبہ میں ۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔

(منتخب التواریخ، فارسی، ص۲۴، ۲۵، مطبوعہ ایران)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رشتہ دینے والا یعنی سُسر اور رشتہ لینے والا یعنی داماد جنتی ہیں۔

مکتبِ فکر شیعہ کی تفسیر لوامع التنزیل میں ہے کہ

مرویہ شیعہ وسنی است کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود مَنْ زَوَّجَنِیْ وَ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّةِ اَحَدٌ لَا یَدْخُلُ النَّارَ لِاَنِّیْ سَئَلْتُ اللّٰہَ عَنْہُ وَ وَعَدَنِیْ بِذٰلِکَ .

ترجمہ: میری امت میں سے جس نے مجھ سے شادی کی اور جس کو مجھ سے شادی ملی، وہ دوزخ میں نہ جائے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے میں نے عرض کیا تھا، تو اُس نے مجھ سے وعدہ فرما لیا ہے۔

(لوامع التنزیل، ص ۲۷۶، جلد دوم، مطبوعہ لاہور)

اِسی تفسیر کے اِس حدیث کے سلسلہ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ

"در حدیث نبوی ہر کہ بمن دختر بدہد یا از من دختر بگیرد او بجہنم نمیرود۔

حدیث نبوی ﷺ کا بیان ہے کہ جس کسی نے مجھے لڑکی دی یا مجھ سے لڑکی کی۔ وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

فضائل خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

میں حضور ﷺ کے بغیر کیسے طواف کر سکتا ہوں

فجلس سهيل بن عمرو عند رسول الله ﷺ و حبس عثمان في عسكر المشركين و بايع رسول الله ﷺ و ضرب باحدٰی يديه علي الاخرٰى بعثمان و قال المسلمون طوبٰى لعثمان قد طاف بالبيت و سعٰى من الصّفا و المروة و احلّ قال رسول اللّٰه ما كان ليفعل فلمّا جاء عثمان قال له رسول اللّٰه ﷺ اطفت بالبيت فقال ما كنت لاطوف بالبيت و رسول اللّٰه ﷺ لم يطُف.

(فروع کافی جلد نمبر ۸ کتاب الروضہ باب صلح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: (مشرکین کا سفیر) سہیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے دربار میں بیٹھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرکین کے لشکر میں قیدی بنا لیے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غائبانہ بیعت فرمائی۔ مسلمانوں نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہی جس نے طواف کعبہ کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی اور محل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ نے

ایسا نہیں کیا ہوگا ۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کیا تو نے طواف بیت اللہ کیا۔ کہنے لگے۔ میں کس طرح طواف کر سکتا ہوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کے بغیر میں نے طواف نہیں کیا:

و بروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان رضی اللہ عنہ را حبس کردند۔ وخبر بہ حضرت رسیدند کہ اورا کشتند۔ حضرت فرمود ۔ کہ ازیں جا حرکت نمیکنم تا ایشاں قتال کنم۔ و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمایم و برگشت و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ داد و صحابہ بہ آنحضرت بیعت کردند۔ کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یکدست خود را بردست دیگر زد رو برائے عثمان رضی اللہ عنہ بیعت گرفت کہ چوں بیعت را بشکنند ۔ کناہش عظیم تر و عقابش شدید تر باشد۔ پس مسلمانان گفتند خوشا حال عثمان رضی اللہ عنہ کہ طواف کرد وسعی میان صفا و مروہ کرد و محل شد۔ حضرت فرمود۔ نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم۔

(حیات القلوب، جلد دوم، ص ۶۱۷۔ مطبوعہ نولکشور، باب سی وہشتم در بیان غزوہ حدیبیہ)

ترجمہ: طبرسی کی روایت کے مطابق جب مشرکین نے حضرت عثمان کو قید کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ کہ مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم مشرکین کے ساتھ لڑائی کیے بغیر یہاں سے حرکت نہیں کریں گے۔ ہم لوگوں کو

بیعت کرنے کا کہتے ہیں۔ آپ لوٹے اور پشت انور ایک درخت کے ساتھ لگا دی۔ اور صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے بیعت کی کہ ہم مشرکین کے ساتھ جہاد کریں گے۔ اور بھاگیں گے نہیں۔ ''کلینی'' کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی تاکہ اس بیعت کے توڑنے اور چھوڑنے پر بہت بڑا گناہ اور سخت سزا ہو۔ مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں کہ طواف بھی کیا اور صفاو مروہ کی سعی کرنے کے بعد مُحل بھی ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: عثمان! کیا طواف کیا ہے؟ کہنے لگے: جب آپ نے طواف نہیں کیا تو میں نے بھی طواف نہیں کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہیں۔

ان الناس و راءٖ و قد استسفرونی بینک و بینھم واللّٰہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئًا تجھلہ و لا ادلّک علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم ما سبقتنا لہ الٰی شیء فنخبرک عنہ و لا خلونا بشیء فنبلّغکم و قد رایت کما راینا و سمعت کما سمعنا و صحبت رسول اللّٰہ ﷺ کما صحبنا و ما ابن ابی قحافۃ و

لاابن الخطاب اولٰی بعمل الحق منک و انت اقرب الٰی رسول اللّٰہ ﷺ و شیجۃ رحم منھما و نلت من صھرہٖ ما لم ینالا۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱٦۴۔ ص ۲۳۴۔ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثالث کے عہد میں کھلم کھلا شرع کی مخالفت ہونے لگی۔ تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے۔ اور خلیفہ صاحب کی ان ناپسندیدہ حرکات کی شکایت کی اور درخواست کی۔ کہ آپ ہی ان حضرات کو سمجھائیں۔ تو آپ خلیفہ صاحب کے پاس گئے اور فرمایا: "لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ اور مجھے اپنے اور تیرے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ تجھ سے کیا کہوں؟ میں اس چیز کو نہیں جانتا۔ جس سے تو جاہل ہو۔ میں کسی ایسے امر پر تجھے رہنمائی نہیں کرتا۔ جسے تو نہ پہچانتا ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہی تو بھی جانتا ہے۔ ہم نے کسی چیز میں تجھ پر سبقت نہیں کی۔ جس سے تجھے خبردار کریں۔ ہم تجھ سے کسی امر میں جدا نہیں جو اسے تجھ تک پہنچائیں۔ بے شک جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ وہی تو نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہی تو نے بھی سنا ہے۔ جیسا ہم نے رسول کی مصاحبت کی ہے ویسی ہی تو نے بھی کی ہے۔ ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ عمل حق میں تجھ سے افضل اور اولٰی نہیں۔ تو رسول اللہ سے از روئے وصلت خویشی بہ نسبت ان دونوں کے قریب تر ہے۔ تو دامادی پیغمبر کی اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ جس تک یہ دونوں نہیں پہنچے۔ (نیرنگ فصاحت۔ ص ۲۳٦)

ہر روز آسمانوں سے ندا آتی ہے خبردار! عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کامیاب وکامران ہیں۔

عن محمد بن علیّ الحلبی قال سمعتُ ابا عبداللّٰه علیه السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنّداء من المحتوم قلت کیف النّداء قال ینادی مناد من السماء اوّل النهار الا انّ علیًا و شیعته هم الفائزون قال ینادی منادٍ اٰخر النّهار الا ان عثمان و شیعته هم الفائزون.

(فروع کافی، جلد ۸، کتاب الروضہ، ص ۳۱۰۔ طبع جدید مطبوعہ تہران، باب علامات قیام القائم)

ترجمہ: محمد بن علی الحلبی سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ امام صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے ہیں۔ بنی عباس کا اختلاف بھی یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ میں نے پوچھا۔ ندا کیسی ہے؟ کہنے لگے۔ ایک آواز دینے والا دن کے شروع ہوتے آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ آگاہ رہو۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ اوران کے پیروہی کامیاب ہیں۔ پھر کہا۔ کہ دن کے آخر وقت بھی ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ خبردار! عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین ہی کامیاب وکامران ہیں۔

مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کے نکاح، حق مہر اور جہیز کا انتظام وانصرام

قال علیٌ رضی اللہ عنہ فاقبل رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا الحسن انطلق الاٰن فبع درعک واْتنی بثمنه حتّٰی

اهیٔ لک ولابنتی فاطمة ما یصلحکما قال علیّ فانطلقت و بعته باربع مائة درهم سود هجریّة من عثمان بن عفان فلمّا قبضت الدراهم منه و قبض الدرع منی قال یا ابا الحسن لست اولٰی بالدّرع منک و انت اولٰی بالدراهم منّی؟ فقلت بلٰی قال فان الدّرع هدیة منی الیک فاخذت الدّرع و الدّراهم و اقبلت الٰی رسول اللّٰه ﷺ فطرحت الدّرع و الدّراهم بین یدیه و اخبرته بما کان من امر عثمان فدعا له بخیر و قبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبضة من الدراهم و دعا بابی بکر فدفعها الیه و قال یا ابابکرٍ اشتر بهذه الدراهم لابنتی ما یصلح لها فی بیتها و بعث معه سلمان الفارسیّ و بلالًا لیعیناه علی حمل ما یشتریه.

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد اوّل، ص ۳۵۹، مطبوعہ تبریز طبع جدید باب تزویج فاطمۃ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا۔ اے ابوالحسن! ابھی جاؤ اور اپنی زرہ بیچ کر جو قیمت ملے۔ میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں اس سے تمہارے لیے اور اپنی بیٹی کے لیے شادی کا ضروری سامان تیار کروں۔ میں گیا۔ اور چار سو درہم کے بدلے وہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ جب میں نے قیمت وصول کر لی۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے زرّہ پر قبضہ کر لیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے ابوالحسن! میں اس

زرہ کا تم سے زیادہ مستحق نہیں۔ اور تم ان دراہم کے مجھ سے زیادہ مستحق ہو۔ تو میں نے کہا: ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں یہ زرہ تمہیں بطور ہدیہ دیتا ہوں۔ میں نے درہم اور زرہ دونوں لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ درہم اور زرہ آپ کے سامنے رکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے مٹھی بھر درہم لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں دے دیئے۔ اور فرمایا اے ابوبکر! ان دراہم سے میری بیٹی کے لیے گھر کا ضروری سامان خرید لاؤ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ نے سلمان فارسی اور بلال رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا۔ تاکہ اس سامان کو اٹھانے میں یہ دونوں ابوبکر صدیق کی مدد کریں۔

بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود سرکار نے بدر کا حصہ دیا۔

عثمان بن عفان تخلّف عن بدرٍ لمرض رقية بنت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فضرب له بسمعه فقال يا رسول اللّٰه و اجرى؟ قال و اجرک الخ

(۱۔ التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵، طبع مصر قاہرہ، تحت السنۃ الثانیۃ)

(۲۔ اعلام الوریٰ مصنفہ فضل ابن حسن طبرسی، ص ۱۴۸

ذکر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واولادہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضور ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے مال غنائم میں

سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا غزوہ میں شرکت کا اجر و ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا۔ اجر و ثواب بھی ملے گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شاہ فارس کی دو لڑکیوں میں سے ایک امام حسن رضی اللہ عنہ اور ایک امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیں۔

عن سُهيل بن القاسم اليوشجاني قال قال لي الرّضا بخراسان ان بيننا و بينكم نسبًا قلتُ و ما هوَ؟ ايُّها الامير قال انّ عبد اللّٰه بن عامر بن كريز لمّا افتتح خراسان اصاب ابنتين ليزدجرد ابن شهريار ملك الاعاجم فبعث بهما الٰى عثمان بن عفّان فوهب احداهما للحسن و الاخرٰى للحسين فما تتاعندهما نفساوين و كانت صاحبة الحسين نفست بعليّ بن الحسين عليهما السلام . الخ

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص ۸۰، ج ۳ من فضل النساء باب السین والشین، تحت شہربانو مطبوعہ تہران، آخر جلد ثالث)

ترجمہ: سہیل بن قاسم بوشجانی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضا نے خراسان میں بتایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سی تو علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ امیر فوج جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو

لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں۔ ان دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ تو انہوں نے ایک لڑکی امام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔ یہ دونوں صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہوئیں۔ امام حسین کی زوجہ کے بطن سے علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے۔

جو شخص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان درازی کرے، اللہ کی اس پر تا قیامت لعنت ہو۔

قال ابن عباس رحم اللّٰه ابا عمرو و کان واللّٰه اکرم الحفدة و افضل البررة هجّادًا بالاسحار کثیر الدّموع عند ذکر النار نهّاضًا عند کل مکرمة سبّاقا الٰی کل منحة حیّیًا ابیًا و فیًا صاحب جیش العسرة ختن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فاعقب اللّٰه علی من یلعنه لعنة اللّاعنین الٰی یوم الدّین.

(۱۔ تاریخ مسعودی، جلد سوم، ص ۵۱۔ مطبوعہ بیروت ذکر الصحابۃ و مدحم)

(۲۔ ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی، لسان الملک، کتاب نمبر ۲، جلد ۵، ص ۱۴۴۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ (ابوعمرو) پر اللہ رحمت نازل فرمائے۔ آپ اپنے خادموں اور غلاموں پر مہربان تھے۔ نیکی کرنے والوں میں افضل شب خیز و شب زندہ دار تھے۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت گریہ کرنے والے، عزت و وقار کے امور میں کھڑے ہونے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد

تھے۔ جو شخص عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان لعن وطعن دراز کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرے۔ سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کے برابر۔

بناتِ رسول اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شرفِ دامادی

عظیم مؤرخ اور مشہور شیعہ عالم مسعودی (المتوفٰی ۳۴۶ھ) نے اپنی تصنیف "مروج الذہب" جلد دوم میں حضور علیہ السلام کی اولاد شریف کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ:

"و کل اولادہٖ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم من خدیجۃ خلا ابراھیم، وللہ لہ ﷺ القاسم و بہٖ کان یکنّٰی و کان اکبر بنیہ سنًّا و رقیّتہ و ام کلثوم و کانتا تحت عتبۃ و عتیبۃ ابنی ابی لھب (عمہ) فطلقا ھما لخبر یطول ذکرہٗ فتزوجھما عثمان بن عفان واحدۃً بعد واحدۃٍ .. .. الخ

(مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی، ج۲، ص ۲۹۸، طبع خامس، سن طباعت ۱۹۶۷ء/۱۳۸۷ھ)

یعنی صاحبزادہ ابراہیم کے علاوہ نبی مقدس ﷺ کی باقی تمام اولاد خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادۂ گرامی حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ـــ جو تمام صاحبزادگان سے بڑے تھے اور جن کے نام پر آپ کی کنیت مشہور ہے ـ اور حضور ﷺ کی صاحبزادیاں رقیہ اور امّ کلثوم آپ ﷺ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو طلاق

دے دی۔ اس واقعہ کا ذکر طویل ہے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے ان دونوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔۔۔۔الخ

(مروج الذہب، ج۲، ص ۲۹۸)

ملا باقر مجلسی نے ''حیات القلوب'' جلد دوم، باب پنجاہ و یکم میں تحریر کیا ہے:

''و ابن بابویہ بسند معتبر آں حضرت روایت کردہ ست کہ از برائے حضرت رسول متولد شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود و امّ کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ۔ و حضرت امیر المؤمنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابوالعاص بن ربیع و او مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان امّ کلثوم را تزویج نمود۔۔۔۔ برحمتِ الٰہی واصل شد) پس چوں بجنگ بدر رفتند، حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ را با تزویج نمود۔''

(''حیات القلوب'' ملا باقر مجلسی، جلد دوم، باب ۵۱، ص ۷۱۸، طبع نول کشور لکھنؤ)

(۴)

فاضل شیخ عباس القمی نے اپنی کتاب (منتہی الآمال، جلد اول فصل ہشتم، دربیان احوال اولاد امجاد آنحضرت) میں لکھا ہے کہ:

''در قرب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ ست کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شد طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ و تزویج نمود فاطمہ رضی اللہ عنہا را آنحضرت امیر المومنین علیہ السلام و زینب را بابی العاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود و ام کلثوم را بعثمان بن عفان پیش از انکہ بخانہ عثمان رضی اللہ عنہ برود برحمت الٰہی

واصل شد و بعد از و حضرت رقیہ را با تزویج نمود۔"

(۱) منتہی الآمال، شیخ عباس قمی، ج ا، ص ۱۰۸، فصل ہشتم در بیان احوال اولاد۔
(۲) تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی، ج ۳، ص ۷۳، ۷۴
من فصل النساء، آخر جلد ثالث، باب الہمزہ۔

"حیات القلوب"، "منتہی الآمال" وغیرہ کی عبارات کا حاصل یہ ہے:
حضور نبی کریم ﷺ کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے مندرجہ ذیل اولاد شریف ہوئی۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ (جن کو عبداللہ کہتے ہیں) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب و فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کیا گیا جو بنی امیہ میں سے تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ پھر وہ فوت ہو گئیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنی دختر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

فرمان مولا علی رضی اللہ عنہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! حضور ﷺ کے داماد ہونے کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بنسبت زیادہ قریب ہیں

شیعہ حضرات کی مشہور و معروف کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام مذکور ہے۔ باغیوں نے محاصرہ کر کے جب شدت و تنگی پیدا کر دی، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسب موقع گفتگو فرمائی۔ اس کلام کے دوران مندرجہ ذیل کلمات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے ادا کیے۔ فرمایا کہ:

واللّٰہ مـاادری مـااقـول لک مـااعـرف شیـئًا تجمله
ولاادلک عـلـیٰ امـر لاتـعـرفـه ماسبقناک الی شیئٍ
فـنـخبـرک عـنـه ولاخلونا بشیءٍ فنبلغکه وقد رأیت
کـمـارأینـاوسمعت کماسمعنا و صحبت رسول الله
ﷺ کـمـاصبـحنا ومااِبن ابی قحافة ولاابن الخطاب
اولـیٰ بـعـمـل الـحـق مـنـک وانـت اقرب الیٰ رسول
الله ﷺ وشیـخة رحـمٍ مـنهـما ونلت من صهره مالم
ینالاً۔"

(نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۰۳، ص ۳۲۲۔ طبع مصری۔ من کلام له علیه السلام لعثمان عند مارسله القائمون علیه۔ الخ)

"یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں ہورہا کہ آپ سے کیا کہوں؟ (کیونکہ) میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں اور نہ میں آپ کی کسی چیز کی طرف رہنمائی کرسکتا ہوں جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ کسی معاملہ میں آپ سے میں سبقت نہیں رکھتا جس کی آپ کو خبر دوں اور نہ خلوت میں مَیں نے کوئی چیز حاصل کی جو آپ تک پہنچاؤں۔ اور آپ نے رسولِ خدا ﷺ کا دیدار حاصل کیا جس طرح ہم نے زیارت کی۔ اور آپ نے بھی (نبی کریم ﷺ) سے اسی طرح سنا جس طرح ہم نے سنا۔ اور حضور علیہ السلام کے آپ بھی ہم نشین تھے جیسا کہ ہم ہمنشین تھے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ابی قحافہ وعمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب حق بات پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حقدار نہیں تھے

اور اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نسبتی قرابت میں ان دونوں (ابوبکر وعمر) سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی کا شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔"

(نہج البلاغہ بمقام مذکور)

نہج البلاغہ کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں سید عثمان علی نقی فیض الاسلام نے اپنی شرح فارسی میں لکھا ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا) کہ:

"۔۔۔۔۔تو از جہت خویشی برسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ از انہا نزدیک تی (یعنی خویشاندی عثمان رضی اللہ عنہ از ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک تراست) وبدامادی پیغمبر مرتبہ یافتی کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نیافتند۔"

(شرح نہج البلاغہ فارسی، ج ۳، ص ۵۱۹، طبع طہران)

اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دیتا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔"

(شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۴۶۰۔ لابن ابی حدید)

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مخلصانہ امانت

ساتویں صدی ہجری کے شیعہ عالم علی بن عیسیٰ الاربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول (ذکر تزویج علی بفاطمہ) میں اور مجلسی نے ''بحارالانوار'' میں اس واقعہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی زرہ بیچ ڈالیے۔

قال علی فانطلقت وبعته باربع مائة دراهم (سود هجرية) من عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فلماقبضت الدراهم منه وقبض الدرع منی قال یااباالحسن الست اولیٰ بالدرع منک؟ وانت اولیٰ بالدارهم منی؟ فقلت بلیٰ! قال فان الدرع هدية منی اليک. فاخذت الدارهم والدرع والدارهم بين يديه واخبرته بماكان من امر عثمان فدعاله بالخير.

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ الاربلی جلد اول ذکر تزویج علی بفاطمہ، ج۱، ص ۴۸۵ مع ترجمۃ المناقب فارسی۔ طبع جدید طہران

(۲) بحارالانوار ملا باقر مجلسی، ص ۳۹۔۴۰، جلد عاشر، باب تزویج فاطمہ بعلی

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (حسب ہدایت نبوی) میں نے جا کر اپنی زرہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو چار صد درہم کے عوض میں فروخت کردی۔ جب درہم میں نے وصول کر لیے اور زرہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لے لی تو اس کے بعد عثمان فرمانے لگے کہ اے ابن ابی طالب! زرہ اب میری ہو چکی اور دراہم آپ کے ہو چکے؟ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ یہ زرہ آپ کو میری طرف سے بطور ہدیہ وتحفہ پیش خدمت ہے۔تو میں نے دراہم اورزرہ دونوں چیزیں سرورکائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں لاکر حاضر کردیں اورعثمان رضی اللہ عنہ کا میرے ساتھ یہ حسن معاملہ بھی بیان کیا تو سردار دوجہان ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نظر میں

فروع کافی کتاب الروضۃ میں شیعہ فاضل کلینی رازی نے سید جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت باسند نقل کی ہے اس میں نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جو واقعات پیش آئے ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمات جلیلہ درج کی ہیں،فرماتے ہیں:

قال (ابوعبداللّٰہ) فارسل الیہ(عثمان بن عفان)رسول اللہ ﷺ فقال انطلق الی قومک من المؤمنین فبشرھم بماوعدنی ربی من فتح مکۃ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخرا من السرج فتحمل عثمان بین یدیہ ودخل عثمان فاعلمھم وکانت المناوشۃ فجلس سھیل بن عمرو عند رسول اللّٰہ ﷺ وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللّٰہ ﷺ المسلمین وطوبیٰ لعثمان قدطاف بالبیت وسعیٰ بین الصفا والمروۃ واحل فقال رسول اللّٰہ ﷺ ماکان لیفعل فلماجاء عثمان قال لہ رسول

الله ﷺ اطفت بالبیت؟فقال ما کنت لاطوف بالبیت
ورسول الله ﷺ صلعم لم یطف.

(فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ، ج۳، ص۱۵۱۔ طبع نول کشور لکھنؤ
حالات غزوہ حدیبیہ۔ وطبع جدید طہرانی ج۶، ص۳۲۸)

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد دوم، باب سی و ہشتم (۳۸) میں "غزوہ حدیبیہ" کے حالات کے تحت مندرجہ واقعات کو بعبارت ذیل بیان کیا ہے۔

"کلینی بسند حسن کا لصحیح از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است چوں حضرت رسول ﷺ بغزوہ حدیبیہ درماہ ذیقعدہ بیرون رفت ـ ـ ـ ـ پس حضرت رسول کریم ﷺ بنزد عثمان رضی اللہ عنہ رستاد کہ برو بسوئے قوم خود از مومناں وبشارت دہ ایشانرا بآنچہ وعدہ دادہ است مراخدا از فتح مکہ۔ چوں عثمان رضی اللہ عنہ روانہ شد ابان بن سعید رادرراہ دید پس ابان اززین برجست ودرعقب زین نشست واورا برروئے زمین سوار کرد پس عثمان داخل شد ورسالۃ حضرت را رسانید وایشاں مہیائے جنگ بودند پس سہیل نزد حضرت رسول ﷺ نشست وعثمان رضی اللہ عنہ نزد مشرکاں وحضرت دراں وقت از مسلماناں بیعت رضوان گرفت وبروایت شیخ طبرسی چو مشرکاں عثمان راحبس کردند وخبر بحضرت رسید کہ اورا کشتند حضرت مرمود کہ ازیں جا حرکت نمی کنم تا بایشاں قتال کنم ومردم رابسوئے بیعت دعوت نمائم وبرخاست وپشت مبارکہ بدرخت داد وتکیہ کرد وصحابہ باآنحضرت بیعت کردند کہ بامشرکاں جہاد کنند ونگریز ندوبروایت کلینی حضرت یکدست خود را بردست دیگر زد وبرائے عثمان رضی اللہ عنہ بیعت گرفت ـ ـ

۔۔۔۔پس مسلماناں گفتند کہ خوشا حال عثمان رضی اللہ عنہ کہ طواف کعبہ کرد وسعی میان صفا ومروہ کرد ومحل شد، حضرت فرمود کہ نخواہد کرد چوں عثمان رضی اللہ عنہ آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی؟ گفت چوں تو طواف نہ کردہ بودی من نہ کردم۔"

(حیات القلوب از ملا باقر بن محمد تقی جلد دوم، باب سی وہشتم در بیان غزوہ حدیبیہ، ج ۲، ص ۴۸۹۔۴۹۰۔ طبع نول کشور لکھنو)

مندرجہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوا کر فرمایا کہ مکہ میں اپنی قوم کی طرف جایئے ان کو خوشخبری دیجئے کہ اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے کہ مکہ فتح ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ چل پڑے راستہ میں ایک شخص ابان بن سعید ملا۔ وہ (حضرت عثمان کے احترام میں) سواری کی زین سے متاخر ہو گیا اور عثمان بن عفان کو اپنے آگے زین پر سوار کر لیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں مشرکین کے پاں پہنچے۔ اہل مکہ کو نبی کریم ﷺ کا پیغام سنایا اور مقصد سے آگاہ کیا۔ وہ لوگ جنگ کے لیے تیار تھے۔

اور مشرکین کا فرستادہ آدمی (سہیل بن عمرو) نبی کریم ﷺ کے پاس آ پہنچا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے ہاں پہنچ گئے (اس دوران میں مسلمانوں کے ہاں خبر پہنچی کہ مشرکوں نے عثمان کو شہید کر دیا ہے تو اس چیز پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک ہم ان سے قتال کر کے بدلہ نہ لے لیں)

پس آپ ایک درخت کی طرف پشت لگا کر بیٹھ گئے اور سب

حاضرین صحابہ نے (اس مقصد پر) بیعت کی ۔اور حضرت ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ لے کر دوسرے ہاتھ پر لگایا۔یہ عثمان کے لیے بیعت قرار دی۔(اس کے بعد خبر ملی کہ عثمان قتل نہیں ہوئے زندہ ہیں) تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کو بڑی سعادت نصیب ہوئی کہ کعبہ کا طواف کیا ہوگا، صفا و مروہ میں سعی کی ہوگی، پھر احرام کھولا ہوگا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا ''تم نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا؟'' توانہوں نے عرض کیا کہ خدا کے نبی ﷺ نے طواف نہ کیا ہو تو میں طواف نہیں کر سکتا تھا۔"

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں مالی حقوق کی ادائیگی اور آل رسول ﷺ کا احترام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد برادر عبداللہ بن عامر کریز فتح خراسان کی مہم پر گئے ہوئے تھے۔خراسان کو فتح کیا۔غنائم حاصل ہوئے۔اس علاقے کے بادشاہ یزد جرد کی دولڑکیاں مالِ غنیمت میں محبوس ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔پھر خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا۔یہ تمام واقعہ شیعہ علماء نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی زبانی درج کیا ہے۔ذیل میں ان کی معتبر کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔اس واقعہ میں مضمون بالا کی تائید ہے۔

کتاب تنقیح المقال میں ''شہربانو'' کے تحت لکھا ہے کہ:

"....عن سهيل بن القاسم البوشنجاني قال قال لي

الرضا بخراسان ان بيننا وبينكم نسباً قلت وماهو؟ايهما الامير اقال ان عبدالله بن عامر بن كريز لمافتح خراسان اصاب ابنتين ليزدجرد ابن شهريار ملک الاعاجم فبعث بهما الیٰ عثمان بن عفان فوهب احدهما للحسن والاخریٰ للحسین فماتتا عندهمانفساوین و کانت صاحبة الحسين نفست بعلي بن الحسين عليهما السلام .الخ

"یعنی سہیل بن قاسم بوشجانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضا علیہ السلام نے مجھے خراسان کے علاقہ میں فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسبی رشتہ ہے۔میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟تو علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن عامر نے (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف فوج کے امیر تھے)خراسان فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزد جرد بن شہریار کی دولڑکیاں اس کو ہاتھ لگیں،اس نے دونوں لڑکیوں کو حضرت عثمان کی خدمت میں روانہ کردیا۔پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بخش دی اور دوسری حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دے دی۔یہ دونوں لڑکیاں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ہاں صاحب اولاد ہوکر فوت ہوئیں۔اور جو لڑکی حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما (زین العابدین)متولد ہوئے۔"

تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص۸۰ ج۳ من فصل النساء،باب السین والشین۔تحت شہر بانو طبع طہران۔(آخر جلد ثالث)

ابن میثم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں بلی کانت فی ایدینا فدک الخ۔ متن کے ذیل میں ایک طویل بحث کی ہے۔ اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں۔ مقصد ثامن میں یہ روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فدک کے متعلق جو گفتگو ہوئی وہاں مذکور ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحعل منہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذالک وخذت العھد علیہ بہ وکان یاخذ غلتھافیدفع الیھم منھا مایکفیھم ثم فلعت الخلفاء بعدہ کذالک الخ۔

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، ج ۵، ص ۱۰۷۔ طبع جدید طہرانی۔ تحت مقصد ثامن، ذکر فدک

(۲) ''درۃ النجفیہ'' لابراہیم بن حاجی حسین، ص ۳۳۲۔ طبع قدیم ایران، ذکر فدک، تحت متن مذکور بلی کانت فی ایدینا فدک

''یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ آپ لوگوں کے مصارف فدک سے لے لیتے تھے اور باقی مال کو تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں لگا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر میں آپ کے حق میں وہی صورت جاری رکھوں گا جو آپ کے والد شریف ﷺ آپ کے حق میں جاری رکھتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس بات پر رضامند ہو گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس چیز پر پختہ عہد لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق فدک کی آمدنی کا غلہ لے کر آل نبی ﷺ کو دیتے تھے جتنا قدر ان کی ضرورت کو پورا کر سکے

اور کافی ہو جائے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلفاء (عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم) اسی طرح عمل کرتے رہے اور دیتے رہے۔"

شیعہ احباب کی دو معتبر کتابوں کے حوالہ کے بعد شیعہ کا ایک مزید حوالہ درج کرنا ضروری خیال کیا ہے اس وجہ سے کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ابن ابی الحدید نے ہر ایک خلیفہ کا الگ الگ نام تحریر کر کے یہ مضمون بیان کیا ہے۔

(۳)..... **كان ابوبكر ياخش غلتها ويدفع اليهم منها ما يكفيهم ويقسم الباقي وكان عمر كذالك ثم كان عثمان كذالك ثم كان علي كذالك الخ."**

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۱۱۔ طبع بیروت۔ باب ما فضل ابوبکر بفدک وما قالہ فی شانہا)

خلاصہ یہ ہے کہ فدک کی آمد کا غلہ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہوتا تھا اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔"

(۴)۔۔۔۔۔۔چودھویں صدی کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں یہی مسئلہ بالفاظ ذیل درج کیا ہے:

"۔۔۔۔۔خلاصہ ابوبکر غلہ وسود آں گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وہم بر آں اسلوب رفتار نمودند۔"

یعنی فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدر کفایت اہل بیت کو حضرت ابوبکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد والے خلفاء نے بھی اسی کے موافق عمل جاری رکھا۔"

(ترجمہ وشرح فارسی نہج البلاغہ۔ج ۵، ص ۹۶۰۔طبع طہرانی۔تحت عبارت بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما (ظلتہ السماء الخ)

حضرت مولیٰ علی کی اولاد میں عثمان پسندیدہ نام

(۵)۔۔۔۔۔احمد بن یعقوب (شیعہ) نے اپنی مشہور تاریخ یعقوبی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نرینہ اولاد ۱۴ نفر ذکر کی ہے۔ان میں عثمان نام دوبار ذکر کیا ہے۔

"......والعباس وجعفر قتلا بالطف وعثمان عبدالله امهم ام البنين بنت خرام الكلابيه ....وعثمان الاصغر ويحىٰ وامها اسماء بنت عميس الخثعميه .....الخ

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دو بھائی عباس اور جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔اور عثمان اور عبداللہ ان چاروں کی والدہ ام البنین بنت خرام الکلابیہ تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور عثمان الاصغر اور یحیٰ فرزندان علی رضی اللہ عنہ تھے۔ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ تھا۔

(تاریخ یعقوبی، ص ۲۱۳، جلد ثانی۔مطبوعہ بیروت از احمد بن یعقوب الکاتب العباسی (المتوفی ۲۵۸ھ) تحت ذکر اولاد علی)

(۶)۔۔۔ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبیین میں کربلا کے شہداء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کے نام الگ الگ درج کیے ہیں

جن کو شہادت نصیب ہوئی۔ان میں عثمان بن علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

"......وعثمان بن علي بن ابي طالب عليهم السلام وامه ام البنين....قتل عثمان بن علي وهو ابن احدىٰ وعشرين سنة .الخ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منجملہ صاحبزادوں میں سے ایک عثمان بن علی تھے۔ان کی والدہ کو ام البنین کہتے تھے۔اور عثمان جس وقت (کربلا میں) شہید ہوئے ان کی عمر اکیس برس تھی۔

(مقاتل الطالبین،ص ۳۳۔طبع قدیم ایران۔تحت شمار شہداء کربلا)

(۷)۔۔۔۔مشہور مؤرخ مسعودی نے اپنی تصنیف "التنبیہ والاشراف" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تحت ان کی اولاد شمار کی ہے۔وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گیارہ لڑکے درج کیے ہیں۔ان میں آٹھویں نمبر عثمان نامی لڑکے کا ذکر کیا ہے۔

(التنبیہ والاشراف للمسعودی،ص ۲۵۸۔تحت ذکر خلافت علی بن ابی طالب۔سن طباعت ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء)

(۸)۔۔۔۔اسی طرح مسعودی نے ایام یزید بن معاویہ کے تحت کربلا کے شہداء کے اسماء کی فہرست درج کی ہے۔وہاں تیسرے نمبر پر عثمان بن علی کا نام ذکر کیا ہے۔

".....وقتل معه من ولدابيه ستة وهم العباس وجعفر وعثمان ومحمدالاصغر وعبدالله وابوبكر .الخ

(التنبیہ والاشراف،ص ۲۶۳(للمسعودی) تحت ذکر شہداء کربلا)

"یعنی کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے والد کی اولاد میں

سے (بھائیوں میں سے) چھ بھائی شہید ہوئے تھے۔ان کے نام یہ ہیں۔عباس، جعفر، عثمان، محمد اصغر، عبداللہ اورابوبکر۔حاصل یہ ہے کہ ایک تو ثابت یہ ہوا کہ عثمان نامی حضرت علی کے صاحبزادے ہیں۔دوسرا یہ کہ وہ صاحبزادے (عثمان بن علی) اپنے بھائی حسین کی معیت میں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔اسلامی تاریخ میں ان کا نام شہداء کربلا میں درج ہے۔"

(۹)۔۔۔۔۔۔۔شیخ مفید نے اپنی کتاب" الارشاد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے نام لکھے ہیں۔ان میں عثمان نام مذکور ہے۔

"..... وعثمان وعبدالله الشهداء مع اخيهم حسين بطف امهم ام البنين الخ.

ترجمہ: حضرت علی کے بیٹے عثمان اور عبداللہ اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ان کی ماں کا نام ام البنین تھا۔

(الارشاد للشیخ المفید (محمد بن محمد بن نعمان الملقب بالمفید، ۲۶۷۔۱۶۸۔طبع جدید طہران تحت اولاد امیر المومنین)

(۱۰)۔۔۔۔فاخ: علی ابن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نرینہ اولاد چودہ بتائی ہے۔ان میں ساتویں نمبر پر عثمان بن علی کو شمار کیا ہے۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ بمعہ ترجمہ فارسی المناقب ص ۵۹۰، جلد اول۔طبع جدید ایران۔باب ذکر اولاد امیر المومین)

(۱۱)۔۔۔سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ نے اپنی کتاب "عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" کے فصل رابع اور خامس میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔

......امّہ (ام عباس) وام اخوتہ عثمان وجعفر و عبداللہ ام البنین فاطمۃ بنت حزام ابن خالد الخ.

ترجمہ: عباس ابن علی اوران کے بھائیوں عثمان، جعفر اور عبداللہ پسران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کو امّ البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد کہتے تھے۔

(عمدۃ الطالب، ص ۳۵۶ طبع نجف اشرف عراق الفصل الرابع فی ذکر عقب العباس بن امیر المومنین)

(۱۲)......گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی معتبر تصنیف "جلاء العیون" میں شہداء اہل بیت کی تعداد جو یوم عاشورا کو شہید ہوئے ذکر کی ہے، لکھتے ہیں۔

"......نونفر از فرزندان امیرالمومنین علیہ السلام حضرت سید الشہداء وعباس و پسراو محمد وعمر وعثمان وجعفر وابراہیم وعبداللہ الاصغر ومحمد الاصغر رضی اللہ عنہم الخ۔

ترجمہ: یوم عاشورہ میں امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے درج ذل نوافراد شہید ہوئے۔ایک حضرت حسین (سیدالشہداء) دوسرے عباس، تیسرے آپ کے فرزند محمد، چوتھے عمر، پانچویں عثمان، چھٹے جعفر، ساتویں ابراہیم، آٹھویں عبداللہ الاصغر اورنویں محمد الاصغر۔الخ

(جلاء العیون از محمد باقر مجلسی، ص ۴۶۴ طبع طہران تحت ذکر شہداء کربلا از اولاد علی المرتضی رضی اللہ عنہ)

محاصرہ کے وقت حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کئی بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور بلوائیوں کو ہٹایا

.... فقد حضر هو بنفسه مراراً وطرد الناس عنه او انفذ اليه ولديه وابن اخيه عبدالله .الخ

''یعنی (محاصرہ کے موقعہ پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں کئی بار خود حاضر ہوئے اور لوگوں کو دار عثمان سے ہٹایا اور اپنے لڑکوں اور بھتیجے عبداللہ بن جعفر کو ان کی معاونت کے لیے بھیجا۔''

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی، ج۱، ص۵۸۱، جزء عاشر۔طبع قدیم ایران)

..... وقد نهى على اهل مصر وغيرهم عن قتل عثمان قبل قتله مراراً ،نابذهم بيده ولسانه وباولاده فلم يغن شيئًا وتفاقم الامر حتىٰ قتل.الخ

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج۱۴، ص۱۶۱۔طبع قدیم ایرانی وطبع بیروتی ج۳، ص۴۴۹۔تحت متن از بالیعنی (القوم الذین بایعوا ابا بکر رضی اللہ عنہ)

''یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو) قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے کئی بار منع کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے ان کو ہٹایا اور اپنی زبان سے روکا۔اور اپنی اولاد شریف کے ذریعہ مدافعت کرائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور معاملہ عظیم ہوگیا۔حتیٰ کہ حضرت عثمان شہید کردیئے گئے۔''

۔۔۔۔۔شیعہ فاضل ابن میثم بحرانی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس مضمون کو بعبارت ذیل درج کیا ہے:

''......لم ينقل عن على فى امر عثمان الا انه لزم بيته

وانعـزل عـنه بعد ان دافع عنه طويلاً بيدهٗ ولسانه فلم يمكن الدفع.الخ

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، ج۳۱،ص۳۸۴۔طبع قدیم ایرانی وبعد جدید، ج۴،ص۳۵۴ طہرانی تحت عبارت نہج یامعاویہ ان نظرک بعقلک دون ھواک۔الخ)

"یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت ہی مدافعت کی کوشش کی، ہاتھ سے بھی، زبان سے بھی، لیکن جب کوئی صورت کارگر نہ ہوسکی تو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ الگ ہوکر گھر بیٹھ گئے۔"

علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے کہ

".....وخـرج بـه نـاس يسير من اهله اوْمعهم الحسن بـن عـلي وان الزبير وابو جهم بن حذيفة بين المغرب والـعشـاء فـاتـوا بـه حـائـطا من حيطان المدينة يعرف بحش كوكب وهو خارج البقيع فصلوا عليه.الخ"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج۱ص،۹۷۔طبع قدیم ایرانی وطبع بیروتی، ج۱ص۱۹۸ تحت متن من خطبۃ لہ علیہ السلام فی معنی قتل عثمان بن عفان۔)

"یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر والے چند آدمی ان کو (دفن کرنے کے لیے) گھر سے باہر لائے۔ان لوگوں کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اورابوجہم رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔مغرب وعشاء کے درمیان (جنازہ باہر لے جانے کی صورت کی گئی) جنت البقیع کے باہر "حش کوکب" کے نام سے ایک مقام تھا وہاں لاکر عثمان رضی اللہ عنہ پر انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔"

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

اور قرابتِ رسول ﷺ وآلِ رسول ﷺ

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔

شیعہ مسلک کی کتاب مناقب آل ابی طالب میں ہے:

فَذَكَرَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِطْبَةَ الْحَسَنِ عَائِشَةَ وَ فَعَلَهُ .

(مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۹)

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لڑکی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی اور رشتہ ہو گیا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا بنت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح

ثُمَّ إِنَّهُ كَانَ الْحُسَيْنُ تَزَوَّجَ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ .

(امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد) پھر امام حسین علیہ السلام نے عائشہ بنت عثمان سے نکاح کیا۔

(مناقب آل ابی طالب، ص۴۰، ج۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء کے لڑکے تھے۔ اس طرح عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے

تھے۔ ام الحسن رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھی۔ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا پوتا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا داماد تھا۔

نہج البلاغۃ کی شرح ابن حدید میں ہے کہ

تَزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حضرت حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ سے نکاح کیا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ، صفحہ ۴۵۹، جلد ۳، مطبوعہ بیروت)

شیعہ حضرات کی تاریخ ناسخ التواریخ میں ہے:

بعد از حسن مثنیٰ فاطمہ بحبالہ نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان درآمد۔

ترجمہ: حسن مثنیٰ کے انتقال کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے نکاح کرلیا۔

(ناسخ التواریخ، ص ۵۴۳، ج ۶، کتاب دوم)

☆......☆......☆......☆......☆

خورشید ملت ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

کی دیگر معرکۃ الآراء تصانیف

☆ حدود آرڈیننس اور دین بیزار طبقے

☆ تو زندہ ہے واللہ

☆ عید میلاد النبی ﷺ ۔۔۔ عالمِ عرب میں

☆ بناتِ رسول (کتبِ شیعہ کی روشنی میں)

☆ فضائل و مسائل رمضان

☆ قرآن اور انسان

☆ بچوں کے اسلامی نام اور علم الاعداد

☆ عقیدۂ ختم نبوت (قرآن، حدیث اور اجماعِ امت کی روشنی میں)

☆ مرزا قادیانی ۔۔۔ اپنوں کی زبانی

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور (پاکستان)

سید گارڈن نزد سنگیاں چوک شرقپور روڈ، شاہدرہ لاہور

www.iwipak.org — www.drkhadimazhari.com

www.idarawahdatislamiya.com

Email: khadimazhari@yahoo.com

0300-4645200 0346-4005060